علم غیب مصطفےٰ کے اثبات و منکرین کے شکوک و شبہات کے ازالہ پر مشتمل نہایت مستند تحقیقی کتاب

الکلمۃ العلیا لإعلاء علم المصطفیٰ ﷺ

تصنیف لطیف

صدر الافاضل فخر الاماثل

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی

تسہیل، تخریج، ترجمہ عربی عبارات

مولانا محمد مزمل رضا قادری عطاری

مدرس جامعۃ المدینہ لاہور

والضحیٰ پبلی کیشنز

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل میں فری
حاصل کرنے کے لیئے
ٹیلیگرام چینل لنک
https://t.me/tehqiqat
آرکاریو لنک
https://archive.org/details
/@zohaibhasanattari
بلوگسپوٹ لنک
https://ataunnabi.blogspot
.com/?m=1

طالب دعا۔ زوہیب حسن عطاری

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

الکلمۃ العلیا
لاعلاء علم المصطفیٰ ﷺ

والضحیٰ پبلی کیشنز

تصنیف لطیف : [illegible] مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی
[illegible] : علامہ محمد گل رضا قادری عطاری
لیگل ایڈوائزر : محمد صدیق الحسنات ڈوگر، ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور
تاریخ اشاعت : جنوری 2017ء، ربیع الثانی 1438ھ
قیمت : 380/=

سیل پوائنٹ
مکتبہ فیضانِ مدینہ
نزد فیضان مدینہ، مدینہ ٹاؤن فیصل آباد
0311-3161574

والضحیٰ پبلی کیشنز
ہادیہ حلیمیہ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان
0300-7259263,0315-4959263

اجمالی فہرست

یادداشت 4

فہرست مضامین کتاب 6

عرض گفتنی 16

(۲) قدیم نسخوں کے سرورق کا عکس 29-30

الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفٰی 31

مصادر و مراجع 277

فہرست مضامین کتاب مستطاب

الکلمة العلیا لاعلاء علم المصطفا

صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

مضمون	صفحہ
عرض گفتنی	16
عکسِ سرورق: مطبع نعیمی، مرادآباد	29
عکسِ سرورق: جمال پریس دہلی	30
الکلمة العلیا لاعلاء علم المصطفا	31
دیباچہ	33
مخالفین کے وہ رسالے اور فتوے جن کا اس کتاب میں رد ہے۔	36
تقریرِ مسئلہ: علمِ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم	37
حضور کے لئے جمیع اشیا کے علم کا اثبات قرآن پاک سے	37
اہل سنت کا عقیدہ متعلق علمِ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم	38
تقویۃ الایمان کے لغویات کا رد	39
حضور کے علمِ عظیم کا ثبوت آیات سے	40
حضور کے لئے جمیع اشیا کے علم کا ثبوت احادیث سے	41
مولوی محمد سعید بنارسی کی لیاقت و دیانت	43
مخالفین کے ”اہل حق“ کے کرشمے	44
بخاری و مسلم کی حدیث کہ حضور نے قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہ چھوڑی سب کا بیان فرمادیا	45
حدیث: حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے میرے لئے زمین کو سمیٹ کر مثل کف دست کردیا میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا۔	46
حدیث: حضور نے فرمایا مجھے آسمانوں اور زمینوں کی تمام کائنات کا علم حاصل ہوگیا۔	46

ملائکہ واشجار وغیرہ جمیع کائنات کا علم حضور کو مرحمت ہوا	47
حضور پر غیبوں کے دروازے کھولدیئے گئے	48
تمام علوم جزوی وکلی کا علم واحاطہ	49
آسمان وزمین کے جملہ ذوات وصفات، ظوہر وبواطن سب کا معائنہ فرمایا۔	49
حضور پر جمیع اشیا کا منکشف ہونا	50
درندوں کا حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے عالم ما کان و مایکون ہونے کی گواہی دینا۔	51
حضور نے قیامت تک ہونے والا ہر امر بیان فرمایا یہاں تک کہ کوئی پرندہ ایسا نہیں جو پر ہلائے اور حضور نے اس کا ذکر نہ فرمایا ہو۔	53
حضور نے ایک دن میں دنیا کے تمام حالات کیسے بیان فرمادیے؟	53
''ابتدا سے انتہا تک مخلوقات کے جمیع احوال کی ایک مجلس میں خبر دینا'' حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔	54
حضرت داؤد علیہ السلام کا سواری پر زین کسنے کا حکم دینا اور زبور شروع کرنا اور زین کس چکنے سے قبل زبور ختم فرمالینا۔	54
حضرت علی مرتضٰی کا ایک رکاب میں قدم رکھ کر دوسری میں قدم رکھنے تک پورا قرآن پاک ختم کرلینا۔	54
بعض مشائخ کا حجر اسود سے باب الکعبہ تک پہنچتے پہنچتے تمام قرآن شریف ختم کرلینا اور ابن شیخ شہاب الدین سہروردی کا از اول تا آخر حرف بحرف سننا۔	55
حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر عالم کی کوئی شے مخفی ومحجب نہیں۔	56
حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم پر صاحب کتاب الابریز کی نفیس تقریر: انبیا کو ایک ایسی صفت عطا فرمائی جاتی ہے جس سے وہ غیب پر مطلع ہوتے ہیں۔	56
نصیحۃ المسلمین کے اس قول کا رد کہ ''غیب کی بات پیغمبر خدا کو بھی معلوم نہ تھی''	59
محبوبان خدا کے سینوں کی نورانیت سے لوح محفوظ کے نقوش ان میں منعکس ہوجاتے ہیں۔	59
صاحب براہین کی تقریر پر شیطان لعین کا اللہ تعالی کے احباب میں سے ہونا لازم ہے۔	61
لوح وقلم کے علوم آپ کے علوم کے سمندروں کی ایک نہر ہیں۔	64
حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اعلم وافضل خلق ہونے پر اجماع	65

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دُنیا و دین کے تمام امور و مصالح کا عالم ہونا	66
اللہ تعالیٰ کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم اولین و آخرین عطا فرمانا	66
حضور کو تین طرح کے علم عطا ہوئے۔	66
انسان و جن و فرشتے سب حضور کے اُمتی ہیں۔	66
حضور کو تمام دُنیا و مافیہا کا علم ہے۔	67
حضور کا علم انسانوں، جنوں اور فرشتوں سب سے وسیع ہے۔	69
وسعت علوم اولیاء کا ذکر	70
اولیاء کے لئے تمام عالم کے علوم	70
مولوی اسمٰعیل دہلوی کا اپنے مریدوں تک کے لیے جمیع اشیا کا علم ثابت کرنا اور حضور کے لئے شرک بتانا	72
مولوی اسمٰعیل دہلوی کا صاحب شغل دورہ کی وسعت علمی کا اقرار اور حضور کے لیے انکار۔	73
بزرگوں کے علم بالغیب کی نسبت صاحب نصیحۃ المسلمین کا اقرار	75
مولوی کوچینی کا اقرار	76
مخالفین کے قول سے تھوڑی دیر کے لیے شرک کا جائز ہونا لازم آتا ہے۔	76
حضور اقدس علیہ السلام کے جسم پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔	77
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔	78
مولوی واحد نور صاحب کے رسالہ ''اعلاء کلمۃ الحق'' کا رد	79
ھو الاول و الآخر و الظاہر و الباطن ثناء الٰہی و نعت رسالت پناہی دونوں کو شامل ہے۔	80
علم غیب کے متعلق فریقین کے اعتقاد۔	82
''براہین قاطعہ'' میں شیطان و ملک الموت کی وسعت علم کا اقرار اور فخر عالم کی وسعت علمی کا انکار۔	83
صاحب براہین کا شرک کو نص سے ثابت ماننا۔	83
جانب مخالف کا اقرار کہ حضور ''اَعْلَمُ الْخَلْق'' ہیں۔	83

صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک حضور کے لئے علم ثابت کرنا خواہ ذاتی ہو یا عطائی ہر طرح شرک ہے اور اُس کا جواب	84
مخالفین کے قول سے لازم آتا ہے کہ علام الغیوب عزوجل تعلیم پر قادر نہیں۔	84
صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک علم الٰہی بھی ذاتی نہیں۔	85
صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو بھی تمام چیزوں کا ہر وقت علم نہیں۔	85
علم نبی کی نسبت اہل سُنت کا اعتقاد۔	86
جانب مخالف کا غیب کی تعریف میں غلطی کرنا۔	86
فتوی مولوی غلام محمد اور کشف الغطا اور نصیحۃ المسلمین اور رد السیف کے اس قول کا رد کہ ''جو بتادیا جائے وہ غیب نہیں کہلاتا۔''	87
غیب کے معنی کی تحقیق میں تفسیروں کی عبارتیں۔	87
بتائے ہوئے کو غیب کہتے ہیں۔	88
آیت ﴿وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ.... ﴾ سے مخالفین کا تمسک اور اس کا جواب۔	88
جس غیب پر دلیل ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں۔	88
غیب کا علم بتعلیم الٰہی انبیاء و اولیاء کو حاصل ہے۔	89
جتنی آیتوں میں یہ مذکور ہے کہ کوئی غیب نہیں جانتا سب میں یہی مراد ہے کہ بے تعلیم الٰہی نہیں جانتا۔	90
شرح فقہ اکبر کی عبارت میں جانب مخالف و دیگر وہابیہ کی غلط فہمی اور اُس کا جواب۔	92
ملا علی قاری کی ''شرح شفا'' سے حضور کے لئے علم ما کان و ما یکون کا اثبات۔	92
حضرت کا ایک مجلس میں جمیع احوال مخلوقات دُنیا و آخرت کی خبر دینا بڑا معجزہ ہے۔	93
شرح فقہ اکبر کی عبارت میں علم ذاتی کے اعتقاد پر تکفیر کی ہے نہ عطائی کے۔	94
جانب مخالف کے کلام میں تناقض: یہ بھی کہتا ہے کہ غیب وہ ہے جو بتایا نہ جائے اور یہ بھی کہ بعض غیب بتائے گئے۔	94
کل اشیا کا علم علمِ الٰہی کے حضور قلیل ہے۔	95
حضور کا علم ملکوت سموات و ارض سے افضل ہے۔	97

براہین قاطعہ کا اتہام کہ حضرت کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور اِس کا رد	98
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پر محیط کا اطلاق درست ہے۔	98
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم کائنات وغیرہ کے کلیات وجزئیات پر محیط ہے۔	99
ایک شبہے کا جواب (حاشیہ)	100
آیۃ ﴿وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ....﴾ سے جانب مخالف کی غلط فہمی اور اس کا جواب	102
آسمانوں اور زمینوں کے تمام غیوب دریائے علم الٰہی کا ایک قطرہ ہیں۔	103
مخالفین نے علم باری تعالیٰ کو بھی تھوڑا ہی سمجھ لیا ہے۔	104
علم باری تعالیٰ کے سامنے تمام مخلوقات کے علم قلیل ہیں۔	104
علم شعر کی نفیس بحث	104
علم بمعنی ملکہ علوم میں شائع وذائع ہے قرآن وحدیث وکتب علوم سے اس کے شواہد اور تفاسیر سے ثبوت	106
ہر بشری کمال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم جامع کے تحت میں ہے۔	109
حضور کا شعر کے جید وردی، موزوں وغیر موزوں میں امتیاز فرمانا۔	110
شعر کے معنی عرفی ومنطقی	111
قرآن پاک میں شعر کے معنی عرفی مراد نہیں ہو سکتے۔	111
منفی شعر بتعلیم قرآن ہے۔	112
بحث شعر میں حضرت شیخ اکبر کی نفیس وجلیل تفسیر	113
علم سحر کی بحث اور مخالفین کا رد	115
کوئی علم فی نفسہ مذموم نہیں۔	115
شاہ عبد العزیز صاحب کی تفسیر سے ثابت ہے کہ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ریاضیات و طبیعات وغیرہ علوم فلسفہ کو بھی جانتے ہیں۔	117
عالم غیر مجتہد کو صریح آیتوں اور حدیثوں سے استدلال کرنا جائز ہے۔	119
آیۃ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ پر مخالفین کا اعتراض اور اُس کا جواب	120
آیۃ ﴿وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ میں انسان سے حضور مراد ہیں۔	120

آیۃ ﴿وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾ پر مخالفین کا شبہ اور اُس کا جواب	121
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم تمام معلومات غیبیہ ملکوتیہ پر محیط ہے۔	124
مخالفین کا یہ عذر کہ آیت سے علوم دینیہ مراد ہیں اور اس کا جواب	125
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دُنیا و آخرت کے جملہ احوال کی ایک مجلس میں خبر دینا۔	127
علم بالغیب حضور کا معجزہ ہے۔	128
تمام مخلوقات کا علم علم الٰہی کے حضور قلیل ہے۔	129
جملہ اشیا کے علوم آسمانوں زمینوں کے غیوب بحور علم الٰہی کا ایک قطرہ ہیں۔	130
تمام مخلوقات کے علم کا بمقابلہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سب کے علم کا بمقابلہ علم الٰہی قلیل ہونا۔	131
حضور کا علم اگرچہ علم الٰہی کے سامنے قلیل ہے مگر تمام ما کان و مایکون الی یوم القیمۃ کو حاوی ہے۔	132
تفسیر آیۃ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم ما کان و ما یکون کا ثبوت	133
آیۃ ﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ پر وہابیہ کا اعتراض اور اس کا جواب	134
آیۃ ﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ کی بحث	135
اجماع امت خطا پر ممکن نہیں۔	139
جیسا پیغمبر معصوم کا حکم واجب القبول ہے ایسا ہی اس امت کے اجماع کا	140
غوث اعظم کا ارشاد کہ "لوح محفوظ میرے سامنے ہے اور میں علم الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوں۔"	141
اولیاء کے سامنے زمین مثل روئے ناخن ہے۔	142
امام اعظم کی روایت کہ حضرت زید نے فرمایا کہ میں عرش الٰہی کو صاف دیکھتا ہوں اور جنتی دوزخی میری نظر کے سامنے ہیں۔	142
اولیاء کا علم: جو اصلاب آباء میں مریدوں کے انتقالات ملاحظہ فرماتے ہیں۔	145
آیۃ ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾ کی بحث	146
آیۃ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ....﴾ کی بحث	147

صاحب روح البیان کے نزدیک حضور کا علم جمیع معلومات غیبیہ ملکوتیہ پر محیط ہے۔	149
حضور کو اپنی امت کے ہر مومن کافر کی اطلاع ہے۔	149
حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا دعوی سے فرمانا کہ ”اب سے قیامت تک کا ہم سے سوال کرلو اس پر حضور سے سوال کیا جانا اور حضور کا جواب دینا۔“	150
آیۃ ﴿قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ....﴾ پر مخالفین کا اعتراض اور اس کا جواب	151
جانب مخالف کا حضور کے لئے بدء الخلق سے لے کر قیامت تک کے ما کان و ما یکون کے علم کا اقرار۔	154
لطیفہ: ما کان و ما یکون کی بحث	155
”کان“ کے معنی کی نفیس بحث	155
”کان“ محدثین کے نزدیک مفید دوام واستمرار ہے۔	156
جانب مخالف کی خوش فہمی اور ”سیکون“ کے قرب پر دلالت کرنے کی بحث	157
صیغہ مضارع پر سین کیا معنی دیتا ہے۔	157
آیۃ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ پر مخالفین کا اعتراض اور اُس کا جواب	159
نزول وحی کے لئے ضرور نہیں کہ اس سے قبل اس کا علم نہیں۔	160
مسئلہ ظہار کے متعلق جانب مخالف کا شبہ اور اُسی کے قول سے اُس کا جواب	162
مخالفین کا یہ قول کہ ”ہر عام مخصوص البعض ہے“ اور اس کا جواب	163
تحقیق انیق کہ عام افادہ عموم میں قطعی ہے۔	163
قاعدہ مامن عام الخ نہ حنفیہ کے نزدیک درست نہ شافعیہ کے نزدیک صحیح	173
جانب مخالف کے اس قاعدے سے لازم آتا ہے کہ بعض چیزیں خدا کی ہوں بعض غیر کی اور اللہ کو بھی بعض کا علم نہ ہو۔ (معاذاللہ)	175
حدیث تلقیح پر مخالفین کا شبہ اور اس کا جواب	175
حضور کو دنیا و دین کا علم مرحمت ہوا	177
جانب مخالف کی ذہانت	179
ما کے عموم پر جانب مخالف کا اعتراض اور اس کا جواب	179

آیۃ ﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ....﴾ پر مخالف کا شبہ اور اس کا جواب	180
جتنی آیتوں میں غیب کی نفی ہے سب میں یہ مراد ہے کہ بے تعلیم الٰہی کوئی نہیں جانتا۔	181
امور خمسہ کا علم اور آیۃ ﴿اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ....﴾ کی بحث	183
قیامت کا علم	183
مینہ کا بیان	186
اس کا علم کہ پیٹ میں کیا ہے	187
کل کی بات	189
حضرت نے منبر پر قیام فرما کر قیامت تک ہونے والی ہر بات بتائی۔	189
حضرت کا کل کی بات بتانا	190
اس کا جواب کہ جب حضرت نے سنا کہ لڑکیاں یہ گاتی ہیں کہ ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں تو حضور نے انھیں کیوں منع فرما دیا۔	190
اس کا علم کہ کہاں مرے گا	191
آیۃ ﴿وَ عِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ....﴾ سے نفی علم عطائی کی ثابت کرنا ظلم ہے۔	193
باب دوم: آیۃ ﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ....﴾ اور آیۃ ﴿وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ....﴾ پر وہابیہ کا اعتراض اور اس کا جواب	195
آیۃ ﴿مِنْھُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ ....﴾ پر مخالفین کا اعتراض اور اس کا جواب	197
آیۃ ﴿لَا تَعْلَمُھُمْ نَحْنُ نَعْلَمُھُمْ﴾ پر وہابیہ کا اعتراض اور اس کا جواب	198
﴿وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ ....﴾ پر وہابیہ کا اعتراض اور اس کا جواب	199
حضرت عائشہ صدیقہ پر کفار کی تہمت سے وہابیہ کا استدلال اور اس کا جواب	201
انبیاء کی بیبیاں بدکار نہیں ہوسکتیں۔	202
حضرت صدیقہ کی پاکی پر حضور کی قسم	204
وہابیہ کی حضور پر دو بدگمانیاں	205
انبیا پر بدگمانی کفر ہے۔	205
حضرت صدیقہ کی حدیث من اخبرک...الخ سے وہابیہ کا استدلال اور اس کا جواب	206

اسرار الٰہیہ کا علم جو حضرت کو مرحمت ہوا اس کا اِفشا حرام ہے۔	206
شب معراج میں حضور علیہ السلام کو تین طرح کے علوم عطا ہوئے ایک وہ جس کے چھپانے کا حکم ہوا، دوسرے وہ کے چھپانے اور ظاہر فرمانے کا اختیار، تیسرے ہر خاص و عام کو پہنچانے کا ارشاد	207
علم قیامت	208
اس کا علم کہ پیٹ میں کیا ہے	210
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا حمل میں صاحبزادی کی خبر دینا۔	210
ایک اعرابی کا حضور سے دریافت کرنا کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے اور ایک نوعمر صحابی کا حیرت انگیز جواب	211
کل کی بات کا جواب	212
گانے والی لڑکیوں کو حضور نے یہ کہنے سے کیوں منع فرمادیا کہ ”ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔“	212
اس کا علم کہ کہاں مرے گا۔	213
حضرت صدیق اکبر کا حضور سے عرض کرنا کہ ”میں حضور کے بعد ڈھائی برس زندہ رہوں گا۔“	214
آیت کے ایسے معنی بیان کرنا جائز نہیں جو شاہد و محسوس کے خلاف ہوں بلکہ درحقیقت طعن و تحریف ہے، نہ تفسیر	215
مولوی اسمٰعیل دہلوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے سے مولوی اشرف علی و مرتضی حسن وغیرہ سب مشرک	216
ہار گم ہونے پر وہابیہ کا اعتراض اور اس کا جواب	217
قاضی خان کی عبارت متعلق تزوج بشہادت خدا اور رسول پر وہابیہ کا اعتراض اور اس کا جواب	221
فقہا لفظ قالوا کا استعمال کس موقع پر فرماتے ہیں۔	222
علم بالغیب کے اثبات میں فقہی عبارات	223
وہابیہ کا اعتراض کہ جمیع اشیا غیر متناہی ہیں اور اس کا جواب	226
مولوی اشرف علی کی تقریظ کا رد	226
قیامت میں حضور بعض لوگوں کو حوض کوثر کی طرف بلائیں گے اس پر وہابیہ کا اعتراض اور اس کا جواب	229
قرآن شریف یاد ہونے کے بعد بھولنا گناہ عظیم ہے۔	231

کفار کے احوال بیت المقدس دریافت کرنے پر وہابیہ کا اعتراض اور اس کا جواب	234
آیۃ ﴿قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ....﴾ اور حدیث واقعہ "ما ادری .... الخ پر وہابیہ کا اعتراض کہ معاذ اللہ حضور کو اپنے خاتمہ کی بھی خبر نہ تھی اور اس کا جواب	238
آیۃ ﴿یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ ....﴾ پر وہابیہ کا اعتراض اور اس کا جواب	244
نماز میں پاپوش مبارک اتارنے کے واقعہ پر وہابیہ کا اعتراض اور اُس کا جواب	245
واقعہ بیر معونہ پر وہابیہ کا اعتراض اور اُس کا جواب	247
بخاری شریف کی ایک حدیث سے وہابیہ کا اعتراض اور اُس کا جواب	255
شانِ نزول سورۂ تحریم پر وہابیہ کا اعتراض اور اُس کا جواب	258
حضرت علی مرتضیٰ کا لشکر کوفہ اور اُس کی تعداد کی خبر دینا۔	262
حضرت علی مرتضیٰ کا واقعہ کربلا کی خبر دینا۔	263
حضرت علی مرتضیٰ کا ایک عجیب وغریب فیصلہ اور مخفی رازوں کی اطلاع	263
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا لڑکا پیدا ہونے کی خبر دینا۔	265
حضرت امام باقر کا اندھیری رات میں بند دروازے پر آنے والے کی خبر دینا۔	266
حضرت امام باقر کا ارشاد کہ دیواریں ہمارے لئے حجاب نہیں۔	267
حضرت امام باقر کا چوروں کی خبر دینا۔	268
حضرت امام باقر کا ایک چور کے وقت موت کی خبر دینا اور عجیب وغریب حالات بیان فرمانا۔	268
امام رضا رضی اللہ عنہ کا بغیر بیان کے سائل کے تمام سوالوں کے جواب دینا۔	269
حضرت بایزید بسطامی کا حضرت شیخ ابوالحسن کی ولادت ودیگر حالات کی خبر دینا۔	270
آثار وضو سے حضرت کے امت کو پہچاننے پر وہابیہ کا اعتراض اور اس کا جواب	274
درود وسلام پیش کیے جانے پر وہابیہ کا اعتراض اور اُس کا جواب	276
مصادر ومراجع	277

عرضِ گفتنی

مصنف کتاب حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل سید محمد نعیم الدین مرادآدی علیہ الرحمۃ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و تبلیغ، بحث و مناظرہ، شعر و سخن اور صحافت و سیاست ہر میدان میں آپ نے طبع آزمائی کی اور خوب رنگ جمایا، تحریر و تقریر اور تحریک و تنظیم سے جہاں مسلمانوں کے ایمان و عقیدے کا تحفظ کیا وہیں آل انڈیا سنی کانفرنس اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے پلیٹ فارم سے اسلامیانِ ہند کی سیاسی قیادت بھی فرمائی اور ”سواد اعظم“ کے نام سے ایک ماہوار رسالہ جاری کر کے مسلمانوں کو ہر موڑ پہ سیدھا راستہ دکھانے کا اہتمام بھی کیا الغرض عمر بھر خود کو دینی و ملی خدمات کے لیے وقف رکھا لیکن آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے وابستگان کی صحیح تعلیم و تربیت کر کے علما کی ایک ایسی جماعت تیار کی جس نے قرطاس و قلم سے رشتہ جوڑا، خدمتِ دین کو حرزِ جاں کیا اور تاحیات اسلام و سنیت کے فروغ کے لئے کوشاں رہی، علامہ ابو الحسنات سید محمد قادری، تاج العلما مفتی محمد عمر نعیمی، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، مفتی نور اللہ نعیمی بصیر پوری اور مولانا غلام معین الدین نعیمی جیسے یگانہ روزگار علما حضرت صدر الافاضل ہی کے فیضان کرم سے فیض یاب تھے۔

مزید برآں نوع بنوع مشاغل کے باوجود حضرت نے خود بھی مختلف موضوعات پر ڈیڑھ درجن سے زائد تصانیف یادگار چھوڑیں ہیں، جن کے نام یہ ہیں:

تفسیر خزائن العرفان (ترجمہ قرآن کنز الایمان پر گراں قدر تفسیری حاشیہ)، نعیم البیان (سورۃ فاتحہ اور سورۃ البقرۃ کے ابتدائی حصہ کی تفسیر)، ابتدائی قاعدہ، کتاب العقائد، زاد الحرمین (مسائل حج و زیارت)، سوانح کربلا، مجموعہ فتاوی، ریاض نعیم، گلبن غریب نواز، پراچین کال، احقاق حق، الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفا، اطیب البیان (ردّ تقویۃ الایمان)، التحقیقات لدفع التلبیسات (المہند کا ردّ)، رسالہ موالات، آداب الاخیار فی تعظیم الآثار، فرائد النور فی جرائد القبور، ہدایت کاملہ بر قنوت نازلہ، تسکین الذاکرین و تنبیہ المنکرین، القول السدید، کشف الحجاب عن مسائل ایصال

الثواب، اسواط العذاب علی قوامع القباب، فیضان رحمت[1]

زیر نظر کتاب ''**الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفا**'' حضرت صدر الافاضل کی سب سے پہلی تصنیف ہے جو آپ نے صرف بیس برس کی عمر میں بڑی محنت سے تحریر فرمائی تھی مولانا غلام معین الدین نعیمی نے اس بارے میں لکھا ہے کہ ''اُس وقت چونکہ آپ کے پاس ایسا جامع کتب خانہ نہ تھا کہ جس میں ہر ایک قسم کتابیں موجود ہوتیں، لامحالہ آپ نے رامپور اسٹیٹ کے کتب خانہ کی طرف رجوع کیا (جو آپ کے مسکن یعنی مراد آباد سے کوئی تیس، چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔) مسلسل جا جا کر رامپور کے کتب خانہ سے حوالہ جات دیکھ کر آتے اور مراد آباد میں کتاب لکھتے۔'' (حیات صدر الافاضل، ص46، فرید بک سٹال، لاہور) کتاب کا موضوع ''حضور انور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب کا اثبات اور اس بابت منکرین کے شبہات کا ازالہ'' ہے، سبب تصنیف بیان کرتے ہوئے خود ارشاد فرماتے ہیں: ''آج کل مسئلہ علم نبی کریم۔ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْم۔ علماء میں ایسا زیر بحث ہے کہ ہر طرف اُسی کا ذکر سنا جاتا ہے۔ چناں چہ اسی بحث میں جناب مولانا مولوی شاہ محمد سلامت اللہ صاحب رامپوری۔ دَامَ فَیْضُہٗ۔ نے جو اجلۂ فضلائے اہل سنت میں سے ہیں ایک رسالہ مسمی بہ ''اِعْلَامُ الْاَذْکِیَاء'' تالیف فرمایا جس کی حالت مصنف علام کی جلالت علمی کی شہرت کے باعث محتاج بیان نہیں۔ اِس رسالہ میں مولانا صاحب موصوف نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لئے علمِ مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ کا اثبات کیا ہے اور کافی ثبوت دیے ہیں۔ بایں ہمہ رامپور کے ایک عالم مولوی حافظ واحد نور صاحب نے اس رسالہ کے جواب میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام ''اعلاء کلمۃ الحق'' ہے۔ حافظ صاحب موصوف نے اس رسالہ میں جناب مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب۔ دَامَ فَیْضُہٗ۔ کی نسبت ایسی ایسی سخت کلامیاں اور زیادہ گوئیاں کیں جو علماء کی شان سے بعید ہیں۔ مسئلہ کے متعلق وہ وہ رکیک ناحق خلاف صواب تقریریں کیں جو عاقل وفہیم سے غیر متوقع ہیں اس لئے ہیچ میرز نے باستدعائے احباب بالخصوص میاں محمد اشرف صاحب شاذلی کے اصرار سے

---

[1].... مؤخر الذکر دونوں رسائل علی الترتیب مفتی عطاء اللہ نعیمی اور مفتی ذوالفقار نعیمی مدظلہما کی تحقیق وتخریج کے ساتھ جمعیت اشاعت اہلسنت، کراچی اور مکتبہ برکات المدینہ، کراچی سے طبع ہو چکے ہیں۔

حافظ صاحب مذکور کے رسالہ کا جواب لکھا اور اس کا نام ''اَلْکَلِمَةُ الْعُلْیَا لِاُعْلَاءِ عِلْمِ الْمُصْطَفَا'' رکھا۔'' (الکلمة العلیا، ص1,2)

سببِ تصنیف اگرچہ ''اعلاء کلمة الحق'' کی قلعی کھولنا ہے لیکن صدرالافاضل نے فقط اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے موقف کو قرآن وسنت سے ثابت کرنے کے بعد ''انکار علم غیب نبوی'' کے عنوان پر لکھی گئی چھوٹی بڑی تمام کتابوں کو جمع کر کے ان سب کا جواب سپردِ قرطاس فرمایا ہے اور یوں اپنے موضوع سے مکمل انصاف برتتے ہوئے تحقیق کا حق کا ادا کر دیا ہے۔

مخالفین نے اپنی کتابوں میں علمائے حق کی نسبت جو بدکلامیاں کیں اس بارے میں صدرالافاضل کا نظریہ اور اس کے جواب میں جواب آں غزل کی بجائے آپ کے اختیار کردہ اسلوبِ نگارش کی تفصیل بھی خود آپ ہی کی زبانی سنیے، لکھتے ہیں: ''اگرچہ حافظ صاحب نے اپنے رسالہ میں بہت سخت کلامیاں کی تھیں مگر میں نے اُن کے جواب میں کوئی سخت کلامی نہ کی اور اُس کام کو اُنہی کی ہمت اور حوصلہ پر چھوڑا کیونکہ زبان درازی عجز کی نشانی ہے۔ حافظ صاحب اور اُن کے ہم مذہبوں کے رسالے اکثر بدزبانیوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ غالباً یہ حضرات فرصت کے اوقات اسی کام کی مہارت حاصل کرنے میں صرف کرتے رہتے ہیں۔ جس طرح میں نے حافظ صاحب موصوف کے ساتھ کوئی سخت کلامی نہیں کی اسی طرح اُن کی سخت کلامی زیادہ گوئی فضول بات کے جواب کی طرف بھی رُخ نہیں کیا البتہ مسئلہ کے متعلق علمی بحثیں کیں اور حافظ صاحب موصوف کے شبہات کو دفع کیا، اعتراضوں کے جواب دیئے اور جوابات میں تحقیق کو مدِّ نظر رکھا، ناانصافی اور تعصب کو پاس نہ آنے دیا۔'' (الکلمة العلیا، ص2)

برصغیر میں ''انکارِ علم غیبِ نبوی'' کا فتنہ غالباً تیرہویں صدی ہجری میں شاہ اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان ہی نے بپا کیا تھا اور اسی زمانے میں اس کا ردوابطال بھی شروع ہو گیا تھا بلا مبالغہ درجنوں کتابیں اس فتنہ کا سر کچلنے کے لیے لکھی گئیں مگر اختصار و جامعیت کا جو نمونہ ''**الکلمة العلیا**'' میں نظر آتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے علاوہ بریں اس کتاب کی زبان ایسی سادہ اور شستہ ہے کہ عوام و خواص دونوں طبقوں کے لیے قابلِ مطالعہ ہے۔

مزید اس کتاب کی خوبی اور عمدگی کا اندازہ علمائے ذیشان کے ان کلمات سے لگایئے:

(1) محترم محمد اشرف شاذلی جب یہ کتاب لے کر مجدد دین وملت سیدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزۃ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے یہ کتاب ملاحظہ کر کے فرمایا: ''ماشاء اللہ بڑی عمدہ اور نفیس کتاب ہے یہ نوعمری اور اتنے احسن دلائل کے ساتھ اتنی بلند کتاب مصنف کے ہونہار ہونے پر دال ہے۔'' (حیات صدر الافاضل، مرتبہ: مفتی غلام معین الدین نعیمی، ص 47، فرید بک سٹال، لاہور)

(2) حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی اپنی مایہ ناز کتاب ''جاء الحق'' میں مسئلہ علم غیب پر مفصل بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں ''فقیر نے یہ مختصر سی تقریر علم غیب کے متعلق کر دی، اس کی زیادہ تحقیق کرنا ہو تو رسالہ مبارکہ ''**الکلمۃ العلیا**'' کا مطالعہ کرو، جو کچھ میں نے کہا ہے یہ اس بحر کی ایک لہر ہے۔'' (جاء الحق، ص 139، نعیمی کتب خانہ، لاہور)

(3) مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''جب آپ (حضرت صدر الافاضل قدس سرہ) کی عمر شریف بیس سال کی ہوئی تو وہ کتاب بھی مکمل ہوگئی جو علمِ غیبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی اور جامع کتاب ہے۔[1]'' (حیات صدر الافاضل، ص 46، فرید بک سٹال، لاہور)

انہی خوبیوں (اور اپنے اکابر کی تصانیف سے خاص لگاؤ) کی بنا پر راقم السطور نے یہ عزم کیا کہ موقع ملتے ہی اس کتاب کو عصری کے تقاضوں کے مطابق جدید رنگ ڈھنگ سے آراستہ کر کے پیش کیا جائے، تاکہ ''تحفظ اثاثۂ علمائے اہل سنت'' کا کام بھی ہو اور اس ناچیز کے لئے آخرت کا سامان بھی، سو اسی جذبہ کے تحت تقریباً چار سال قبل اس کتاب پر تحقیق وتخریج کا عمل شروع کیا، دو تین ماہ میں تحقیق متن وتخریج عبارات کا کام کسی حد تک مکمل بھی ہوگیا مگر پھر تعلیمی مصروفیت کے باعث ترجمۂ عبارات اور پروف ریڈنگ ونظر ثانی کا کام کم وبیش ڈیڑھ سال تک ملتوی رہا اب کچھ فراغت ملی تو بعض احباب کے اصرار پر دوبارہ ہمت باندھی اور آج الحمد للہ یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

---

[1]۔۔۔۔ خیال رہے کہ علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی ''الدولۃ المکیۃ'' اور ''انباء الحی'' جیسی مستند اور جامع کتب بھی ''الکلمۃ العلیا'' کے بعد ہی تحریر کی گئی ہیں۔

[2]۔۔۔۔ مئی 2015ء میں اس کتاب پر تحقیق وتخریج اور ترجمہ عبارات کا سب کام مکمل ہو چکا تھا، حضرت صدر الافاضل کے عرس شریف کے موقع پر ہندوستان میں اس کتاب کے دو نئے ایڈیشن شائع کرنے کا پروگرام تھا راقم۔۔۔

کسی کتاب کو تحقیق و تخریج سے مزین کرنا کتنا کٹھن اور مشکل کام ہے، اہل علم پر مخفی نہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ جب منزل ہاتھ آجائے تو سفر کی سب ''مشقت'' راحت و آسودگی میں بدل جاتی ہے اس لئے اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات سے قطع نظر، اس کتاب کو قدیم سے جدید پیراہن میں لانے تک جو کاوشیں کی گئیں ان کی کچھ تفصیل عرض کرتا ہوں:

(۱) متنِ کتاب کی تحقیق وتصحیح

اس سلسلہ میں راقم نے اس کتاب کے متعدد مطبوعہ قدیم نسخے حاصل کرنے کی کوشش کی، جو نسخے میری معلومات یا دسترس میں آسکے ان کے کوائف درج ذیل ہیں:

الف: نسخہ مطبوعہ مطبع نعیمی، مراد آباد

یہ نسخہ صدر الافاضل کے شاگردِ خاص حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی کا شائع کردہ ہے، سن طباعت درج نہیں، البتہ سرورق پر اس کا بار پنجم ہونا مذکور ہے۔ سرورق کے بعد صفحہ نمبر (۱) سے (۱۴۶) تک الکلمۃ العلیا کے مضامین ہیں جن کے بغلی حاشیہ پر لفظ ''ف'' کے عنوان سے فوائدِ مضامین مسطور ہیں، ذیلی حاشیہ پر اور بعض جگہ بغلی حاشیہ پر بھی منہیات، کچھ عبارات کے تراجم اور چند حواشی درج ہیں پھر صفحہ نمبر (۱۴۷) سے (۱۵۴) تک فہرست اور اس کے بعد مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ''الخطوب المذبیہ'' نامی چو ورقی خط ہے جسے ایک خاص مقصد سے شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ ہر صفحہ تئیس (۲۳) سطروں پر مشتمل ہے اور کاتب کا نام درج نہیں ہے۔

اس نسخہ کی زیارت راقم نے مولانا نعیم اختر نقشبندی (کامونکی) کے ذاتی کتب خانے میں کی تھی جس کا عکس عزیز مکرم محمد ابرار احمد عطاری سلمہٗ نے لا کر دیا، حال ہی میں اس نسخہ کا عکس نعیمی کتب خانہ (گجرات، لاہور) نے بھی شائع کیا ہے۔

۔۔۔ نے جناب میثم عباس رضوی صاحب کے ذریعے کتاب ناشر صاحب کو ارسال بھی کر دی تھی لیکن پھر کسی وجہ سے یہ ایڈیشن نہ تو ہندوستان میں شائع ہو سکا اور نہ پاکستان میں، خیر اب ہمارے دوست جناب محمد زاہد عطاری صاحب اپنے ادارے والضحی پبلیکیشنز سے اس کی اشاعت کر رہے ہیں اللہ تعالی ان کی اس کاوش کو قبول فرما کر جزائے خیر عطا فرمائے۔

ب: نسخہ مطبوعہ جمال پریس، دہلی

یہ نسخہ حضرت مصنف کے منجھلے فرزند جناب محمد اختصاص الدین نعیمی نے شائع فرمایا تھا، سن و بار طباعت درج نہیں، سرورق کے بعد صفحہ نمبر (۱) سے (۱۴۶) تک الکلمۃ العلیا کے مضامین ہیں جن کے بغلی و ذیلی حاشیہ پر نسخہ الف کے مطابق فوائدِ مضامین، منہیات، تراجمِ عبارات اور چند حواشی درج ہیں ہر صفحہ تئیس (۲۳) سطروں پر مشتمل ہے اور پھر صفحہ (۱۴۷) سے (۱۵۲) تک فہرست مضامین ہے۔ کاتب کا نام اس نسخہ میں بھی درج نہیں۔

یہ نسخہ جامعہ غوثیہ، بھاٹی گیٹ، لاہور کی لائبریری میں موجود مولانا محمد سعید نقشبندی صاحب کے ذخیرۂ کتب میں نظر نواز ہوا، جس کے بعض صفحات کا عکس جامعۂ مذکور کے ناظم و مدرس اور امام و خطیب مولانا محمد عدنان قادری صاحب کی وساطت سے حاصل ہوا، اس نسخہ کا عکس قادری کتب خانہ، تحصیل بازار، سیالکوٹ نے شائع کیا ہے دورانِ تحقیق یہی عکس ہمارے پیشِ نظر رہا ہے۔

ج: نسخہ مطبوعہ مکتبہ مشرق، بریلی شریف

اس نسخہ پر نہ تو سن و بار طباعت درج ہے اور نہ مکتبہ مشرق کے مالک و مہتمم کا اسم گرامی، سرورق کے بعد (۴) صفحات کی فہرست ہے پھر ایک صفحہ پر تعارفِ مصنف اور اس کے بعد ایک صفحہ پر مکتبہ کی مطبوعات کا اشتہار ہے، بعد ازاں صفحہ نمبر (۱) سے کتاب ''الکلمۃ العلیا'' کا آغاز ہوتا ہے اور (۱۶۹) پر اختتام، منہیات، تراجم اور حواشی ذیلی حاشیہ میں درج ہیں جبکہ بغلی حاشیہ پر مرقوم فوائدِ مضامین بالکل غائب ہیں، ہر صفحہ تئیس (۲۳) سطروں پر مشتمل ہے اور آخری صفحہ کے ایک کونے میں یہ عبارت لکھی ہے ''حررہ: محمد صالحین (باب الکتابت) نزد ریڈیو پاکستان ایم اے جناح روڈ'' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخہ کی کتابت کراچی میں ہوئی ہے اور یہ طباعت قیام پاکستان کے بعد کی ہے۔

سندر شریف میں قائم ایک نجی لائبریری میں اس سے ملتا جلتا کراچی سے چھپا ہوا نسخہ بھی راقم کی نظر سے گزرا ہے جو حضرت علامہ تراب الحق شاہ صاحب مدظلہ نے ''دار الکتب حنفیہ، کراچی'' سے شائع کیا تھا اُس وقت اس نسخہ کو تفصیل سے دیکھنے اور عکس لینے کا موقع نہیں ملا اور فی

الحال بھی اس نسخہ تک رسائی نہیں، یہ بریلی شریف والا نسخہ شاید اسی کراچی والے نسخے کا عکس ہے۔

بہر حال مکتبہ مشرق، بریلی کا یہ نسخہ سہ ماہی مجلّہ ‘‘کلمہ حق’’ کے مدیر جناب میثم عباس رضوی صاحب سے دستیاب ہوا۔

د: نسخہ مطبوعہ از ہر بک ڈپو، آرام باغ کراچی

یہ نسخہ مولانا محمد عمر نعیمی کے صاحبزادے جناب محمد ازہر نعیمی صاحب کا شائع کردہ ہے، سن و بار طباعت درج نہیں، سرورق کے بعد صفحہ نمبر (۱) سے (۱۹۱) تک الکلمۃ العلیا کے مضامین ہیں، نسخہ ج کی مانند منہیات، تراجم اور حواشی ذیلی حاشیہ میں درج ہیں جبکہ بغلی حاشیہ پر مسطور فوائدِ مضامین بالکل غائب ہیں، اس کے بعد صفحہ نمبر (۱۹۲) سے (۲۰۰) تک فہرست ہے، ہر صفحہ اکیس (۲۱) سطروں پر مشتمل ہے اور صفحہ نمبر (۱۹۱) کی ایک جانب کاتب کا نام یوں درج ہے:

‘‘حامد حسن کاتب سہارنپوری مقیم کراچی۔ پاکستان’’

یہ نسخہ بھی عزیزم محمد ابرار احمد عطاری صاحب سے ملا۔

د: نسخہ مطبوعہ مطبع شمس المطابع، مراد آباد

یہ نسخہ محترم محمد اشرف شاذلی صاحب نے مطبع شمس المطابع، مراد آباد سے چھپوا کر شائع کیا تھا، سرورق پر سن طباعت ۱۳۲۷ھ درج ہے اور بار طباعت کا کچھ ذکر نہیں، سرورق کے بعد صفحہ نمبر (۲) سے (۴) تک فہرست ہے پھر صفحہ نمبر (۱) سے (۱۳۶) تک الکلمۃ العلیا کے مضامین ہیں بعد ازاں صفحہ نمبر (۱۳۷) سے (۱۴۸) تک سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا رسالہ انباءُ المصطفی مطبوع ہے۔ کتاب کے بغلی حاشیہ پر لفظ ‘‘ف’’ کے عنوان سے فوائدِ مضامین، منہیات، تراجم عبارات اور حواشی درج ہیں، ہر صفحہ تیئس (۲۳) سطروں پر مشتمل ہے اور کاتب کا نام درج نہیں۔

غالباً یہی نسخہ اس کتاب کی اولین طباعت ہے کیونکہ فہرست کے آخر میں صفحہ نمبر (۴) پر ‘‘معذرت’’ کے عنوان سے یہ عبارت لکھی ہے: ‘‘باوجود بڑی کوششوں کے اس مرتبہ کی طبع میں بہت سی غلطیاں رہ گئیں، ان شاء اللہ طبع ثانی میں کامل تصحیح ہوگی۔ خاکسار شاذلی’’ یعنی یہ طباعت ‘‘طبعِ اول’’ ہے اور طبع ثانی میں غلطیوں کی تصحیح کر دی جائے گی۔’’ جو اس اشاعت کے بار اول

ہونے کا پتا دیتی ہے۔[1]

یہ نسخہ بھی ہمیں جناب میثم عباس رضوی صاحب سے دستیاب ہوا۔

جب اس نسخہ کا تقابل ہم نے دیگر نسخوں سے کیا تو ظاہر ہوا کہ ''یہ نسخہ دیگر نسخوں سے قدرے مختلف ہے مضامین میں تقدیم و تاخیر اور ابحاث میں معمولی کمی بیشی کے علاوہ الفاظ و عبارات میں بھی فرق ہے۔'' اب یہ سوال پیدا ہوا کہ تحقیق متن کے لئے مطبع شمس المطابع کی اشاعت کو بنیاد بنایا جائے یا اس کے بعد شائع ہونے والے (تاج العلما و خلف صدر الافاضل وغیرہ کے) نسخوں کو؟ تو اس سلسلہ میں راقم نے استاذ العلما حضرت علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی مدظلہ (ناظم تعلیمات و شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی) سے رابطہ کر کے انھیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا اور اس بارے اپنا یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ ''حضرت صدر الافاضل نے شاید خود ہی عبارت کو آسان اور عام فہم بنانے کی غرض سے کتاب میں کچھ ترمیم و اضافات فرما دیے ہوں گے کیونکہ بعد کے نسخوں کی اشاعت کرنے والوں میں حضرت مصنف کے صاحبزادے جناب

---

[1]…. مفتی غلام معین الدین نعیمی صاحب نے اپنے ایک مضمون ''حیات صدر الافاضل کے چند تاریخی'' اوراق میں لکھا ہے کہ ''جب یہ کتاب (الکلمۃ العلیا) شائع ہوئی تو مراد آباد میں ایک بزرگ اَن پڑھ تھے لیکن مذہبی تبلیغ میں گنجینۂ معلومات تھے ان کا نام حاجی ملا محمد اشرف صاحب شاذلی تھا حاجی صاحب موصوف حضرت (صدر الافاضل) قدس سرہ سے غایت محبت و شفقت فرماتے تھے جب حاجی صاحب نے اس کتاب کو سنا تو بے حد خوش ہوئے اور انعام کے طریقہ پر اپنے ہاتھ سے بنا کر ایک پاندان اور دو اُگالدان خورد و کلاں حضرت صدر الافاضل کو عطا فرمائے۔'' (حیات صدر الافاضل، ص 46، فرید بک سٹال، لاہور)

اس اقتباس سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ''الکلمۃ العلیا'' کے پہلے ناشر حاجی محمد اشرف شاذلی صاحب نہیں بلکہ کوئی دوسرے صاحب تھے کیونکہ شاذلی صاحب نے تو یہ کتاب اشاعت کے بعد سنی تھی۔'' لیکن یہ ضروری نہیں، کیونکہ آج کل بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر ناشرین (اگر پڑھیں تو) اشاعت کے بعد ہی کتاب کو پڑھتے یا سنتے ہیں تو کچھ بعید نہیں کہ کتاب کی اشاعت تو شاذلی صاحب نے ہی کی ہو مگر خود بھی اشاعت کے بعد ہی سنی ہو۔

خیر! مطبع شمس المطابع کا نسخہ اولین اشاعت ہو یا نہ ہو کم از کم اتنی بات یقینی ہے کہ یہ نسخہ تلمیذ صدر الافاضل تاج العلما مفتی محمد عمر نعیمی اور خلف صدر الافاضل جناب محمد اختصاص الدین نعیمی صاحب کے شائع کردہ نسخوں سے پہلے کا ہے کیونکہ اس نسخہ کے سرورق پر سن طباعت ۱۳۲۷ھ درج ہے اور ۱۳۲۷ ہجری کے زمانے میں حضور تاج العلما ابھی اپنے تعلیمی مراحل طے کر رہے تھے جبکہ خلف صدر الافاضل جناب محمد اختصاص الدین نعیمی صاحب یا تو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے یا بالکل کم عمر تھے۔

محمد اختصاص الدین نعیمی اور شاگرد خاص تاج العلما مفتی محمد عمر نعیمی صاحبان جیسے حضرات بھی موجود ہیں جو حضرت کے وصال تک سالہا سال آپ کی صحبت سے مشرف رہے، یقیناً مطبع شمس المطابع کا یہ نسخہ بھی ان کی نظروں سے اوجھل نہیں تھا اس کے باوجود ان حضرات کا اس سے مختلف نسخہ کی اشاعت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت صدر الافاضل نے اس عبارت میں خود ہی ترمیم فرمائی تھی، بنابریں بعد والے نسخوں کو بنیاد بنانا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔'' نیز مطبع شمس المطابع کا یہ نسخہ غیر متداول ہے اس ایک اشاعت کے علاوہ اس کے موافق کسی بھی اشاعت کا کوئی سراغ نہیں ملتا جبکہ تاج العلما اور خلف صدر الافاضل جناب محمد اختصاص الدین نعیمی صاحب کا شائع کردہ نسخہ متداول ہے ان حضرات کی اشاعت سے لے کر اب تک پاک و ہند کے متعدد مکاتب سے اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں (جن میں سے چند اشاعتوں کا ذکر ابھی گزرا ہے۔) اس لئے بھی انہی کے نسخوں کو ترجیح دینی چاہیے۔

مولانا جمیل احمد نعیمی صاحب نے اس خیال کی تائید کی اور فرمایا کہ ''آپ بعد والے نسخوں کو بنیاد بنا کر ہی کام مکمل کریں اور مقدمہ وغیرہ میں اس ساری صورت حال کا ذکر بھی کر دیں۔'' لہٰذا تحقیق متن کے سلسلہ میں مَیں نے حضرت تاج العلما کے شائع کردہ نسخہ مطبوعہ مطبع نعیمی، مراد آباد اور خلف صدر الافاضل جناب محمد اختصاص الدین نعیمی صاحب کے شائع کردہ نسخہ مطبوعہ جمال پریس، دہلی کو ہی بنیاد بنایا ہے دونوں نسخوں میں جہاں کہیں لفظی فرق یا کمی بیشی تھی حاشیہ میں اس کی نشاندہی کرتے ہوئے ''مطبع نعیمی، مراد آباد'' کے لئے ''م'' اور ''جمال پریس، دہلی'' کے لئے ''د'' کا رمز استعمال کیا ہے۔[1]

البتہ تکمیل حواشی کے سلسلے میں مذکورہ بالا دونوں نسخوں کے علاوہ مطبع شمس المطابع مراد آباد، مکتبہ مشرق بریلی اور راز ہر بک ڈپو کراچی کی اشاعت سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

---

[1]…. کتاب میں مذکور اشعار مثنوی میں جہاں کہیں اختلاف تھا اس کی تصحیح بغیر کسی نشاندہی کے کر دی ہے۔ نیز نسخہ ''م'' میں بعض جگہ نام اقدس کے ساتھ ''ص'' اور علما کے اسماء کے ساتھ ''رح'' لکھا تھا ایسے تمام مقامات پر بھی بلا نشاندہی نسخہ ''د'' کی روشنی میں مکمل درود پاک اور کلمات ترحم لکھ دیئے ہیں۔

☆ مطبع شمس المطابع مراد آباد کی اشاعت میں مخالفین کے شبہات کی تخریج وغیرہ پر مشتمل بعض حواشی ایسے تھے جو دیگر نسخوں میں شامل نہیں تھے راقم نے ان حواشی کو شامل کتاب کر کے ہر مقام پر نشاندہی کر دی ہے۔

☆ حضرت تاج العلما و خلف صدر الافاضل کے شائع کردہ نسخوں کے حاشیہ میں بعض روایات کا ترجمہ مذکور تھا مگر ترجمہ نگار کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ مطبع شمس المطابع کے نسخہ میں جابجا تراجم وحواشی کے آخر میں ''تلمیذ حضرت مصنف محمد شفقت حسینؒ'' اور ''غلام احمد سنبھلی'' درج تھا، راقم نے اس نسخہ کی روشنی میں ایسے سب تراجم وحواشی کے آخر میں محشی ومترجم کا نام ذکر کر دیا ہے۔

☆ چند حواشی وتراجم جو صرف مکتبہ مشرق بریلی اور راز ہر بک ڈپو کراچی کے نسخوں میں مذکور تھے انہیں بھی شامل کتاب کر کے ہر مقام پر نشاندہی کر دی ہے۔

(۲) کتاب میں مذکور آیات واحادیث اور دیگر محولہ عبارات کی تخریج

تخریج میں میرا طریقہ کار یہ رہا ہے کہ

مصنف علیہ الرحمۃ نے اگر کسی عبارت پر ایک سے زائد کتب کا حوالہ دیا ہے تو محولہ تمام کتب سے تخریج کی ہے، ہاں مصنف کے ذکر کردہ حوالہ جات پر اضافہ صرف دو ہی صورتوں میں کیا ہے:

اول: مصنف کے ذکر کردہ الفاظ اگر محولہ کتب کی بجائے کسی اور ماخذ میں ملے تو ضرورتاً اس ماخذ کا حوالہ بھی درج کر دیا ہے۔

دوم: مصنف نے اگر کہیں ثانوی ماخذ کے حوالہ پر اکتفا کیا ہے تو ثانوی ماخذ کے علاوہ اصل مصدر سے بھی تخریج کر دی ہے۔

☆ متعدد حوالہ جات میں پہلا حوالہ اس کتاب کا ہے جس میں مصنف کے ذکر کردہ الفاظ بعینہ موجود ہیں اور اس کے بعد دیگر کتب سے حوالہ جات درج کیے ہیں (اسی لئے بعض مقامات پر ثانوی ماخذ کا حوالہ اصل مصدر پر مقدم ہے۔) نیز محولہ کتاب میں اگر الفاظ کی کچھ کمی بیشی تھی تو تخریج کے بعد اس کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔

☆ تخریج ذکر کرنے میں یہ انداز اپنایا ہے کہ آیات طیبہ کی تخریج میں پارہ نمبر، سورۃ کا نام، ترتیب وضعی کے لحاظ سے سورۃ نمبر اور پھر آیت کا نمبر مذکور ہے۔

احادیث مبارکہ کی تخریج میں سب سے پہلے ماخذ کا نام، پھر عنوانِ کتاب، پھر باب کا بیان، پھر فصل کی وضاحت، پھر رقم الحدیث، پھر جلد و صفحہ نمبر اور پھر محل و سن طباعت درج کیا ہے۔

عباراتِ تفسیر و شرح حدیث کی تخریج کے ضمن میں اُس آیت و حدیث کی تخریج کا بھی اہتمام کیا ہے جس کی تفسیر و تشریح میں یہ عبارت مذکور ہے۔

اس کے علاوہ بھی جس کسی فن کی کتاب سے تخریج کی ہے جلد و صفحہ نمبر درج کرنے کے ساتھ باب و فصل وغیرہ کے ذکر کا بھی اہتمام رکھا ہے تاکہ کسی کے پاس کوئی اور نسخہ ہو تو وہ بھی باب و فصل کی رہنمائی سے اصل حوالہ تک پہنچ سکے۔

☆ حضرت صدر الافاضل نے بغرضِ اختصار بعض روایات کے صرف ترجمہ پر اکتفا فرمایا تھا ان کی تخریج کے ساتھ اصل عبارت بھی درج کردی ہے۔

☆ چار پانچ جزئیات کے سوا حضرت کی مستدل تمام عبارتوں کی تخریج اس ایڈیشن میں شامل ہے (اور جن مصادر تک عدم رسائی کے باعث تخریج نہ ہوسکی حاشیہ میں ان کا نام لکھ کر جگہ چھوڑ دی گئی ہے تاکہ کسی کو حوالہ ملے تو اپنے نسخہ میں بھی نوٹ کرلے اور ہمیں بھی مطلع کرے۔) البتہ حضرت نے بغرض تردید مخالفین کے جو شبہات ان کی کتابوں کے حوالے سے لکھے ہیں ان میں سے بہت کم کی تخریج ہوسکی ہے کیونکہ تلاش بسیار کے باوجود بھی وہ قدیم و نایاب رسالے میسر نہیں آسکے لیکن یہ شبہات چونکہ مخالفین میں زباں زدِ عام ہیں اس لئے ان کی تخریج نہ ہونے میں بھی شاید کچھ مضائقہ نہیں۔

(۳) عربی و فارسی عبارت کا ترجمہ

جن عربی و فارسی عبارتوں کا ترجمہ قدیم اشاعتوں میں شامل نہیں تھا اس ایڈیشن میں ان سب عبارتوں کا ترجمہ بھی کردیا ہے عربی عبارات کا ترجمہ خود راقم الحروف نے کیا ہے جبکہ فارسی عبارتوں کا ترجمہ معروف اردو تراجم سے باحوالہ نقل کردیا ہے، تاہم فارسی کے بعض اشعار اور مثنوی شریف کے منظوم واقعات کا ترجمہ عزیزم مولانا محمد مدثر رضا المدنی نے کیا ہے جن کی نشاندہی ترجمہ کے ساتھ کردی گئی ہے۔[1]

---

[1]…. قدیم نسخوں میں مذکور تراجم و حواشی اور ہمارے ذکر کردہ تراجم و حواشی سب ذیلی حاشیہ میں درج ہیں ان میں فرق یہ ہے کہ قدیم تراجم و حواشی کے آخر میں "۱۲"، "۱۲ منہ" مترجم و محشی کا نام "محمد شفقت حسین"۔۔۔۔

☆ جن آیات کا ترجمہ کتاب میں مذکور نہیں تھا ان کا ترجمہ بالاہتمام سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ترجمہ قرآن کنز الایمان سے نقل کیا گیا ہے۔

(٤) اس اشاعت میں پیرابندی اور سرخیوں کا بھی خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

الکلمۃ العلیا کے قدیم نسخوں کے تعارف میں گزرا کہ مطبع نعیمی مرادآباد، جمال پریس دہلی اور مطبع شمس المطابع مرادآباد کے نسخوں میں بغلی حاشیہ پر فوائدِ مضامین درج ہیں، فی زمانہ یوں فوائد لکھنے کا رواج نہیں اور قدیم کتب کی اشاعت جدید کے وقت بھی ان کو غائب کر دیا جاتا ہے ہم نے ان فوائد کو شامل کتاب کرنے کی یہ صورت نکالی ہے کہ انہی فوائد کو مضامین کتاب کی سرخیاں بنادیا ہے اسی لئے الکلمۃ العلیا کے قدیم نسخوں کے برعکس اس اشاعت میں آپ کو بکثرت سرخیاں نظر آئیں گی لیکن سبھی فوائد کی سرخیاں بنانا ممکن نہیں تھا کہ اس سے مضامین کتاب کی روانی متاثر ہوتی تھی سو ہم نے بہت سے فوائد کی سرخیاں بنا کر بقیہ سب کو "ف" کے عنوان سے حاشیہ میں ذکر کردیا ہے۔

(٥) فہرست مضامین جو پرانے نسخوں میں درج تھی معمولی اضافے کے ساتھ مکمل شامل کرلی ہے۔

(٦) اردو، عربی اور فارسی عبارات کو ایک دوسرے سے نمایاں کرنے کے لئے سب کو جدا جدا فونٹ میں ذکر کیا ہے۔

(٧) آیات کو نمایاں کرنے کے لئے پھولدار بریکٹ ﴿---﴾ احادیث طیبہ کو مکرر ہلالین ((---)) اور دیگر عربی و فارسی عبارات کو انورٹڈ کوموں " " کے مابین لکھا ہے۔

(٨) آخر میں ماخذ و مراجع کی وقیع فہرست بھی درج کردی ہے جس میں فنون و موضوعات کی ترتیب سے اولاً کتاب کا نام پھر صاحب کتاب کا نام ان کا سن وفات اور اس کے بعد محل و وقت طبع درج ہے۔

آخر میں میں بالعموم اپنے تمام کرم فرماؤں اور بالخصوص محمد ابرار احمد عطاری، جناب میثم

---"غلام احمد سنبھلی" وغیرہ یا اس کے علاوہ کوئی نوٹ مندرج ہے جبکہ (مدثر رضا المدنی کے تراجم کے علاوہ) ہمارے ذکر کردہ تراجم و حواشی کے آخر میں ایسا کچھ بھی مذکور نہیں۔

عباس رضوی اور محمد مدثر رضا المدنی کا تہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کار خیر کو میرے لئے سہل بنا دیا نیز جامعہ نظامیہ رضویہ، جامعہ ہجویریہ، جامعہ غوثیہ، پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس، پنجاب پبلک لائبریری اور دیگر متعدد ادارہ جاتی و نجی لائبریریوں کے عملے کا بھی ممنون ہوں کہ ان حضرات کے مخلصانہ تعاون کی بدولت بہت سے مصادر کی دستیابی ممکن ہوئی۔ اللہ تعالی ان سب حضرات کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ آمین۔

مزید اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ لاکھ کوشش کے باوجود بھی انسان کا کیا ہوا ہم ضرور غلطی و کمی بیشی کا احتمال رکھتا ہے میں بھی اس حقیقت کے سامنے اپنی کوتاہیوں سے منزہ نہیں ہوں اس لئے اہل علم سے ملتجی ہوں کہ میری اس کاوش میں کسی بھی طرح کی کوئی لغزش دیکھیں تو تضحیک کی بجائے بغرض اصلاح راقم کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح ہو سکے۔

خیر اندیش

محمد مزمل بن محمد ابراہیم القادری العطاری

۵ ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ / 04 جنوری 2017ء

muzzammilraza12@gmail.com

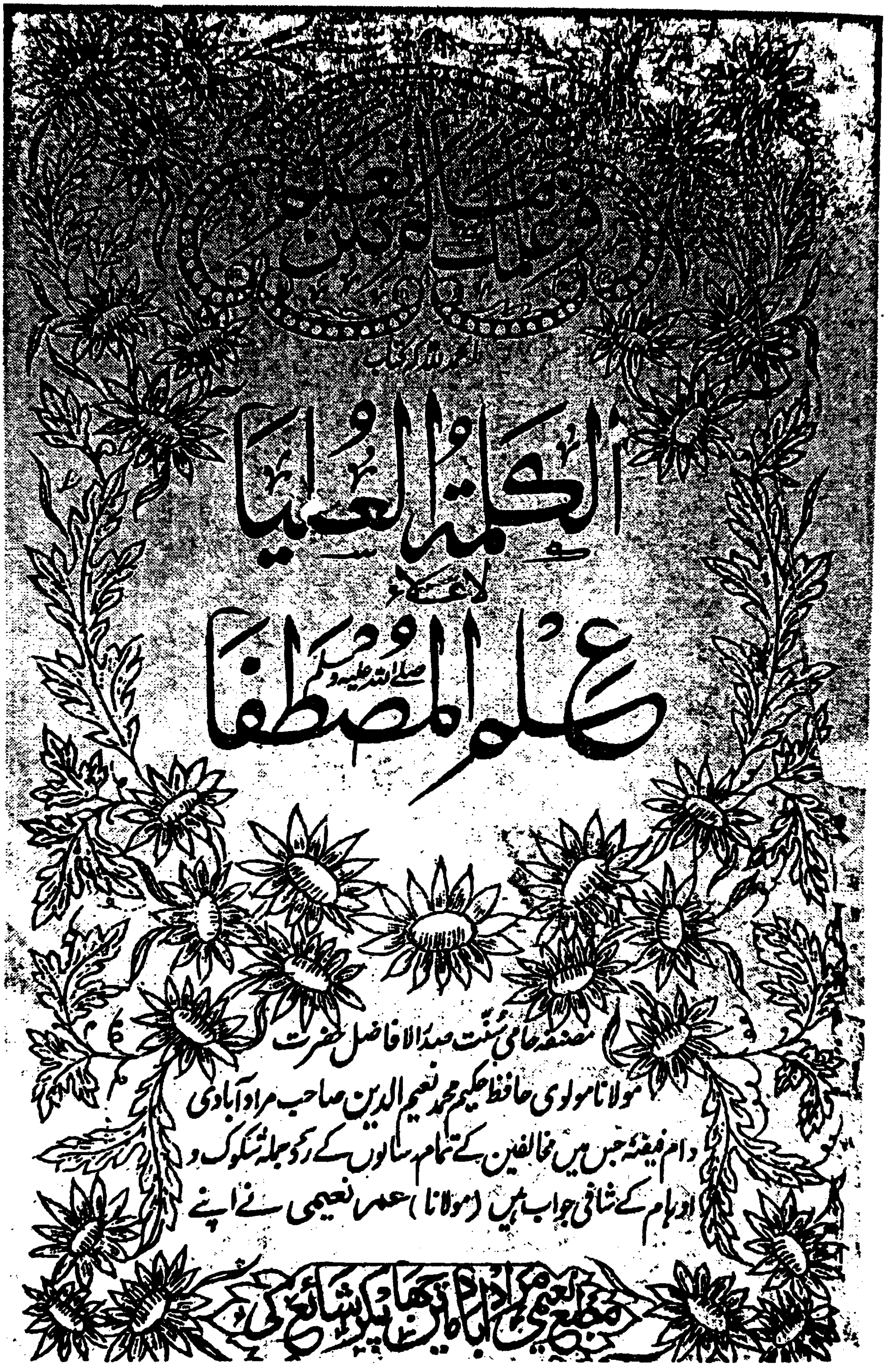

وفوق کل ذی علم علیم

[illegible]

الکلمۃ العلیا

لاعلاء

علم المصطفا صلی اللہ علیہ وسلم

مصنفہ حامیِ سنّت صدر الافاضل حضرت
مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی
دام فیضہٗ جس میں مخالفین کے تمام سوالوں کے رد و جملہ شکوک و
اوہام کے شافی جواب ہیں (مولانا) عمر نعیمی نے اپنے

مطبع نعیمی مرادآباد میں چھپا کر شائع کی

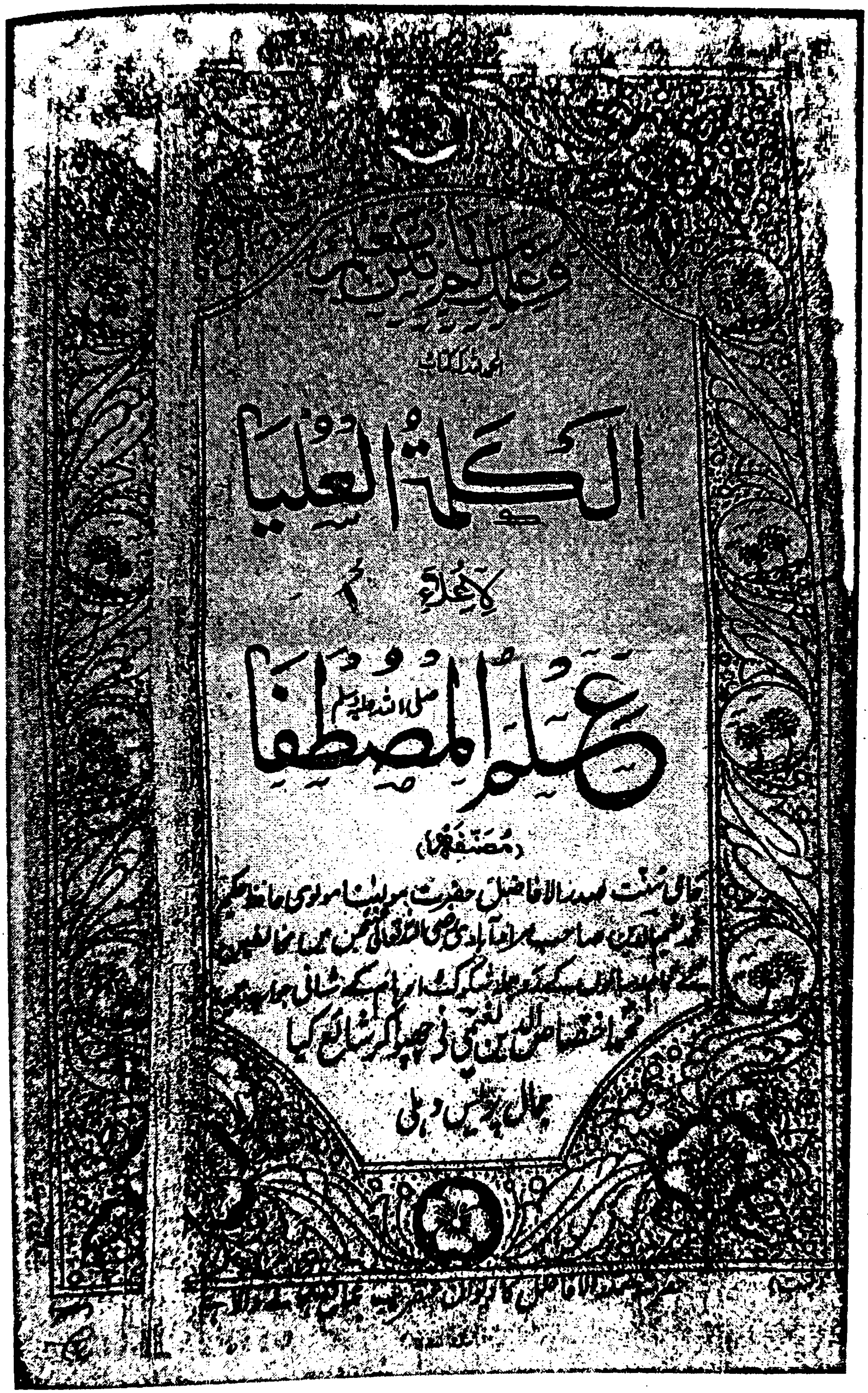

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ

الحمد للہ کتاب

الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(مصنفہٗ)

کمالِ سنت صدر الافاضل حضرت مولینا مولوی حافظ حکیم
سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible]
[illegible]
[illegible] اختصاص الدین نعیمی نے چھپوا کر شائع کیا

جمال پریس دہلی

[illegible]

علم غیب مصطفٰی کے اثبات اور شکوک و شبہات منکرین کے ازالے پر مشتمل نہایت مستند مختصر جامع کتاب

اَلْکَلِمَۃُ الْعُلْیَا
لِاِعْلَاءِ عِلْمِ الْمُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تصنیف لطیف

صدر الافاضل فخر الاماثل

حضرت علامہ مولانا مفتی سید **محمد نعیم الدین** مرادآبادی علیہ الرحمۃ

تحقیق، تخریج، ترجمہ عربی عبارات

مولانا محمد مزمل رضا قادری عطاری

مدرس جامعۃ المدینہ لاہور

والضحٰی پبلی کیشنز

حادیہ حلیمیہ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان
Ph:042-37361363

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

حَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَہُ الْبَیَانَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ لْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ عَلَّمَہٗ عُلُوْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الْعٰلِمِیْنَ بِمَا کَانَ وَمَایَکُوْنُ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اخْتَارَھُمُ اللّٰہُ لِعُلُوْمٍ وَ فُنُوْنٍ اَمَّابَعْدُ[1] بندۂ مسکین اَلْمُعْتَصِمُ بِحَبْلِ اللّٰہِ الْمَتِیْنِ۔[2] محمد نعیم الدین ۔خَصَّہُ اللّٰہُ بِمَزِیْدِالصِّدْقِ وَالْیَقِیْنِ۔[3] بن الفاضل الکامل حضرت مولانا مولوی محمد معین الدین صاحب ۔مَدَّظِلَّہُ الْعَالِیْ۔[4] مراد آبادی ۔صَانَہُمَااللّٰہُ الْہَادِیْ عَنْ کَیْدِ الْاَعَادِیْ۔[5] برادرانِ اسلام کی عالی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آج کل مسئلہ علم نبی کریم۔ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلُ الصَّلاۃِ وَالتَّسْلِیْم۔ علماء میں ایسا زیرِ بحث ہے کہ ہر طرف اُسی کا ذکر سنا جاتا ہے۔ چناں چہ اسی بحث میں جناب مولانا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب رامپوری ۔دَامَ فَیْضُہٗ۔[6] نے جو اجلۂ فضلاے

* * *

[1]... اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحم والا ہے۔
سب خوبیاں اللہ تعالی کے لئے ہیں جس نے انسان کو پیدا کیا اور بیان سکھایا اور درود وسلام ہوں رسولوں کے سردار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جنھیں اللہ تعالی نے اگلوں پچھلوں کا علم عطا فرمایا اور آپ کی آل پر جو ما کان وما یکون (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا) کے عالم ہیں اور آپ کے اصحاب پر جنہیں اللہ تعالی نے علوم وفنون کے لئے منتخب فرمایا۔ حمد اور صلوٰۃ وسلام کے بعد...

[2]... اللہ تعالی کی مضبوط رسی کو تھامنے والا

[3]... اللہ تعالی اسے زیادتی صدق ویقین کے ساتھ خاص فرمائے۔

[4]... اللہ تعالی ان کا سایۂ عالی دراز فرمائے۔

[5]... ہادیٔ برحق ان دونوں کو دشمنوں کے مکر سے محفوظ رکھے۔

[6]... سراج العلما حضرت علامہ مولانا شاہ محمد سلامت اللہ رام پوری رحمۃ اللہ علیہ اعظم گڑھ کے ساکن تھے اپنے آبائی علاقہ میں قرآن کریم حفظ کیا اور پھر تحصیل علم کے لئے رام پور تشریف لے گئے یہاں استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ارشاد حسین صاحب رام پوری علیہ الرحمۃ (متوفی 1311ھ) سے ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کی، انھیں کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ طویل عرصہ شیخ کی صحبت سے فیض اٹھایا اور شیخ کے وصال کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے۔ آپ ایک شیخ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ نامور مدرس، مفسر قرآن اور صاحب قلم عالم دین تھے، حضرت مولانا خواجہ احمد قادری علیہ الرحمۃ کے مدرسہ میں مدرس رہے تلامذہ میں مولانا عماد الدین سنبھلی اور مولانا علیم الدین اسلام آبادی علیہما الرحمۃ شامل ہیں۔ آپ نے بہت سی تصانیف بھی یادگار چھوڑیں، جن کے اسماء درج ذیل ہیں:
(1) اوضح البراهين على عدم جواز الصلوٰة خلف غير المقلدين (2) التحفة المنصفية والهدية الاحمدية فى ---

اہل سنت میں سے ہیں ایک رسالہ مسمّٰی بہ ''اِعْلَامُ الْاَذْکِیَاءْ''[1] تالیف فرمایا جس کی حالت مصنف علام کی جلالت علمی کی شہرت کے باعث محتاج بیان نہیں۔ اس رسالہ میں مولانا صاحب موصوف نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علمِ مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ کا اثبات کیا ہے اور کافی ثبوت دیئے ہیں۔ بایں ہمہ رامپور کے ایک عالم مولوی حافظ واحد نور صاحب نے اس رسالہ کے جواب میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام ''اعلاء کلمة الحق'' ہے۔ حافظ صاحب موصوف نے اس رسالہ میں جناب مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب۔ دَامَ فَیْضُہٗ۔ کی نسبت ایسی ایسی سخت کلامیاں اور زیادہ گوئیاں کیں جو علماء کی شان سے بعید ہیں۔ مسئلہ کے متعلق وہ رکیک ناحق خلافِ صواب تقریریں کیں جو عاقل وفہیم سے غیر متوقع ہیں اس لئے ہیچ میرز نے

---ادلة سماع الموتی وحیاتهم السرمدیة (3)احکام الحجی فی احکام اللحی (4)تحقیق المرام(5)تلخیص الافادات (6)تبشیر الوری بحضور المصطفی(7)عمدةُ الفائحه(8)براهین لائحه ضمیمه عمدة الفائحه(9)احکام الملة الحقیة فی تفسیق قاطع اللحیة(10)حقوق الوالدین والولد (11)اعلام الاذکیاء باثبات علوم الغیب لخاتم الانبیاء... آپ نے ایک تفسیر قرآن بھی ارقام فرمائی تھی جو ہنوز غیر مطبوع ہے اور اس کا قلمی نسخہ الہ آباد شہر میں جامعہ حبیبیہ کے مہتمم مولانا عاشق الرحمٰن کے ذخیرۂ کتب میں محفوظ ہے۔ تعلیم وتدریس اور تحریر وتصنیف کے ساتھ ساتھ آپ عمل وکردار کے بھی دھنی تھے تقوی وپرہیز گاری، زہدوورع، توکل علی اللہ، استقامت فی الدین اور قناعت ایسی صفات میں یادگار اسلاف تھے، نہایت سادہ زندگی بسر کی، غربا سے قریب اور امرا سے بعید رہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری علیہ رحمة اللہ القوی سے آپ کے بڑے گہرے تعلقات تھے ملک العلما مفتی ظفر الدین بہاری علیہ الرحمة لکھتے ہیں: ''علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت اعلیٰ حضرت کی مسرت کی جو حالت ہوتی احاطہ تحریر سے باہر ہے خصوصاً حضرت محدث سورتی مولانا شاہ وصی احمد صاحب پیلی بھیتی، حضرت ابو الوقت شیر بیشۂ سنت مولانا ہدایت الرسول صاحب لکھنوی، حضرت مولانا سراج الدین ابو الذکاء مولانا سلامت اللہ صاحب اعظمی رام پوری... الخ'' (حیات اعلیٰ حضرت، ج1، ص282، مکتبہ نبویہ، لاہور) سیدنا اعلیٰ حضرت اور شاہ سلامت اللہ صاحب نے ایک دوسرے کی کتب پر تقاریظ اور فتاوی پر تصدیقات بھی ثبت فرمائیں ہیں۔ آپ کا وصال 8 جمادی الاولی 1338ھ کو رام پور میں ہوا اور اپنے استاذ ومرشد گرامی حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد حسین رام پوری علیہ الرحمة کی درگاہ میں دفن ہوئے۔ (ماخوذ از: پیش گفتار ومقدمہ اعلام الاذکیاء ص18 و34 تا37، مطبوعہ انجمن ضیائے طیبہ، و☆ تقاریظ امام احمد رضا، ص86، اکبر بک سیلرز، لاہور)

[1]... اِعْلَامُ الْاَذْکِیَاءْ بِاِثْبَاتِ عُلُوْمِ الْغَیْبِ لِخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءْ [خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کے اثبات میں اہل علم وذکا کی تنبیہ]

یہ رسالہ دراصل علمائے دیوبند کی بعض گستاخانہ عبارات سے متعلق ایک استفتاء کا جواب ہے جو حضرت نے اپنے شاگرد جناب مولوی عماد الدین سنبھلی کی فرمائش پر تحریر فرمایا تھا، 1320ھ/1902ء کو حافظ محمد---

باستدعائے احباب بالخصوص میاں محمد اشرف صاحب شاذلی[1] کے اصرار سے حافظ صاحب مذکور کے رسالہ کا جواب لکھا اور اس کا نام ”اَلْكَلِمَةُ الْعُلْيَا لِاَعْلَاءِ عِلْمِ الْمُصْطَفَا“ رکھا۔ اگرچہ حافظ صاحب نے اپنے رسالہ میں بہت سخت کلامیاں کی تھیں مگر میں نے اُن کے جواب میں کوئی سخت کلامی نہ کی اور اُس کام کو اُنہی کی ہمت اور حوصلہ پر چھوڑا۔[2] کیونکہ زبان درازی عجز کی نشانی ہے۔ حافظ صاحب اور اُن کے ہم مذہبوں کے رسالے اکثر بدزبانیوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ غالبًا یہ حضرات فرصت کے اوقات اسی کام کی مہارت حاصل کرنے میں صرف کرتے رہتے ہیں جس طرح میں نے حافظ صاحب موصوف کے ساتھ کوئی سخت کلامی نہیں کی اسی طرح اُن کی سخت کلامی زیادہ گوئی فضول بات کے جواب کی طرف بھی رُخ نہیں کیا۔ البتہ مسئلہ کے متعلق علمی بحثیں کیں اور حافظ صاحب موصوف کے شبہات کو دفع کیا۔ اعتراضوں کے جواب دیئے اور جوابات میں تحقیق کو مدِ نظر رکھا۔ ناانصافی اور تعصب کو پاس نہ آنے دیا۔ حتی الوسع یہ کوشش بھی کی کہ مخالفین کے رسالے جمع ہوں چناں چہ مسطورۂ ذیل رسالے دستیاب ہوئے۔

۔۔۔احمد علی خان شوق کے اہتمام سے پہلی بار ”مطبع احمدی کوچۂ لنگر خانہ ریاست رامپور، ہند“ سے شائع ہوا، بڑے سائز کے 32 صفحات پر مشتمل اس اشاعت میں اعلی حضرت علیہ الرحمۃ سمیت 16 علمائے کرام کی تقاریظ بھی شامل تھیں اور حاشیہ پر مصنف علام کے شاگرد رشید مولوی محمد علیم الدین اسلام آبادی نے رسالے میں وارد آیات قرآنیہ اور دیگر عربی عبارات کے تراجم بھی تحریر فرمائے تھے۔ اس اولین اشاعت کے بعد طویل عرصہ تک یہ رسالہ منتظر طباعت رہا، بالآخر مفتی محمد اکرام المحسن فیضی صاحب نے فارسی عبارات کا ترجمہ اور محولہ عبارات کی تخریج کی خدمت سرانجام دی اور فروری 2013ء میں ادارہ ”انجمن ضیائے طیبہ“ (کراچی) نے اس کی خوبصورت و دیدہ زیب اشاعت کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالی ان سب حضرات کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔

[1]....میاں محمد اشرف صاحب شاذلی سیدی اعلی حضرت قدس سرہ کے بڑے عقیدت مند تھے اور حضرت صدر الافاضل سے غایت محبت و شفقت فرماتے تھے۔ جب ”الکلمة العلیا“ مکمل ہوئی اور موصوف نے اس کتاب کو سنا تو بے حد خوش ہوئے اور انعام کے طریقہ پر اپنے ہاتھ سے بنا کر ایک پاندان اور دو اُگالدان خورد و کلاں حضرت صدر الافاضل کو عطا فرمائے۔ مولانا غلام معین الدین نعیمی نے ان کے بارے لکھا ہے کہ ”یہ بزرگ اَن پڑھ تھے لیکن مذہبی تبلیغ میں گنجینۂ معلومات تھے۔“ (حیات صدر الافاضل، ص46، فرید بک سٹال، لاہور) اور بقول تاج العلما مفتی محمد عمر نعیمی ”حاجی صاحب کو ان کے پیر کی دعا سے ایسی قوت حافظہ حاصل تھی کہ وہابیہ اور اہلسنت کی تمام کتابیں حفظ تھیں بے پڑھے لکھے آدمی تھے مگر مناظروں میں حاضر ہوتے، مناظر کو بتاتے رہتے کہ فلاں مضمون فلاں کتاب کے فلاں صفحہ پر ہے وہ صفحات نکالتے تو مضمون موجود ہوتا، اسی طرح تمام کتب مناظرہ انھیں ازبر تھیں، بڑے مقدس بزرگ تھے۔“ (حیات صدر الافاضل، ص26، فرید بک سٹال، لاہور)

[2]....اُس کام کو اُنہی کو ہمت اور حوصلہ پر چھوڑا۔ (م، ص2)

سب پر نظر ڈالی مگر تقریباً سب کی تقریریں ملتی جلتی ہیں۔ شاذ و نادر کسی میں کوئی بات کم و بیش ہو۔[1] تاہم میں نے اس رسالے میں سب کے جواب دیئے۔ اللہ جَلَّ شَانُہٗ اِس کو میرے لئے کفّارۂ سیئات فرمائے۔ ناظرین سے دعائے خیرِ خاتمہ مسئول اور نظرِ انصاف مامول ہے۔"

مخالفین کے وہ رسالے اور فتوے جن کا ہم نے بعونہٖ تعالیٰ جواب لکھا ہے، یہ ہیں۔

(۱) تقویۃ الایمان [از اسماعیل دہلوی] (۲) نصیحۃ المسلمین [از مولوی خرم علی بلہوری]

(۳) مسئلہ علم غیب از مولوی محمد یحییٰ مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی

(٤) غیبی رسالہ [از مولوی عبدالعزیز] (۵) فتوی مولوی غلام محمد راندیری

(٦) فتوی علمائے دیوبند وغیرہ (۷) مجموعہ فتاوی مطبع صدیقی لاہور

(۸) کشف الغطاء عن ازالۃ الخفا مؤلفہ مولوی محمد سعید بنارسی

(۹) سھم الغیب فی کبد اھل الریب مؤلفہ مولوی عبدالحمید بریلوی

(۱۰) ردالسیف علی من سلہ بالحیف[2] [مؤلفہ مولوی عبدالکریم کوچینی]

(۱۱) تنزیہ التوحید مؤلفہ مولوی محمد غلام نبوی

(۱۲) براھین قاطعہ [از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی]

(۱۳) حفظ الایمان مؤلفہ مولوی اشرف علی تھانوی

(۱٤) تحقیق حق تقریر مولوی محمد ادریس صاحب

(۱۵) علم غیب کا فیصلہ مطبوعہ مطبع اہل حدیث، امرتسر

(۱٦) اھل حدیث کا مذہب مصنفہ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری

(۱۷) اعلاء کلمۃ الحق [از: مولوی حافظ واحد نور رامپوری][3]

قبل اس کے کہ مخالفین کی تحریروں کے جواب میں قلم اُٹھایا جائے مناسب معلوم ہوتا

---

[1]....نادر کسی میں کوئی بات کم و بیش ہو۔ (د، ص 2)

[2]....ردالسیف علی سلہ بالحیف (د، ص 2)

[3]....رسائل کے ساتھ بریکٹس میں لکھے ہوئے نام الکلمۃ العلیا کے نسخوں میں درج نہیں تھے، یہ اضافہ راقم کی طرف سے ہے۔

ہے کہ مسئلہ کو مختصر طور پر لکھ دیا جائے۔

تقریر مسئلہ

حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم نور مجسم سیدنا ومولانا محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو جمیع اشیاء جملہ کائنات یعنی تمام ممکنات حاضرہ وغائبہ کا علم عطا فرمایا۔ بدءُ الخلق یعنی ابتدائے آفرینش سے دخول جنت ودوزخ تک سب مثل کفِ دست ظاہر کردکھایا۔

ف— خود ارشاد فرمایا ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾[1] اس آیت شریفہ سے صاف ظاہر ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے سرورِ کائنات کو قرآن کی تعلیم فرمائی اور قرآن شریف میں تمام اشیاء کا بیان ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ﴾[2] پس جب کلام پاک ہر چیز کا بیان اور سرور اکرم اُس کے عالم تو بے شبہ سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ اشیاء کے عالم ہوئے۔ ”حَكٰی ابْنُ سُرَاقَةَ فِی كِتَابِ الْاِعْجَازِ عَنْ اَبِی بَكْرِ بْنِ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ قَالَ یَوْمًا مَا مِنْ شَیْءٍ فِی الْعَالَمِ اِلَّا وَهُوَ فِی كِتَابِ اللّٰهِ فَقِیلَ لَهٗ فَاَیْنَ ذِكْرُ الْخَانَاتِ؟ فَقَالَ فِی قَوْلِهٖ ﴿لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوا بُیُوتًا غَیْرَ مَسْكُونَةٍ فِیهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ﴾ فَهِیَ الْخَانَاتُ“ (اتقان، صفحہ ۳۶۸)[3] ابن سراقہ نے کتاب الاعجاز میں ابوبکر بن مجاہد سے حکایت کی انھوں نے ایک روز یہ کہا کہ کوئی چیز جہاں میں ایسی نہیں جس کا ذکر کلام اللہ شریف میں نہ ہو[4] کسی نے کہا کہ سراؤں کا ذکر کب ہے فرمایا کہ اس آیت میں ﴿لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوا﴾ الآیۃ[5]

---

[1]....القرآن الکریم، پارہ 27، سورۃ الرحمٰن (55)، آیت 1,2
ترجمۂ کنز الایمان: رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

[2].... القرآن الکریم، پارہ 14، سورۃ النحل (16)، آیت 89
ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

[3]....الاتقان فی علوم القرآن، النوع الخامس والستون: فی العلوم المستنبطة من القرآن، الجزء 4، صفحہ 30، الھیئة المصریة العامة للکتاب، الطبعة : 1394 ھ/ 1974 م [وفیه: فاین ذکر الخانات فیه؟]

[4].... کوئی چیز جہاں میں نہیں جس کا ذکر کلام اللہ شریف میں نہ ہو۔ (د، ص 3)

[5]....القرآن الکریم، پارہ 18، سورۃ النور (24)، آیت 29
ترجمۂ کنز الایمان: اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

ف— حضور کے لئے جمیع اشیاء کے علم کا اثبات قرآن پاک سے

اب ثابت ہوا کہ تمام اشیاء کا ذکر قرآن پاک میں ہے اور حضرت اُس کے عالم تو تمام اشیاء کے عالم ہوئے۔ قولہ تعالیٰ ﴿خَلَقَ الْاِنْسانَ عَلَّمَهُ الْبَيَان﴾[1] (وَفِي مَعَالِمِ التَّنْزِيلِ) "وَقَالَ ابْنُ كِيسَانَ: (خَلَقَ الْاِنْسَانَ) يَعْنِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (عَلَّمَهُ الْبَيَانَ) يَعْنِي بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُونُ"[2] (وَفِي التَّفْسِيرِ الْحُسَيْنِي) "یا بوجود آورد محمد را وبیا موزاپند وے را بیان آنچہ بود وہست و باشد۔"[3] آیت شریفہ کا مطلب ان دونوں تفسیروں کی بموجب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے علوم ما کان وما یکون سے سرفراز وممتاز فرمایا۔ یعنی گذشتہ وآئندہ اور یہ واضح رہے کہ حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے نہ ہم جمیع غیوب غیر متناہیہ کا علم ثابت کرتے ہیں نہ جملہ معلومات الٰہیہ کا، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں، ذرّہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں۔ کہاں خالق اور کہاں مخلوق مماثلت و مساوات کا تو ذکر ہی کیا۔ علم الٰہی کے حضور تمام مخلوق کے علوم اقل قلیل ہیں، کوئی ہستی نہیں رکھتے۔ لیکن بایں ہمہ عطائے الٰہی سے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو جمیع کائنات تمام ما کان وما یکون کے علوم حاصل ہیں۔ الحمد للہ ہم نہ مماثلت و مساوات کے قائل نہ عطائے الٰہی اور فضائل احمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منکر۔ مخالفین کا الزام مماثلت و مساوات ہم پر افترا ہے۔ حیرت یہ ہے کہ کذب جیسے قبیح عیب پر تو حضرت حق جل وعلا کی قدرت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کے

---

[1]....القرآن الکریم، پارہ 27، سورۃ الرحمن (55)، آیت 3,4

[2]....معالم التنزیل (تفسیر بغوی)، پارہ 27، سورۃ الرحمن (55)، تحت الآیۃ ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ [آیت 3,4]، الجزء 4، صفحہ 331، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الأولی: 1420ھ

ترجمہ: تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ ابن کیسان نے فرمایا: ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تخلیق فرمایا اور ﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ کو ما کان وما یکون (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا) کا بیان تعلیم فرمایا۔

[3]....قرآن مجید مترجم (فارسی) مع تفسیر حسینی، پارہ 27، سورۃ الرحمن (55)، تحت الآیۃ ﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ [آیت 4]، صفحہ 852، مطبع محمدی، بمبئی، ہند، طبع 1312ھ

ترجمہ: یا (آیت کا مطلب یہ ہے کہ) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کیا اور جو کچھ تھا اور ہے اور ہوگا سب ان کو تعلیم کر دیا۔ (آگے فرمایا: "چنانچہ "علمت علم الاولین والآخرین" کا مضمون اس کی خبر دیتا ہے۔")

(تفسیر قادری ترجمہ اردو تفسیر حسینی، پارہ 27، سورۃ الرحمن (55)، تحت الآیۃ ﴿علمہ البیان﴾ [آیت 4]، الجزء 2، صفحہ 490، مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، بار دہم 1347ھ 1928ء)

زور لگائیں اور ناکام کوششیں کی جائیں اور حضور کو جمیع اشیاء کا علم عطا فرمانے سے خداوند عالم کو عاجز سمجھا جائے۔ تعجب، اللہ سبحانہ ہمارے بنی نوع کو ہدایت فرمائے۔"

تقویۃ الایمان کے لغویات کا ردّ

سر آمد مخالفین نے کس دلیری سے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی نسبت[1] یہ بیہودہ کلمات لکھ ڈالے۔ "نزدیک دور کی خبر رکھنی اللہ ہی کی شان ہے۔"[2] خداوند عالم کی جناب میں نزدیک اور دور کا لفظ لکھتے شرم نہ آئی۔ افسوس۔ اس سے بڑھ کر اور ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں کہ "غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے دریافت کر لیجئے۔ یہ اللہ ہی کی شان ہے۔" (تقویۃ الایمان ص۲۰)[3] ان سادہ لوحوں کے خیال میں ہر چیز کا علم ہر وقت اللہ جل شانہ کو بھی حاصل نہیں بلکہ جب چاہتا ہے کسی چیز کا علم دریافت کر لیتا ہے۔ معاذاللہ العلی العظیم۔ علم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی نسبت جو بیہودہ کلمات بعضے کوتاہ اندیش لوگوں نے لکھے ہیں[4] اُن کی نقل کرتے ہوئے طبیعت پریشان ہوتی ہے۔ اس لئے میں اللہ جل شانہ سے یہ دعا کر کے (کہ الٰہی اپنے بندوں کو ہدایت فرما) اپنے مدعا کی طرف آتا ہوں۔ حضرت سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم[5] کو اللہ جل شانہٗ نے جمیع اشیاء یعنی تمام ممکنات ماوجد ویوجد [جو موجود ہیں اور جو آئندہ وجود میں آئیں گے] کا علم مرحمت فرمایا۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیتوں اور حدیثوں سے یہ امر ثابت ہو گیا۔ مگر مزید اطمینان کے لئے کسی قدر اور

---

[1]....سر آمد مخالفین نے کس دلیری سے حق سبحانہ تعالیٰ کی نسبت (د، ص4)

[2]....تقویۃ الایمان (مجموعہ تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان ونصیحۃ المسلمین)، باب پہلا: توحید وشرک کے بیان میں، صفحہ 22 میر محمد کتب خانہ، کراچی ☆ صفحہ 20، مکتبۃ السلام، وسن پورہ، لاہور ☆ صفحہ 22، دار الکتب السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور
نوٹ: تقویۃ الایمان کے مذکورہ نسخوں میں عبارت یوں ہے:
"اور ہر چیز کی خبر ہر وقت برابر رکھنی، دور ہو یا نزدیک ہو، چھپی ہو یا کھلی، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہہ میں یہ اللہ ہی کی شان ہے اور کسی کی یہ شان نہیں۔"

[3]....تقویۃ الایمان (مجموعہ تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان ونصیحۃ المسلمین)، الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم، صفحہ 29، میر محمد کتب خانہ، کراچی ☆ صفحہ 34، مکتبۃ السلام، وسن پورہ، لاہور ☆ صفحہ 39,40، دار الکتب السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور

[4]....جو بیہودہ کلمات بعض کوتاہ اندیش لوگوں نے لکھے ہیں (د، ص4)

[5]....حضرت سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم (د، ص4)

بھی تحریر میں لایا جاتا ہے یہ تو خوب واضح رہے کہ قرآن شریف اور احادیث رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس مسئلہ کے ثبوت میں اتنی کثیر موجود ہیں کہ اُن سب کا اس مختصر میں نقل کر دینا ممکن نہیں، اب جو یہاں نقل کیا جاتا ہے وہ "مشتے نمونہ از خروارے" ہے۔[1]

مسئلہ کا ثبوت آیتوں سے

اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾[2] اے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اللہ جل شانہ نے تمہیں تعلیم فرمایا جو جو کچھ تم نہیں جانتے تھے۔

آیت (۱) ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾[3] اور اللہ جل شانہ یوں نہیں کہ تم کو مطلع کر دے غیب پر اور لیکن اللہ جل شانہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔ پس ایمان لاؤ تم اللہ اور اُس کے رسولوں پر اور اگر ایمان پر رہو تم اور پرہیزگاری پر تو تم کو بڑا ثواب ہے۔ "اَلْفُتُوْحَاتُ الْاِلٰهِيَّةُ بِتَوْضِيْحِ تَفْسِيْرِ الْجَلَالَيْنِ لِلدَّقَائِقِ الْحَنَفِيَّةِ الْمَعْرُوْفِ بِالْجُمَلِ" مطبوعہ مطبع مرتضوی، جلد اوّل، ص ۴۰۸ میں ہے۔ "وَالْمَعْنٰى وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ اَنْ يَّصْطَفِىَ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَيُطْلِعُهٗ عَلَى الْغَيْبِ"[4] اور معنی یہ ہیں لیکن اللہ جل شانہ چھانٹ لیتا ہے۔ یعنی برگزیدہ کرتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پس مطلع کرتا ہے اُس کو غیب پر۔

آیت (۲) ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾[5] اللہ جل جلالہ عالم الغیب ہے پس کسی کو اپنے غیب پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس کو کہ مرتضی کر لے رسولوں میں سے۔ اہل تدقیق فرماتے ہیں کہ "لَا يُظْهِرُ غَيْبَهٗ عَلٰى اَحَدٍ"[6] نہ فرمایا

---

[1].... اس مختصر کتاب میں نقل کر دینا ممکن نہیں۔ اب جو یہاں نقل کیا جاتا ہے وہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ (د، ص 4)

[2].... القرآن الکریم، پارہ 5، سورۃ النساء (4)، آیت 110

[3].... القرآن الکریم، پارہ 4، سورۃ آل عمران (3)، آیت 179

[4].... الفتوحات الالٰہیۃ بتوضیح تفسیر الجلالین للدقائق الحنفیۃ (حاشیۃ الجمل علی الجلالین)، پارہ 4، سورۃ آل عمران (3)، تحت الآیۃ ﴿وما کان اللّٰہ لیطلعکم...﴾ [آیت 179]، الجزء 1، صفحہ 340، قدیمی کتب خانہ، کراچی

[5].... القرآن الکریم، پارہ 29، سورۃ الجن (72)، آیت 26,27

[5].... اہل تدقیق فرماتے ہیں کہ "لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ عَلٰی اَحَدٍ" (د، ص 5)

کہ اللہ تعالیٰ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا۔ کیونکہ اظہارِ غیب تو اولیائے کرام قدست اسرارہم پر بھی ہوتا ہے اور بذریعہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم پر بھی ہوتا ہے۔ بلکہ یہ فرمایا ﴿لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا﴾[1] اپنے غیب خاص پر کسی کو ظاہر و غالب و مسلط نہیں فرماتا مگر رسولوں کو۔ ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے اور یہ کیسا مرتبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے لئے قرآن عظیم سے ثابت ہوا۔

تفسیر روح البیان جلد رابع، ص ۴۹۶ میں اسی آیت کی تفسیر میں ہے "قَالَ ابْنُ الشَّیْخِ اِنَّهٗ تَعَالٰی لَا یُطْلِعُ عَلَی الْغَیْبِ الَّذِیْ یَخْتَصُّ بِهٖ عِلْمُهٗ اِلَّا الْمُرْتَضٰی الَّذِیْ یَکُوْنُ رَسُوْلًا وَمَا لَا یَخْتَصُّ بِهٖ[2] یُطْلِعُ عَلَیْهِ غَیْرَ الرَّسُوْلِ"[3] یعنی ابن شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر جو اُس کے ساتھ مختص ہے رسول مرتضیٰ کے سوا کسی کو مطلع نہیں فرماتا اور جو غیب کہ اُس کے ساتھ خاص نہیں اُس پر غیر رسول کو بھی مطلع فرماتا ہے۔

آیت (۳) ﴿وَ مَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ﴾[4] یعنی نہیں وہ غیب پر بخیل۔ "ھو" کا مرجع یا اللہ جل شانہ ہے یا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم یا قرآن شریف، ہر صورت میں ہمارا مدعا حاصل ہے۔ کما سیأتی [جیسا کہ اس کا بیان آئے گا۔]

یہاں صرف اسی قدر آیات پر اکتفا کرتا ہوں اور اب احادیث شریفہ کا جلوہ دکھاتا ہوں۔

مسئلہ کا ثبوت احادیث سے

حدیث (۱) وَعَن عمر قَالَ: ((قَامَ فِینَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِیَهٗ مَنْ نسیه)) رَوَاهُ الْبُخَارِیّ (از مشکوٰۃ شریف، صفحہ

---

[1] ....القرآن الکریم ، پارہ29، سورۃ الجن(72)، آیت26,27

[2] ....وَمَا یَخْتَصُّ بِهٖ(د، ص5)

[3] ....روح البیان ، پارہ29، سورۃ الجن(72)، تحت الآیۃ ﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ ---الخ﴾ [آیت26,27]، الجزء26، صفحہ573، دار الفکر -بیروت

[4] ....القرآن الکریم ، پارہ30، سورۃ التکویر(81)، آیت24

۵۰۶، سطر ۶، مطبوعہ مجتبائی)[1] حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کی خبر دی یاد رکھا اس کو، جس نے یاد رکھا اس کو، [2] اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔

حدیث (۲) عَن عَمْرو بن أخطب الْأنْصَارِيّ قَالَ: ((صَلّٰى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الْفجر وَصعِدَ عَلَى الْمِنبَرِ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صعِد الْمِنبَر فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنبَرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَأَخبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ فَأَعْلَمُنَا أحفظنا)) رَوَاهُ مُسلم (از مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۵۴۳، سطر ۱۰، باب المعجزات)[3]

روایت ہے عمرو بن اخطب انصاری سے کہا نماز پڑھائی ہم کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز فجر کی اور چڑھے منبر پر پس خطبہ فرمایا ہمارے لئے یا وعظ فرمایا یہاں تک کہ آ گیا وقت ظہر کی نماز کا پھر اُترے اور نماز پڑھی ظہر کی پھر چڑھے منبر پر اور خطبہ فرمایا ہمارے لئے یہاں تک کہ آ گیا وقت عصر کی نماز کا پھر اُترے اور نماز پڑھی عصر کی پھر چڑھے منبر پر اور خطبہ فرمایا ہمارے لئے یہاں تک کہ غروب ہوا آفتاب یعنی پس تمام روز خطبہ ہی میں گذرا۔ پس خبر دی ہم کو ساتھ اُس چیز کے کہ ہونے والی ہے قیامت تک یعنی وقائع اور حوادث اور عجائب و غرائب قیامت تک

---

[1]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الفتن، باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء علیهم الصلاۃ و السلام، الفصل الاول، رقم الحدیث 5452، صفحه 516، مکتبه رحمانیه، لاهور، الطبعة: 2005م

الصحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول الله تعالی: (وَهُوَ الَّذِی يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ)، رقم الحدیث 3192، صفحه 783، دار الفکر للنشر و التوزیع، بیروت، الطبعة: 1425,1426هـ/2005م

[2].... یہ عبارت دونوں نسخوں (مراد آباد و دہلی) میں یوں تھی: "اور کہا اس کو، جس نے یاد رکھا اس کو" ہم نے تصحیح کر دی ہے۔

[3]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الفتن، باب فی المعجزات، الفصل الثالث، رقم الحدیث 5681، صفحه 552، مکتبه رحمانیه، لاهور، الطبعة: 2005م

الصحیح المُسلم، کتاب الفتن و اشراط الساعة، باب اخبار النبی صلی الله علیه وسلم فیما یکون الی قیام الساعة، الرقم المسلسل 7161، صفحه 1415، دار الفکر للنشر و التوزیع، بیروت، الطبعة: 1424هـ/2004م

کے مجمل یا مفصل بیان فرمائے پس اس میں بہت سے معجزے ہوئے کہا عمرو نے پس داناترین ہمارا یعنی اب، بہت یاد رکھنے والا ہمارا ہے۔ یعنی اُس دن کو **ذکرہ الطیبی**[1] اور کہا سید جمال الدین نے اولیٰ یہ ہے کہ کہا جاوے بہت یاد رکھنے والا ہمارا اب اُس قصہ کو داناترین ہمارا ہے یعنی اب، نقل کی یہ مسلم نے (از مظاہر الحق مطبوعہ مطبع نولکشور ربع چہارم صـ ۶۱۳)[2]

مولوی محمد سعید صاحب بنارسی کی لیاقت و دیانت

مولوی محمد سعید صاحب بنارسی کشف الغطا عن ازالۃ الخفا ص ۲۸ میں لکھتے ہیں:

"حضرت مؤلف مجہول کی ذرا استعداد علمی کا ناظرین ملاحظہ فرمائیں **احفظنا اعلمنا** کا ترجمہ آپ نے بڑے حافظہ والا کیا ہے پس ایسی سمجھ اور اسی استعداد پر اہل حق کا مقابلہ میاں استعداد علمی نہ تھی تو مظاہر الحق دیکھ لیا ہوتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یاد کرا دیا اور بتا دیا کہو کچھ تو شاگردی کا احسان مانوگے۔ انتہیٰ بلفظہ"۔[3]

ع چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد[4]

مولوی محمد سعید صاحب بنارسی کا جوش اور زبان درازی تو انہی چند الفاظ سے ظاہر ہے مگر یہ دیکھنا ہے کہ یہ جوش اور اُستادی کا دعویٰ اور صاحب ازالۃ الخفا کے ترجمہ کی تغلیط کہاں تک صحیح ہے۔ اوّل تو یہ قابل ملاحظہ صاحبان عقل ہے۔ مولوی بنارسی نے "**أَحْفَظُنَا أَعْلَمُنَا**" کا ترجمہ جو بحوالہ مظاہر الحق ان الفاظ میں کیا ہے کہ (حضرت نے ہم کو یاد کرا دیا اور بتا دیا) مظاہر

---

[1]....الکاشف عن حقائق السنن (شرح الطیبی)، کتاب الفضائل والشمائل، باب فی المعجزات، الفصل الثالث، تحت رقم الحدیث 5936، الجزء 11، صفحہ 161، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی، الطبعۃ الأولی: 1413ھ [ولفظ الطیبی: "قولہ ((فاعلمنا)) ای احفظنا، ای اعلمنا الآن احفظنا یومئذ"]

[2]....ترجمۂ مشکوٰۃ شریف موسوم بہ مظاہرحق، کتاب الفضائل والشمائل، باب فی المعجزات، الفصل الثالث، تحت حدیث عَن عَمرو بن أخطَب الْأَنصَارِيّ قَالَ: (صَلَّى بِنا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الْفَجر....)، تتمۂ جلد چہارم مع اسماء الرجال، صفحہ 43، سطر 15 تا 21، مطبع منشی نو لکشور، لکھنو، بار پنجم

[3]....کشف الغطا عن ازالۃ الخفا، صفحہ 28

[4]....ترجمہ: چور کتنا دلیر ہے کہ چراغ ہاتھ میں لئے ہوئے ہے۔ (مکتبۂ شرق، بریلی، ص 7)

نوٹ: یہ ترجمہ نسخۂ مذکورہ کے متن میں بالائین (۔۔۔) کے مابین درج تھا۔

الحق میں کہیں بھی اس کا کچھ پتا و نشان ہے یا نہیں۔[1] میں نے مظاہر الحق کی عبارت جو اسی حدیث کا ترجمہ ہے بحوالہ صفحہ نقل کی آپ ملاحظہ فرمایئے اس میں وہی ترجمہ ہے جو صاحب ازالۃ الخفا نے کیا تھا اور جس پر بنارسی صاحب نے اعتراض کیا۔ بنارسی صاحب نے جو ترجمہ کیا مظاہر الحق میں اُس کا پتہ تک نہیں۔

ثانیاً بنارسی صاحب نے صرف اپنی زبان کے زور سے ترجمہ مذکورہ غلط بتا دیا کوئی وجہ غلطی کی نہ تھی۔ نہایت عجب تو یہ ہے کہ خود ہی مظاہر الحق کا حوالہ دیا اور مظاہر میں اُس کے برعکس موجود۔ بنارسی صاحب کا ترجمہ جو انھوں نے اپنے دل سے گھڑا غلط ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔ ''فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا يَوْمَئِذٍ لِتِلْكَ الْأَخْبَارِ لِاشْتِمَالِهَا عَلٰى عُلُوْمٍ وَ حُجَّةٍ۔'' [2]

مخالفین کے ''اہل حق'' کے کرشمے

آپ نے اپنے فرقہ کو اہل حق کہا اور یہ دیانت کہ فضول مظاہر کا نام بدنام کیا۔ کیا اہل حق کے یہی فعل ہوتے ہیں؟ کیوں جناب اسی لیاقت و دیانت پر اُستاد بننے اور رسالے لکھنے کا شوق ہے؟ یہ صاحب فریق مخالف کے محدث سمجھے جاتے ہیں یہاں سے مخالفین کے عالموں اور محدثوں کی خوش لیاقتیاں اندازہ کی جا سکتی ہیں۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ اب مظاہر الحق کا یہ وہابیت سوز فقرہ کہ ''پس خبر دی ہم کو ساتھ اُس چیز کے کہ وہ ہونیوالی ہے قیامت تک یعنی وقائع اور حوادث اور عجائب و غرائب قیامت تک کے۔''[3] ملاحظہ فرمانے کے قابل اور یاد رکھنے کے لائق ہے۔

---

[1]....اس کا پتا و نشان ہے یا نہیں۔ (د، ص 7)

[2]....لمعات بحوالہ حاشیہ مشکوٰۃ، کتاب الفضائل و الشمائل، باب فی المعجزات، الفصل الثالث، حاشیۃ 5، صفحہ 543، قدیمی کتب خانہ، کراچی
ترجمہ: جس نے اس روز ان خبروں کو زیادہ یاد رکھا وہ ہم میں زیادہ علم والا ہے کیونکہ وہ خبریں بہت سے علوم اور حجتوں پر مشتمل تھیں۔

[3]....ترجمۂ مشکوٰۃ شریف موسوم بہ مظاہر حق، کتاب الفضائل و الشمائل، باب فی المعجزات، الفصل الثالث، تحت حدیث عن عمرو بن أخطب الانصاری قال: (صَلّٰی بنا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الْفَجْرَ....)، تتمۂ جلد چہارم مع اسماء الرجال، صفحہ 43، مطبع منشی نو لکشور لکھنو، بار پنجم

حدیث(۳)عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ:((قَامَ فِینَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَیْئًا یَكُونُ فِی مقامه ذٰلِكَ إِلَی قِیَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِیَهُ مَنْ نَسِیَهُ قَدْ عَلِمَهُ أَصْحَابِی هٰؤُلَاءِ وَإِنَّهُ لَیَكُونُ مِنْهُ الشَّیْءُ قَدْ نَسِیتُهُ فَأَرَاهُ فَأَذْكُرُهُ كَمَا یَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ إِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ إِذَا رَآهُ عَرِفَهُ))مُتَّفَق عَلَیْهِ (ازمشکوۃ شریف، ص۴۶۱، سطر۸، کتاب الفتن، فصل اوّل)[1]

روایت ہے حذیفہ سے کہ کہا کھڑے ہوئے ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کھڑے ہونا یعنی خطبہ پڑھا اور وعظ کہا اور خبر دی اُن فتنوں کی کہ ظاہر ہوں گے۔ نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ واقع ہونیوالی تھی اس مقام میں قیامت تک مگر کہ بیان فرمایا اس کو، یادرکھا اُس کو اُس شخص نے کہ یادرکھا اُس کو اور بھول گیا اُس کو جو شخص کہ بھول گیا۔ یعنی بعضوں نے یادرکھا اور[2] بعض نے فراموش کیا کہا حذیفہ نے کہ تحقیق جانا ہے اس قصہ کو میرے اُن یاروں نے یعنی جو کہ موجود ہیں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے لیکن بعضے نہیں جانتے ہیں اُس کو مفصل اس لئے کہ واقع ہوا ہے اُن کو کچھ نسیان کہ جو خواص انسان سے ہے[3] اور میں بھی انہی میں سے ہوں کہ جو کچھ بھول گئے ہیں جیسے کہ بیان کیا اپنے حال کو اور تحقیق شان یہ ہے کہ البتہ واقع ہوتی ہے اُن چیزوں میں سے کہ خبر دی تھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ چیز کہ تحقیق بھول گیا ہوں میں اُس کو پس دیکھتا ہوں میں اُس چیز کو پس یاد لاتا ہوں میں اُس کو جیسے کہ یاد لاتا ہے شخص چہرہ شخص کا یعنی بطریق اجمال وابہام کے جبکہ غائب ہوتا ہے اُس سے اور فراموش کرتا ہے اس کو

---

[1]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الفتن، الفصل الاول، رقم الحدیث 5143، صفحہ 473، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعۃ: 2005م

الصحیح البخاری، کتاب القدر، باب ﴿وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَقْدُورًا﴾، رقم الحدیث 6604، صفحہ 1660، دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعۃ: 1425,1426ھ/2005م[بلفظ: عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً، مَا تَرَكَ فِیهَا شَیْئًا إِلَی قِیَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ، إِنْ كُنْتُ لَأَرَی الشَّیْءَ قَدْ نَسِیتُ، فَأَعْرِفُ مَا یَعْرِفُ الرَّجُلُ إِذَا غَابَ عَنْهُ فَرَآهُ فَعَرَفَهُ]

الصحیح المُسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما یکون الی قیام الساعۃ، الرقم المسلسل 7157، صفحہ 1415، دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعۃ: 1424ھ/2004م

[2].... مکتبہ مشرق، بریلی کے نسخہ میں اس سے ماقبل کی ایک سطر چھپنے سے رہ گئی ہے۔

[3].... اس لئے کہ واقع ہوا ہے اُن کو کچھ نسیان کہ جو خواص انسان سے ہے۔ (م، ص8)

ساتھ تفصیل و تشخیص کے پھر جبکہ دیکھتا ہے اُس کو پہچان لیتا ہے اُس کو شخص یعنی ایسے ہی میں وہ باتیں مفصل بھولا ہوا ہوں لیکن جبکہ واقع ہوتی ہے کوئی بات اُن میں سے تو پہچان لیتا ہوں کہ یہ وہی ہے جس کی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی تھی نقل کی یہ بخاری اور مسلم نے (مظاہر الحق، ص ۳۱۴، سطر ۱۳)[1]

حدیث (۴) مشکوٰۃ شریف، ص ۵۱۲، سطر ۳، فضائل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: ((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ [2] فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا)) [3] انتہی بقدر الحاجة روایت ہے ثوبان سے کہا کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ نے سمیٹی میرے لیے زمین یعنی اُس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا۔ پس دیکھا میں نے اُس کے مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین دیکھی (مظاہر الحق، ص ۵۰۳، سطر ۱۷)[4]

حدیث (۵) مشکوٰۃ شریف، ص ۶۹، سطر ۲۷، باب المساجد) وَعَن عبد الرَّحْمٰن بن عائش قَالَ: ((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ قُلْتُ أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفِيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَتَلَا: ﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ

---

[1]....ترجمۂ مشکوٰۃ شریف موسوم بہ مظاہر حق، کتاب الفتن، الفصل الاول، تحت حدیث عن حذیفة قال (قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا)، جلد چہارم، صفحہ 288، سطر 13 تا 20، مطبع منشی نو لکشور، لکھنو، بار پنجم

[2]....دونوں نسخوں میں "إِنَّ اللّٰهَ زَوَى إِلَيَّ الْأَرْضَ" درج تھا، ہم نے تصحیح کر دی ہے۔

[3]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الفتن، باب فضائل سید المرسلین، الفصل الاول، رقم الحدیث 5501، صفحہ 522، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعة: 2005م

الصحیح المُسلم، کتاب الفتن و اشراط الساعة، باب هلاك هذه الامة بعضهم ببعض، الرقم المسلسل 7152، صفحہ 1413,1414، دار الفکر للنشر و التوزیع، بیروت، الطبعة: 1424ھ/2004م

[4]....ترجمۂ مشکوٰۃ شریف موسوم بہ مظاہر حق، کتاب الفضائل و الشمائل، باب فضائل سید المرسلین، الفصل الاول، تحت حدیث عَنْ ثوبان قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (إِنَّ اللّٰهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ....)، جلد چہارم، صفحہ 469، سطر 4,5، مطبع منشی نو لکشور، لکھنو، بار پنجم

الْمُوْقِنِیْنَ﴾ رَوَاهُ الدَّارِمِیّ مُرْسَلاً۔ [1] عبدالرحمٰن بن عائش سے مروی ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے رب عزوجل کو اچھی صورت میں دیکھا فرمایا رب نے کہ ملائکہ کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ تو ہی خوب جانتا ہے۔ فرمایا سرور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کہ پھر میرے رب عزوجل نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اُس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی۔ پس جان لیا میں نے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے[2] اور حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس حال کے مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿وَكَذٰلِكَ﴾ الْاٰیَة۔ [3] یعنی ایسے ہی دکھائے ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملک آسمانوں اور زمینوں کے[4] تا کہ وہ ہو جائیں یقین کرنے والوں میں سے۔[2] وضع کف کنایہ ہے مزید فضل اور غایۃ تخصیص اور ایصال فیض اور عنایت و کرم اور تکریم و تائید اور انعام سے اور سردی پانا کنایہ ہے وصول اثر فیض اور حصول علوم سے۔ للہ الحمد کہ اس حدیث شریف سے آفتاب کیطرح روشن ہو گیا کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم مرحمت ہوا۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اوّل۔ ص ۴۶۳ میں ہے "(فَعَلِمْتُ)، أَیْ بِسَبَبِ وُصُولِ ذٰلِكَ الْفَیْضِ (مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ) یَعْنِی مَا أَعْلَمَهُ اللّٰهُ تَعَالَی مِمَّا فِیهِمَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَالْاَشْجَارِ وَغَیْرِهِمَا، وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ سَعَةِ عِلْمِهِ[5] الَّذِی فَتَحَ اللّٰهُ بِهِ عَلَیْهِ، وَقَالَ ابْنُ حَجَرٍ: أَیْ جَمِیعَ الْكَائِنَاتِ الَّتِی فِی السَّمَاوَاتِ بَلْ وَمَا فَوْقَهَا، كَمَا یُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّةِ الْمِعْرَاجِ، "وَالْاَرْضِ" هِیَ بِمَعْنَی الْجِنْسِ، أَیْ: وَجَمِیعَ مَا فِی الْاَرَضِینَ السَّبْعِ، بَلْ وَمَا تَحْتَهَا، كَمَا أَفَادَهُ إِخْبَارُهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنِ الثَّوْرِ وَالْحُوتِ اللَّذَیْنِ عَلَیْهِمَا الْاَرَضُونَ كُلُّهَا[5]

---

[1]....مشکوة المصابیح، کتاب الصلوة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الثانی، رقم الحدیث 670، صفحہ 70,71، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعة: 2005م
السنن الدارمی، من کتاب الرؤیا، باب فی رویة الرب تعالی فی النوم، رقم الحدیث 2195، الجزء 2، صفحہ 1365، دار المغنی للنشر والتوزیع، المملکة العربیة السعودیة، الطبعة الأولی: 1412ھ/ 2000م

[2]....جو کچھ کہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ (م، ص 9)

[3]....القرآن الکریم، پارہ 7، سورة الانعام (6)، آیت 75

[4]....ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملک آسمانوں اور زمینوں سے (م، ص 9)

[5]....دونوں نسخوں میں "مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَالْاَشْجَارِ وَغَیْرِهِمَا، عِبَارَةٌ عَنْ سَعَةِ عِلْمِهِ" اور "عَنِ الثَّوْرِ وَالْحُوتِ اللَّذَیْنِ عَلَیْهِمَا الْاَرَضُون كُلُّهَا" درج تھا، ہم نے اصل کے مطابق تصحیح کر دی ہے۔

يَعْنِي أَنَّ اللَّهَ أَرَى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَكَشَفَ لَهُ ذَلِكَ وَفَتَحَ عَلَيَّ أَبْوَابَ الْغَيْبِ (الغيوب)''[1][2]

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللّمعات مطبوعہ کلکتہ ص ۲۶۳، سطر ۳۲ میں اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ ''فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْض پس دانستم هر چه درآسمانها و هر چه در زمین بود[3] عبارتست از حصول تمامهٔ علوم جزوی و کلی واحاطهٔ آں و تلا[3] و خواند آنحضرت مناسب ایں حال و بقصد استشهاد[3] بر امکان آں ایں آیت را که ﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ وهمچنیں نمودیم ابراهیم خلیل الله علیه الصلوٰة و السلام راملك عظیم تمامه آسمانها را و زمین را ﴿لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ﴾ تا آنکه گرد و ابراهیم از یقین کنندگان بوجود ذات و صفات و توحید و اهل تحقیق گفته اند که تفاوت ست درمیان ایں دوردیت زیرا که خلیل علیه السلام ملك آسمان و زمین رادیدو حبیب هر چه درآسمان و

---

[1]....مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب المساجد و مواضع الصلاة، الفصل الثالث، تحت رقم الحديث 725، الجزء 2، صفحه 609، دار الفكر، بيروت، لبنان، الطبعة :الأولى، 1422هـ 2002م

[2]....ف۔۔ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اس فیض کے حاصل ہونے کے سبب سے میں نے وہ سب کچھ جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے یعنی جو کچھ اللہ سبحانہ نے تعلیم فرمایا اُن چیزوں میں سے جو آسمان و زمین میں ہیں ملائکہ اور اشجار وغیرہا میں سے یہ عبارت ہے حضرت کے وسعت علم سے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت پر کھول دیا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ''مافی السمٰوٰت'' سے آسمانوں بلکہ اُن سے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ جو اُن سے بھی نیچے ہیں سب معلوم ہو گئیں جیسا کہ حضور کا ثور وحوت کی خبر دینا جن پر سب زمینیں ہیں اُس کو مفید ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور اس کو ان کے لئے کشف فرمادیا ف۔۔ اور مجھ پر (آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔۱۲۔

محمد شفقت حسین سلمہ ۱۲

[3]....وهر چه و زمین بود ۔۔۔ واحاطهٔ آں و تلاع ۔۔۔ و بقصد استشهاو (م، ص 10)

وهر چه د زمین بود (د، ص 10)

ف۔۔ حضور کو آسمانوں اور زمین کی تمام کائنات بلکہ اس سے بھی مافوق وماتحت کا علم مرحمت فرمادیا گیا۔

ف۔۔ اللہ تعالیٰ نے حضور پر غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔

زمین بود حالی ازذوات و صفات و ظواهر و بواطن همه رادید و خلیل حاصل شد۔ مراد رایقین بوجوب ذاتی و وحدت حق بعد ازدیدن ملکوت آسمان و زمین چنانکه حال اهل استدلال و ارباب سلوك و محباں و طالباں می باشد و حبیب حاصل شذ مراد رایقین و وصول الی الله اول پس ازاں وانست عالم را و حقائق آنرا چنانکه شان مجزوبان و محبوبان و مطلوبان اوست اوّل موافق است بقول **مارایت شئیا الارایت الله قبله وشتان ما بینهما۔** ”[1][2] علامہ طیبی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ ”**وَالْمَعْنٰی اَنَّہٗ تَعَالٰی کَمَا رَأَی اَبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، کَذٰلِکَ فَتَحَ عَلَیَّ اَبْوَابَ الْغُیُوْبِ حَتّٰی عَلِمْتُ مَا فِیْھَا مِنَ الذَّوَاتِ وَالصِّفَاتِ وَالظَّوَاھِرِ وَالْمُغَیَّبَاتِ**“[3][4]

---

[1]…. اشعة اللمعات، کتاب الصلوة، بَاب الْمَسَاجِد ومواضع الصَّلَاة، الفصل الثانی، الجزء1، صفحه333، کتب خانه مجیدیه، ملتان

[2]…. حاصل عبارت: پس جانا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ یہ عبارت ہے فـــ تمام علوم جزوی وکلی کے حاصل ہونے اور ان کا احاطہ کرنے سے اور حضور نے اس حال کے مناسب بقصد استشہاد یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿وَکَذٰلِکَ نُرِیْ﴾ الآیۃ یعنی اور ایسے ہی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو تمام آسمانوں اور زمینوں کا ملک عظیم دکھایا تا کہ وہ وجود ذات وصفات وتوحید کے ساتھ یقین کرنیوالوں میں سے ہوں۔ اہل تحقیق نے فرمایا کہ ان دونوں روایتوں کے درمیان فرق ہے۔ فـــ اس لئے کہ خلیل علیہ السلام نے آسمان وزمین کا ملک دیکھا اور حبیب علیہ الصلوٰۃ نے جو کچھ زمین و آسمان میں تھا ذوات، صفات، ظواہر و بواطن سب دیکھا۔ اور خلیل کو وجوب ذاتی اور وحدت حق کا یقین ملکوت آسمان وزمین دیکھنے کے بعد حاصل ہوا جیسا کہ اہل استدلال اور ارباب سلوک اور محبوں اور طالبوں کی حالت ہے۔ اور حبیب کو وصول الی اللہ اور یقین اوّل حاصل ہوا پھر عالم اور اُس کے حقائق کو جانا جیسا کہ محبوبوں، مطلوبوں اور مجزوبوں کی شان ہے ۱۲۔ محمد شفقت حسین سلمہ ۱۲

فـــ تمام علوم جزوی وکلی کا علم واحاطہ۔

فـــ آسمان وزمین کے جملہ ذوات وصفات، ظواہر وبواطن سب کا معائنہ فرمایا۔

[3]….الکاشف عن حقائق السنن (شرح الطیبی)، کتاب الصلوة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الثانی، رقم الحدیث725، الجزء2، صفحه245، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة، کراچی۔ الطبعة الأولی 1413ھ

[4]…. معنی (حدیث کے) یہ ہیں کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان وزمین کے ملک دکھائے گئے ایسے ہی مجھ پر (حضور پر) غیبوں کے دروازے کھول دیئے گئے یہاں تک کہ میں نے جان لیا جو کچھ اُن (آسمان وزمین) میں ہے ذوات صفات ظواہر مغیبات سب کچھ ۱۲۔ محمد شفقت حسین سلمہ ۱۲

حدیث (۶) مشکوٰۃ المصابیح، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، ص ۲۷ میں بروایت معاذ بن جبل ایک حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں آنحضرت فرماتے ہیں: ((فَإِذَا أَنَا بِرَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ قَالَ فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى قلت لَا أَدْرِي قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ فَرَأَيْتُهُ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ أَنَامِلِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ))[1][2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات، ص ۲۶۹ میں اسی حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں۔ "پس ظاہر شد و روشن شد مرا ہر چیز از علوم و شناختم ہمہ را"[3]

حدیث (۷) مواہب اللدنیۃ میں طبرانی سے بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلٰى كَفِّي هٰذِهٖ))"[4] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے میرے لئے دنیا

---

[1].... مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، الفصل الثالث، رقم الحدیث 691، صفحہ 72,73، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعۃ: 2005م

مسند الامام احمد بن حنبل، تتمۃ مسند الانصار، حدیث معاذ بن جبل، رقم الحدیث 22109، الجزء 36، صفحہ 423، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الاولی: 1421ھ/2001م

سنن الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ص، رقم الحدیث، الجزء 5، صفحہ 368، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر، الطبعۃ الثانیۃ: 1375ھ/1995م

[2].... پس ناگاہ میں اپنے پروردگار کے ساتھ ہوں اچھی صورت میں فرمایا پروردگار نے یا محمد عرض کی میں نے حاضر ہوں اے پروردگار فرمایا اُس نے کہ ملاء اعلیٰ کس بات میں جھگڑتے ہیں میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا پروردگار نے یہ تین مرتبہ دریافت فرمایا۔ فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر دیکھا میں نے کہ پروردگار نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ مجھے اُس کے پوروں کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان معلوم ہوئی۔ پس مجھ پر ہر چیز ظاہر ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔ ۱۲۔ غلام احمد سنبھلی

[3].... اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، الفصل الثالث، الجزء 1، صفحہ 342، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان

ترجمہ: پس ظاہر وروشن ہوگئے مجھ پر تمام علوم اور میں نے تمام باتیں جان لیں۔ (مکتبہ مشرق، بریلی، صفحہ 12)

نوٹ: یہ ترجمہ مذکورہ نسخہ کے متن میں فارسی عبارت سے پہلے مذکور تھا۔

[4].... المواهب اللدنیہ، المقصد الثامن فی طبہ صلی اللہ علیہ وسلم لذوی الأمراض والعاهات وتعبیرہ۔۔۔

کوظاہر فرمایا پس میں دنیا کی طرف اوز جو کچھ اُس میں تا قیامت ہونیوالا ہے سب کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کی طرف۔ علامہ زرقانی شرح مواہب قسطلانی جلد ۷، ص ۲۳۴ میں لکھتے ہیں![1] "((إِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ)) أَیْ أَظْهَرَ وَ كَشَفَ ((لِیَ الدُّنْیَا)) بِحَیْثُ أَحَطْتُ بِجَمِیْعِ مَا فِیْهَا ((فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَیْهَا وَإِلٰی مَا هُوَ كَائِنٌ فِیْهَا إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ، كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلٰی كَفِّی هٰذِهِ)) إِشَارَةٌ إِلٰی أَنَّهٗ نَظَرَ حَقِیْقَةً، دَفَعَ بِهٖ أَنَّهٗ أُرِیْدَ بِالنَّظَرِ الْعِلْمُ"۔[2] اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہ نے حضرت کے لئے دنیا ظاہر فرمائی اور حضور نے جمیع مافیہا کا احاطہ کرلیا۔ اور حضرت کا یہ فرمانا کہ میں اُس کو اور جو کچھ اُسمیں قیامت تک ہونیوالا ہے سب کو مثل اپنی کف دست مبارک کے ملاحظہ فرما رہا ہوں یہ اشارہ ہے اس طرف کہ حدیث میں نظر سے حقیقۃً دیکھنا مراد ہے نہ کہ نظر کے معنی مجازی۔"

درندوں کا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کی توصیف کرنا

مشکوۃ المصابیح، باب المعجزات، ص ۵۴۱، سطر ۱۳ میں موجود ہے۔ حدیث (۸) عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ ((جَاءَ ذِئْبٌ إِلٰی رَاعِیْ غَنَمٍ فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِیْ حَتّٰی انْتَزَعَهَا مِنْهُ قَالَ فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلٰی تَلٍّ فَأَقْعٰی وَاسْتَثْفَرَ فَقَالَ قَدْ عَمَدْتُ إِلٰی رِزْقٍ رَزَقَنِیْهِ اللّٰهُ أَخَذْتُهٗ ثُمَّ انْتَزَعْتَهٗ مِنِّیْ فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰهِ إِنْ رَأَیْتُ كَالْیَوْمِ ذِئْبٌ یَتَكَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ أَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِی النَّخَلَاتِ بَیْنَ الْحَرَّتَیْنِ یُخْبِرُكُمْ

---الرؤیا وإنبائه بالأنباء المغیبات، الفصل الثالث فی إنبائه صلی الله علیه وسلم بالأنباء المغیبات، الجزء 3، صفحه 129، المکتبة التوفیقیة، القاهرة -مصر

المعجم الکبیر للطبرانی، مسند عبد الله بن عمر بن الخطاب، رقم الحدیث 14112، الجزء 13، صفحه 318، باشراف و عنایة: د/سعد بن عبد الله الحمید و د/خالد بن عبد الرحمن الجریسی

[1]…. بنارسی صاحب صفحہ یاد کر کے حدیث کی کتاب دیکھ لیں یہ وہی حدیث ہے جس کا انھیں پتا نہیں چلا اور بے وجہ اس کو موضوع بتایا۔[3] اور اپنی کتاب "کشف الغطا" کے صفحہ ۳۳ میں اسی حدیث کا پتہ دریافت کیا ہے یہاں صفحہ تک کا نشان لکھ دیا گیا۔ ۱۲

[2]…. شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیه، المقصد الثامن فی طبه صلی الله علیه وسلم لذوی الأمراض والعاهات وتعبیره الرؤیا وإنبائه بالأنباء المغیبات، الفصل الثالث فی إنبائه صلی الله علیه وسلم بالأنباء المغیبات، الجزء 10، صفحه 123، دار الکتب العلمیة، الطبعة :الأولی 1417ھ/1996م

[3]…. بے وجہ اس کو موضوع بتایا۔ (د، ص 11)

بِمَا مَضَی وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَهُودِيًّا فجَاء إِلَى النَّبِی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسلم فَأَخْبَره وأَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))[1] الحدیث۔ حاصل یہ کہ ایک بھیڑیا ایک بکریوں کے چرواہے کی طرف آیا اور اُس نے بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری پکڑی۔ پس چرواہے نے اُس بھیڑیئے کو ڈھونڈا یہاں تک کہ اُس بکری کو اُس سے چھڑالیا۔ کہا ابو ہریرہ نے کہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا[2] اور اپنی دُم اپنے دونوں پاؤں کے درمیان کی اور کہا کہ میں نے اس رزق کا ارادہ کیا جو اللہ تعالےٰ نے مجھے دیا تھا اور میں نے اُس کو لے لیا پھر تو نے مجھ سے چھڑا لیا۔ چرواہے نے تعجب سے کہا کہ خدا کی قسم میں نے آج کی طرح کبھی بھیڑیا کلام کرتے نہیں دیکھا بھیڑیئے نے کہا کہ اس سے زیادہ تعجب انگیز ایک شخص کا حال ہے جو دو سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں یعنی مدینہ میں ہے کہ وہ شخص گذشتہ اور آئندہ یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ تمہارے بعد ہوگا دنیا اور عقبٰی میں سب کی خبریں دیتے ہیں۔ ابو ہریرہ نے کہا کہ وہ چرواہا یہودی تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر خدمت اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور حضور کو اس تمام کی خبر دی[2] اور اسلام لایا۔ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم نے اس خبر کی تصدیق کی۔"

سبحان اللہ جانور اور جانوروں میں بھی درندے تو حضور کو عالم ماکان وماھوکائن جانیں اور بیان کریں مگر انسان کو ابھی تردد ہی رہے۔ علامہ علی قاری مرقاۃ المصابیح جلد ۵، ص ۵۷۴ میں يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَى وَمَا هُوَ كَائِنٌ کی شرح یوں کرتے ہیں۔ "((يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَى)) أَیْ بِمَا سَبَقَ مِنْ خَبَرِ الْأَوَّلِينَ مَنْ قَبْلَكُمْ ((وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ)) أَیْ مِنْ نَبَأِ الْآخِرِينَ فِی الدُّنْيَا وَمِنْ أَحْوَالِ الْأَجْمَعِينَ فِی الْعُقْبٰی"[3] اس سے معلوم ہوا کہ حضرت گذشتہ اور

---

[1]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الفتن، بَاب فِی المعجزات، **الفصل الثانی**، رقم الحدیث 5672، صفحہ 550، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعۃ: 2005م (وفیہ: وَقَالَ قد عَمَدْتُ ـــ فَقَالَ رَجُلٌ تَاللّٰه)

[2].... بھیڑیا ایک ٹیلہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا (د، ص 12)ـــ حضور کو اس تمام حال کی خبر دی۔ (د، ص 12)

[3]....مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الفضائل والشمائل، بَاب فِی المعجزات، الفصل الثانی، تحت رقم الحدیث 5927، الجزء 9، صفحہ 3823، دار الفکر، بیروت لبنان، الطبعۃ الأولی: 1422ھ، 2002م [وفیہ: خَبَرِ الْأَوَّلِينَ مِمَّنْ قَبْلَكُمْ]

ترجمہ: (یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں گذشتہ باتوں کی خبریں دیتے ہیں) یعنی اولین کی خبریں، جو تم سے پہلے۔۔

آئندہ تم سے پہلوں اور تمہارے بعد والوں کی دنیا اور عقبیٰ کے جمیع احوال کی خبر دیتے ہیں۔

طبرانی میں حضرت ابوذر[1] سے مروی ہے۔ حدیث (۹) ((لَقَدْ تَرَكْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ إِلَّا ذَكَّرَنَا مِنْهُ عِلْمًا))[2] یعنی نبی کریم صلوٰت اللہ علیہ وسلامہ نے ہم سے اس حال میں مفارقت فرمائی کہ کوئی پرند ایسا نہیں کہ اپنے بازو کو ہلائے مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اُس کا بھی بیان فرمادیا۔

حضور نے ایک دن میں دنیا کے تمام حالات کیسے بیان فرمادیئے؟

اب غالباً مخالفین کو تردد ہوگا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے جملہ حالات کیسے بیان فرمادیئے اوپر کی حدیثوں میں گذرا کہ ایک ہی روز میں حضور نے قیامت تک کے سب حالات بتائے۔ یہ بات ضرور تعجب انگیز ہوگی کہ ایک دن کا وقت اتنی وسعت کب رکھتا ہے لہذا غور فرمایئے کہ یہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی دن میں تمام حالات بیان فرمادیئے اللہ جل شانہ نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ

۔۔۔گزر گئے۔ (اور جو تمہارے بعد ہونے والا ہے) یعنی ان لوگوں کی خبریں جو دنیا میں تمہارے بعد ہوں گے۔ اور تمام لوگوں کی عقبیٰ کے احوال کی خبریں دیتے ہیں۔

[1]....الکلمۃ العلیا کے مطبوعہ نسخوں میں اس مقام پر حضرت ابوذر کی بجائے حضرت ابوالدرداء لکھا ہے جو غالباً کاتب کی غلطی ہے کیونکہ المعجم الکبیر للطبرانی اور مسند امام احمد وغیرہا کتب مذکورۂ ذیل میں یہ حدیث پاک حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

[2]....مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب علامات النبوة، باب فيما اوتی من العلم صلی الله عليه وسلم، رقم الحديث 13971، الجزء 8، صفحه 263، مكتبة القدسى، القاهرة، عام النشر: 1414هـ/1994م (بلفظه) و قال بعد ذكره "رواه احمد و الطبرانی"

المعجم الكبير للطبرانی، باب الجيم، باب ومن غرائب مسند ابی ذر، رقم الحديث 1647، الجزء 2، صفحه 155، مكتبة ابن تيمية، القاهرة، الطبعة الثانية [تَرَكْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا طَائِرٌ يُقَلِّبُ جَنَاحَيْهِ فِي الْهَوَاءِ، إِلَّا وَهُوَ يُذَكِّرُنَا مِنْهُ عِلْمًا]

☆مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند الانصار، حديث ابی ذر الغفاری، 35/290، رقم الحديث 21361 ..... مسند البزار، مسند ابی ذر، ابو الطفيل عن ابی ذر، 9/341، رقم الحديث 3897 ...... صحيح ابن حبان، كتاب العلم، باب الزجر عن كتبة...، 1/267، رقم الحديث 65......المخلصيات لابی طاهر المخلص، الجزء التاسع، 3/31، رقم الحديث 1944 ..... من اخی ميمی الدقاق، 1/59، رقم الحديث 80 ..... جزء التاسع من الفوائد المنتقاة، 1/59، رقم حديث 49

قدرت مرحمت فرمائی تھی۔[1] عمدۃ القاری شرح بخاری، جلد ۷، ص ۲۱۴ میں ہے۔ ’’فِيْهِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهٗ أَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيْعِ أَحْوَالِ الْمَخْلُوْقَاتِ مِنْ أَبْتِدَائِهَا إِلَى أَنْتِهَائِهَا، وَفِيْ إِيْرَادِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ فِيْ مَجْلِسٍ وَاحِدٍ أَمْرٌ عَظِيْمٌ مِنْ خَوَارِقِ الْعَادَةِ، وَكَيْفَ وَقَدْ أُعْطِيَ مَعَ ذٰلِكَ جَوَامِعُ الْكَلِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ‘‘[1] یعنی اس حدیث میں دلالت ہے اس پر کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے ابتداء سے انتہا تک جملہ حالات کی خبر دی اور ایک ہی مجلس میں سب کا بیان فرما دینا ایک بڑا معجزہ ہے اور کیوں کر نہ ہو جبکہ حضرت کو حق تعالیٰ نے جوامع الکلم عطا فرمائے۔

مشکوٰۃ المصابیح باب بدأ الخلق وذکر الانبیاء علیہم السلام، ص ۵۰۸ میں ہے۔

حدیث (۱۰) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((خُفِّفَ عَلٰى دَاوٗدَ الْقُرْآنُ فَكَانَ يَأْمُرُ بِدَوَابِّهٖ فَتُسْرَجُ فَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَبْلَ أَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهٗ وَلَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ)) رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ[2] ابو ہریرہ سے مروی ہے سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور پڑھنا آسان کیا گیا تھا۔ آپ اپنے جانوروں پر زین کسنے کا حکم فرماتے پس زین کسی جاتی آپ پڑھنا شروع کرتے اور زین کس چکنے سے پہلے آپ زبور ختم کر لیتے اور اپنے کسب سے کھاتے یعنی ذرہ بنا کر۔ اسی حدیث کے تحت مظاہر الحق جلد چہارم ص ۴۸۹ میں ’’اللہ تعالیٰ اپنے اچھے بندوں کے لئے زمانہ کو طے وبسط کرتا ہے یعنی کبھی بہت سا زمانہ تھوڑا ہو جاتا ہے اور کبھی تھوڑا بہت سا۔ فـــــ

اور سیدنا حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے کہ رکاب میں

---

[1].... قدرت مرحمت ہوئی تھی۔ (د، ص 13)

[1]....عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللہ تعالی (وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ) [الروم 72]، تحت رقم الحدیث 3912، الجزء 15، صفحہ 110، دار إحیاء التراث العربی، بیروت [وفیہ: كَيْفَ وَقَدْ أُعْطِيَ جَوَامِعُ الْكَلِمِ]

[2]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الفتن، باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء علیہم الصلاۃ و السلام، الفصل الاول، رقم الحدیث 5470، صفحہ 518، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعۃ: 2005م

الصحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی (وَآتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا)، رقم الحدیث 3417، الجزء 4، صفحہ 160، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ: الأولی، 1422ھ

فـــــ حضرت مولا علی مرتضیٰ کا ایک رکاب میں پاؤں رکھ کر اور دوسری میں رکھنے تک پورا قرآن پاک ختم کر لینا۔

پاؤں رکھتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے تک قرآن ختم کر لیتے[1] اور ایک روایت میں ہے ملتزم کعبہ سے اُس کے دروازے تک جانے میں پڑھ لیتے۔[2] ایسا ہی مرقاۃ المفاتیح، جلد ۵، ص ۳۴۴ میں ہے۔ "قَالَ التُّورِبِشْتِيُّ يُرِيدُ بِالْقُرْآنِ الزَّبُورَ. لِأَنَّهُ قَصَدَ إِعْجَازَهُ مِنْ طَرِيقِ الْقِرَاءَةِ، وَقَدْ دَلَّ الْحَدِيثُ عَلَى أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَطْوِي الزَّمَانَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ كَمَا يَطْوِي الْمَكَانَ لَهُمْ، وَهَذَا بَابٌ لَا سَبِيلَ إِلَى إِدْرَاكِهِ إِلَّا بِالْفَيْضِ الرَّبَّانِيِّ "[3] مولانا نور الدین عبد الرحمٰن جامی نفحات الانس فی حضرات القدس میں نقل کرتے ہیں: "عَنْ بَعْضِ الْمَشَايِخِ :أَنَّهُ قَرَأَ بِقُرْآنٍ حِينَ اسْتَلَمَ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ، وَالرُّكْنَ

---

[1]....(مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الفتن[كتاب صفة القيامة والجنة والنار]، باب بدء الخلق وذكر الانبياء عليهم الصلاة والسلامُ، الفصل الاول، تحت رقم الحديث 5718، الجزء 9، صفحه 3654، دار الفكر، بيروت -لبنان، الطبعة :الأولى، 1422هـ 2002 -م)[أَنَّ عَلِيًّا كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ كَانَ يَبْتَدِئُ الْقُرْآنَ مِنَ ابْتِدَاءِ قَصْدِ رُكُوبِهِ مَعَ تَحَقُّقِ الْمَبَانِي وَتَفَقُّهِ الْمَعَانِي، وَيَخْتِمُهُ حِينَ وَضْعِ قَدَمِهِ فِي رِكَابِهِ الثَّانِي،]

[2]....(ترجمۂ مشكوٰة شريف موسوم به مظاهرحق، كتاب الفضائل والشمائل، باب فضائل سيد المرسلين، الفصل الاول، تحت حديث عن ثوبان قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم (إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ......)، جلد چهارم، صفحه 469، سطر 4,5، مطبع منشى نو لكشور، لكهنو، بار پنجم

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی مذکورہ کرامت کا ذکر شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بھی فرمایا ہے آپ کے الفاظ یہ ہیں: "واز سیدنا امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نیز نقل ست کہ در رکاب پائے مے نہاد وتا پائے دیگر در رکاب نہادن ختم قرآن میکرد ودر روایتے از ملتزم کعبہ تا باب وے" (اشعة اللمعات، كتاب الفتن، باب بدء الخلق وذكر الانبياء عليهم الصلاة والسلام، الفصل الاول، تحت رقم الحديث 5718، الجزء 1، صفحه 333، كتب خانه مجيديه، ملتان)

[3]....مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب احوال القيامة وبدء الخلق، باب بدء الخلق وذكر الانبياء عليهم الصلاة والسلام، الفصل الاول، تحت رقم الحديث 5718، الجزء 9، صفحه 3654، دار الفكر، بيروت، لبنان، الطبعة :الأولى، 1422هـ 2002 -م

ترجمہ: تورپشی کہتے ہیں کہ حدیث پاک میں قرآن سے مراد زبور مقدس ہے اور زبور کو لفظ قرآن سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد حضرت داود علیہ السلام کا ایک ایسا معجزہ بیان کرنا ہے جس کا تعلق قراءت سے ہے نیز یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے لئے زمینی فاصلوں کو سمیٹ دیتا ہے یونہی وقت وزمان میں بھی طے وبسط فرماتا ہے اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ فیضانِ ربانی کے بغیر اس کے ادراک کی کوئی صورت نہیں۔

الْاَسْعَدَ إِلَى حِينِ وُصُولِ مُحَاذَاةِ بَابِ الْكَعْبَةِ الشَّرِيفَةِ، وَالْقِبْلَةِ الْمُنِيفَةِ، وَقَدْ سَمِعَهُ ابْنُ الشَّيْخِ شِهَابُ الدِّينِ السُّهْرَوَرْدِيُّ مِنْهُ كَلِمَةً كَلِمَةً وَحَرْفًا حَرْفًا مِنْ أَوَّلِهِ إِلَى آخِرِهِ، قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَسْرَارَهُمْ وَنَفَعَنَا بِبَرَكَةِ أَنْوَارِهِمْ"[1] یعنی بعض مشائخ سے منقول ہے کہ اُنھوں نے حجر اسود کے استلام سے دروازہ کعبہ شریفہ پر پہنچنے تک تمام قرآن شریف پڑھ لیا اور ابن شیخ شہاب الدین سہروردی نے کلمہ کلمہ اور حرف حرف اول سے آخر تک سنا جب حضرت سراپا رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نیاز مندوں کا یہ حال ہے تو حضرت کو ایک مجلس میں جملہ احوال کی خبر دینا کیا محال۔ چونکہ اختصار منظور ہے اس لئے اتنی ہی احادیث پر اکتفا کر کے مفسرین محدثین اکابر اُمت فقہا وعلماء مشائخ کی تصریحات پیش کرتا ہوں۔

وسعت علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صاحب کتاب الابریز کی دلچسپ تقریر

صاحب کتاب الابریز ص ۴۳ میں اپنے شیخ سے نقل فرماتے ہیں "وَأَقْوَى الْأَرْوَاحِ فِي ذٰلِكَ رُوْحُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهَا لَمْ يَحْجُبْ مِنْهَا شَيْءٌ مِنَ الْعَالَمِ فَهِيَ مُطَّلِعَةٌ عَلٰى عَرْشِهِ وَعُلُوِّهِ وَسُفْلِهِ وَدُنْيَاهُ وَاٰخِرَتِهِ[2] وَنَارِهِ وَجَنَّتِهِ لِاَنَّ جَمِيعَ ذٰلِكَ خُلِقَ لِاَجْلِهِ[2] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمْيِيزُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَارِقٌ لِهٰذِهِ الْعَوَالِمِ بِاَسْرِهَا فَعِنْدَهُ تَمْيِيزٌ فِي أَجْرَامِ السَّمٰوٰتِ مِنْ أَيْنَ خُلِقَتْ وَمَتٰى خُلِقَتْ وَلِمَ خُلِقَتْ وَاِلٰى أَيْنَ تَصِيرُ فِي جِرْمِ كُلِّ سَمَاءٍ وَعِنْدَهُ تَمْيِيزٌ فِي مَلٰئِكَةِ كُلِّ سَمَاءٍ وَأَيْنَ خُلِقُوا وَمَتٰى خُلِقُوا وَاِلٰى أَيْنَ يَصِيرُونَ وَتَمْيِيزُ اِخْتِلَافِ مَرَاتِبِهِمْ وَمُنْتَهٰى دَرَجَاتِهِمْ وَعِنْدَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَمْيِيزٌ فِي الْحُجُبِ السَّبْعِينَ وَمَلٰئِكَةِ كُلِّ حِجَابٍ عَلَى الصِّفَةِ السَّابِقَةِ وَعِنْدَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَمْيِيزٌ فِي أَجْرَامِ النَّيِّرَةِ الَّتِي فِي الْعَالَمِ الْعُلْوِيِّ مَثَلًا[2] النُّجُومُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَاللَّوْحُ وَالْقَلَمُ وَالْبَرْزَخُ وَالْأَرْوَاحُ الَّتِي فِيهِ عَلَى الْوَصْفِ السَّابِقِ وَكَذَا عِنْدَهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَمْيِيزٌ فِي الْجِنَانِ وَدَرَجَاتِهَا وَعَدَدِ سُكَّانِهَا وَمَقَامَاتِهِمْ فِيهَا وَكَذَا مَا بَقِيَ مِنَ الْعَوَالِمِ

---

[1]....مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الفتن [كتاب صفة القيامة والجنة والنار] باب بدء الخلق وذكر الانبياء عليهم الصلاة والسلام، الفصل الاول، تحت رقم الحديث 5718، الجزء 9، صفحة 3654، دار الفكر، بيروت- لبنان، الطبعة الأولى، 1422هـ 2002م [وفيه أنه قرأ القرآن من حين استلم الحجر الأسود]

[2]....دونوں نسخوں میں یہ الفاظ یوں تھے: (وَاٰخِرَة) (لِاَجه) (مِثْل)۔۔ہم نے اصل کے مطابق تصحیح کر دی ہے۔

وَلَیْسَ فِیْ هٰذَا مُزَاحَمَةٌ لِلْعِلْمِ الْقَدِیْمِ الْاَزْلِی الَّذِیْ لَا نِهَایَةَ لِمَعْلُوْمَاتِهٖ[1] وَذٰلِكَ لِاَنَّ مَا فِی الْعِلْمِ الْقَدِیْمِ یَنْحَصِرُ فِیْ هٰذَا الْعَوَالِمِ فَاِنَّ اَسْرَارَ الرَّبُوْبِیَّةِ وَ اَوْصَافِ الْاُلُوْهِیَّةِ الَّتِیْ لَا نِهَایَةَ لَهَا لَیْسَتْ مِنْ هٰذَا الْعَالَمِ فِیْ شَیْءٍ ''[2] مختصر یہ کہ اس امتیاز میں سب سے زیادہ قوی روح ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔[3] کہ اس روح پاک سے عالم کی کوئی شئے پردہ میں نہیں یہ روح پاک عرش اور اُس کی بلندی و پستی[4] دنیا و آخرت جنت و دوزخ سب پر مطلع ہے کیونکہ یہ سب اُسی ذات مجمع کمالات کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم آپ کی تمیز ان جملہ عالموں کی خارق ہے آپ کے پاس اجرام سمٰوات کی تمیز ہے کہ کہاں سے پیدا کئے گئے کیوں پیدا کئے گئے کیا ہو جائیں گے۔ اور آپ کے پاس ہر ہر آسمان کے فرشتوں کی تمیز ہے اور اسکی بھی کہ وہ کہاں سے اور کب سے پیدا کئے گئے اور کہاں جائیں گے اور ان کے اختلاف مراتب اور منتہائے درجات کی بھی تمیز ہے اور ستر (۷۰) پردوں[5] اور ہر پردہ کے فرشتوں کے جملہ حالات کی بھی تمیز ہے۔ عالم علوی کے اجرام نیّرہ ستاروں،[6] سورج، چاند، لوح وقلم، برزخ اور اُن کی ارواح کی بھی ہر طرح تمیز ہے۔[7] اسی طرح ساتوں زمینوں اور ہر زمین کی مخلوقات خشکی اور تری جملہ موجودات کا بھی ہر ہر حال معلوم ہے اسی طرح تمام جنتیں اور اُن کے درجات اور اُن کے رہنے والوں کی گنتی اور مقامات سب خوب معلوم ہیں ایسے ہی باقی تمام جہانوں کا علم ہے اور اس علم میں ذات باری تعالیٰ کے علم قدیم ازلی سے جس کے معلومات بے انتہا ہیں کوئی مزاحمت نہیں کیونکہ علم قدیم[8] کے معلومات اس عالم میں منحصر نہیں ظاہر ہے کہ اسرار ربوبیت اوصاف الوہیت جو غیر متناہی ہیں اس عالم ہی سے نہیں۔ انتہی

صاحب کتاب الابریز کی یہ نفیس تقریر مخالفین کے اوہام باطلہ کا کافی علاج ہے وہ صاف تصریح فرماتے ہیں کہ حضور کی روح اقدس سے عالم کی کوئی چیز عرشی ہو یا فرشی دنیا کی ہو یا

---

[1]۔۔۔۔ یہ لفظ دونوں نسخوں میں یوں درج تھا: (لمعلومات)۔۔۔۔ ہم نے اصل کے مطابق تصحیح کردی ہے۔

[2]۔۔۔۔ الابریز من کلام سیدی عبد العزیز الدباغ، الباب الاول فی الاحادیث التی سئلناه عنها، صفحه 78، دار صادر بیروت، الطبعة الاولی :1424ھ/2004م

[3]۔۔۔۔ سب سے زیادہ قوی روح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔ (د، ص15)

[4]۔۔۔۔ اُس کی بلندی پستی (م، ص15)

[5]۔۔۔۔ اور ستر پردوں (د، ص15)

[6]۔۔۔۔ یہ عبارت دونوں نسخوں میں یوں تھی: عالم علوی کے اجرام تیرہ ستاروں۔۔ ہم نے تصحیح کردی ہے۔

[7]۔۔۔۔ اُس کی ارواح کی بھی ہر طرح امتیاز ہے۔ (م، ص15)

[8]۔۔۔۔ مکتبہ مشرق، بریلی کے نسخہ میں یہ ایک سطر چھپنے سے رہ گئی ہے۔

آخرت کی پردہ اور حجاب میں نہیں حضور سب کے عالم ہیں اور ذرّہ ذرّہ حضور پر ظاہر و روشن ہے بایں ہمہ حضور کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں کیونکہ علم الٰہی غیر متناہی ہے اور حضور کا علم خواہ کتنا ہی وسیع ہو متناہی، اور متناہی کو غیر متناہی سے نسبت ہی کیا مخالفین جو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علم سے واقف نہیں حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کے علم کی عظمت کیا جانیں۔ جب حضور کے علم کی وسعت سنتے ہیں تو گھبرا جاتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ پاک کا علم اس سے کیا زیادہ ہوگا۔ پس خدا اور رسول کو برابر کر دیا۔ یہ اُنکی نادانی ہے کہ وہ علم الٰہی کو عالم میں منحصر خیال کریں یا علم متناہی کی برابر ٹھہرائیں۔ مسلمان ان دونوں میں فرق کرتے ہیں حضور کے علم کو اُس کی وسعت کیساتھ تسلیم کرتے اور عطائے الٰہی کا اقرار کرتے ہیں اور علم الٰہی کو اُس کی بے مثال عظمت کیساتھ مخصوص بحق مانتے ہیں درحقیقت علم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کرنیوالے جو اہل سنت پر مساوات ثابت کرنے کا الزام لگاتے ہیں علم الٰہی کو متناہی سمجھنے میں مبتلا ہیں اور خداوند عالم کے علم کی بھی تنقیص کرتے ہیں اور سچ یہ ہے کہ اللہ سبحٰنہ کے علم وقدرت سے واقف ہوتے تو حضور کے وسعت علم کا انکار نہ کرتے۔ حضور کے کمالات کا انکار وہی کرے گا جو خداوند عالم کی قدرت وعظمت سے بے خبر ہے۔ ﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ﴾[1] زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں امام محمد غزالی سے منقول ہے۔

"اَلنُّبُوَّةُ عِبَارَةٌ عَمَّا یَخْتَصُّ بِهِ النَّبِیُّ وَیُفَارِقُ بِهِ غَیْرُهُ، وَهُوَ یَخْتَصُّ بِأَنْوَاعٍ مِنَ الْخَوَاصِّ، أَحَدُهَا أَنَّهُ یَعْرِفُ حَقَائِقَ الْأُمُوْرِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِاللّٰهِ تَعَالَی وَصِفَاتِهِ وَمَلَائِکَتِهِ وَالدَّارِ الآخِرَةِ، عِلْمًا مُخَالِفًا لِعِلْمِ غَیْرِهِ، بِکَثْرَةِ الْمَعْلُوْمَاتِ وَزِیَادَةِ الْکَشْفِ وَالتَّحْقِیْقِ، ثَانِیْهَا أَنَّ لَهُ فِیْ نَفْسِهِ صِفَةً، بِهَا تَتِمُّ الْأَفْعَالُ الْخَارِقَةُ لِلْعَادَةِ، کَمَا أَنَّ لَنَا صِفَةً تَتِمُّ بِهَا الْحَرَکَاتُ الْمَقْرُوْنَةُ بِإِرَادَتِنَا وَهِیَ الْقُدْرَةُ، ثَالِثُهَا أَنَّ لَهُ صِفَةً بِهَا یَبْصُرُ الْمَلَائِکَةَ وَیُشَاهِدُهُمْ، کَمَا أَنَّ لِلْبَصِیْرِ صِفَةً بِهَا یُفَارِقُ الْأَعْمٰی،

---

[1]....القرآن الکریم، پارہ 4، سورۃ آل عمران (3)، آیت 179

ترجمۂ کنزالایمان: تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔

[2]....ثالها أنّ لہٗ صِفَةٌ---(د، ص 16)

رَابِعُهَا أَنَّ لَهٗ صِفَةٌ بِهَا يُدْرِكُ مَا سَيَكُوْنُ فِيْ الْغَيْبِ"[1] نبوۃ اس چیز سے عبارت ہے کہ جس کے ساتھ نبی مختص ہے اور غیروں سے ممتاز ہے۔ ایک یہ کہ جو امور اللہ جل جلالہٗ اور اس کی صفات اور فرشتوں اور آخرت کیساتھ متعلق ہیں۔ نبی اُن کی حقائق کا عارف ہوتا ہے اور دوسروں کو کثرت معلومات اور زیادتی کشف و تحقیق میں اُس سے کچھ نسبت نہیں۔ دوم یہ کہ اُن کی ذات میں ایک ایسا وصف ہے جس سے افعال خارقۂ عادت تمام ہوتے ہیں جس طرح کہ ہمیں ایک وصف قدرت کا ایسا حاصل ہے کہ جس سے ہمارے حرکات ارادیہ پورے ہوتے ہیں۔ سوم یہ کہ نبی کو ایک ایسا وصف حاصل ہے جس سے ملائکہ کو دیکھتا ہے اور اُن کا مشاہدہ کرتا ہے جس طرح کہ بینا کو ایک وصف حاصل ہے جس کے باعث وہ نابینا سے ممتاز ہیں۔ چہارم یہ کہ نبی کو ایک ایسا وصف حاصل ہے جس سے وہ غیب کی آئندہ باتوں کو ادراک کر لیتا ہے۔ اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حقائق امور کا علم عطا فرمایا اور کثرت معلومات زیادتی کشف و تحقیق میں اور سب سے ممتاز فرمایا۔ افعال خارقہ کی ایسی صفت عطا فرمائی جیسے ہمیں حرکات اِرادیہ کی کہ ہم جب چاہیں حرکت کریں، ایسے ہی وہ جب چاہیں افعالِ خارقہ ظاہر فرمائیں۔ ایک صفت دی جس سے وہ ملائکہ کو اس طرح دیکھتے ہیں۔ جس طرح بینا۔ ایک صفت غیب[2] کی ایسی عنایت فرمائی جس سے وہ غیب کی آئندہ باتیں جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے احباب کے سینوں کی نورانیت سے لوحِ محفوظ کے نقوش انہیں منعکس ہو جاتے ہیں

ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ المفاتیح جلد ۱، ص ۵۴ میں تحریر فرماتے ہیں "أَنَّ لِلْغَيْبِ مَبَادِى وَلَوَاحِقَ، فَمَبَادِيْهَا لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ، وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ، وَأَمَّا

---

[1] ....شرح الزرقانی علی المواهب اللدنيه، شرح مقدمة المواهب، المقصد الاول، الجزء 1، صفحه 40، دار الكتب العلمية، الطبعة :الأولى 1417ھ/1996م

[2] .... نصیحۃ المسلمین ص ۲۴ کے اس قول کا رد کہ غیب کی بات پیغمبر خدا کو بھی معلوم نہ تھی۔ (۱۲)

نوٹ: یہ تنبیہ مکتبہ مشرق، بریلی اور ازھر بک ڈپو، آرام باغ، کراچی کے نسخہ میں درج نہیں۔

اللَّوَاحِقُ، فَهُوَ مَا أَظْهَرَهُ اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى بَعْضِ أَحْبَابِهِ لَوْحَةَ عِلْمِهِ، وَخَرَجَ بِذٰلِكَ عَنِ الْغَيْبِ الْمُطْلَقِ، وَصَارَ غَيْبًا إِضَافِيًّا، وَذٰلِكَ إِذْ تَنَوَّرَتِ الرُّوحُ الْقُدْسِيَّةُ، وَازْدَادَ نُورِيَّتُهَا، وَإِشْرَاقُهَا بِالْإِعْرَاضِ عَنْ ظُلْمَةِ عَالَمِ الْحِسِّ، وَبِتَجْلِيَةِ مِرْآةِ الْقَلْبِ عَنْ صَدَأُ الطَّبِيعَةِ، وَالْمُوَاظَبَةُ[1] عَلَى الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ، وَفَيَضَانُ الْأَنْوَارِ الْإِلٰهِيَّةِ حَتَّى يَقْوَى النُّورُ،[1] وَيَنْبَسِطَ فِي فَضَاءِ قَلْبِهِ وَتَنْعَكِسُ فِيهِ النُّقُوشُ الْمُرْتَسِمَةُ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ، وَيَطَّلِعُ عَلَى الْمُغَيَّبَاتِ، وَيَتَصَرَّفُ فِي الْعَالَمِ السُّفْلِيِّ، بَلْ يَتَجَلَّى حِينَئِذٍ الْفَيَّاضُ الْأَقْدَسُ بِمَعْرِفَتِهِ الَّتِي هِيَ أَشْرَفُ الْعَطَايَا فَكَيْفَ بِغَيْرِهَا؟''[2] خلاصہ یہ کہ غیب کے مبادی پر کوئی ملک مقرب و نبی مرسل مطلع نہیں البتہ غیب کے لواحق پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض احباب کو مطلع فرمایا ہے جس کے علوم میں سے ایک لوح کا علم بھی ہے اور یہ غیب اضافی ہے[3] اور یہ جب ہے کہ جب روحِ قدسیہ منور ہوتی ہے اور عالمِ حس کی ظلمت[4] اور تاریکی سے اعراض کرنے دل صاف ہونے علم و عمل پر مواظبت کرنے اور انوار الٰہیہ کے فیضان کے باعث اُس کی نورانیت اور اشراق زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اُس کے دل میں نور قوی اور منبسط ہو جاتا ہے اور لوح محفوظ کے نقوش اس میں منعکس ہو جاتے ہیں اور یہ مغیبات پر مطلع ہو جاتا ہے اور عالم سفلی میں تصرف کرتا ہے بلکہ اس وقت خود فیاض اقدس جل شانہٗ اپنی معرفت کے ساتھ تجلی فرماتا ہے اور یہی بڑا عطیہ ہے جب یہی حاصل ہوا تو اور کیا رہ گیا اس عبارت سے یہ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے احباب کے دل میں ایسا روشن نور عطا فرماتا ہے جس میں لوحِ محفوظ اس طرح منعکس ہو جاتی ہے جیسے آئینہ میں صورت، اس نور پاک سے اللہ جل شانہٗ کے احباب غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں۔ عالم میں تصرف کرتے ہیں، بلکہ خود حق جل جلالہ اُن کے دلوں میں تجلی فرماتا ہے ہمارے نزدیک تو انبیاء (صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہم) و اولیاء (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) ہی اللہ جل شانہٗ کے احباب میں ہیں اور یہ رُتبے انہی کو حاصل ہیں۔ مگر براہینِ

---

[1]....دونوں نسخوں میں عبارت یوں تھی: صَدَأُ الطَّبِيعَةِ الْمُوَاظَبَةِ...حَتّٰى يَقْوٰى النُّورُ... ہم نے اصل کے مطابق تصحیح کر دی ہے۔

[2]....مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، الجزء 1، صفحہ 62، دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعۃ: الأولی، 1422ھ 2002ء م

[3]....اور غیب اضافی ہے (م، ص 17)

[4]....اور عالم حس کی ظلمت (م، ص 17)

قاطعہ مؤلفہ خلیل احمد انیٹھی، مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے صـ ۴۷ میں یہ لکھا ہے: ''شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعتِ علم میں کونسی نصِ قطعی ہے۔'' [1][2]

صاحب براہین کی تقریر پر

شیطان لعین کا اللہ تعالی کے احباب سے ہونا لازم آتا ہے۔

عبارتِ مسطورۂ بالا کو ملحوظ رکھ کر یہ عبارت پڑھیے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس قول کے قائل کے نزدیک (معاذ اللہ) سیدِ عالم تو اللہ کے احباب میں سے نہیں ہیں جو اُنھیں وسعتِ علمی حاصل ہوتی۔ اگر ہیں تو شیطان و ملک الموت اللہ جل شانہ کے احباب میں ہیں جن کی وسعتِ علمی نص سے ثابت ہے۔ استغفراللہ العلی العظیم۔ علامہ علی قاری کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ علوم حق سُبحانہٗ تعالیٰ اپنے دوستوں کو عطا فرماتا ہے[3] اور براہینِ قاطعہ میں صراحت کہ شیطان وملک الموت کی وسعتِ علمی نص سے ثابت تو پھر ملک الموت اور شیطانِ لعین اللہ کے دوستوں میں کیوں نہ ہوں۔ استغفراللہ۔ شیطانِ لعین دشمن خدا ورسول کے لئے اثباتِ علوم کرنا اور سیدِ عالم حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام پاک آتے ہی منکر ہو جانا کیا ایمان ہے مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ پہلے ہی کیا خوب فرما گئے ہیں۔

از نبی بر خواں کہ دیو و قومِ اُو
مے برند از حال انسی خفیہ بو
ازرھی کہ انس ازاں آگاہ نیست
زانکہ زیں محسوس و زیں اشباہ نیست
چوں شیاطین باپلید یہائے خویش
واقفند از سترِ ما و فکر و کیش
پس چرا جانہائے روشن درجہاں
بے خبر باشند از حالِ نہاں
درسرایت کمتر از دیواں شدند

---

[1]....دونوں نسخوں میں عبارت یوں تھی: فخر عالم کی وسعت علم کونسی نصِ قطعی ہے۔۔۔ہم نے تصحیح کر دی ہے۔

[2]....براھین قاطعہ، صفحہ 51، مطبع بلالی ساڈھورہ/صفحہ 55، کتب خانہ امدادیہ دیو بند یو پی انڈیا

[3]....صاف ظاہر ہے یہ علوم حق سُبحانہٗ تعالیٰ اپنے دوستوں کو عطا فرماتا ہے۔ (م، ص 18)

روحہا که خیمه بر گردوں زدند
دیو دُزدانه سُوئے گردوں رود
از شہاب محرق او مطعوں شود
آں زرشك روحہائے دل پسند
از فلك شاں سرنگوں می افگنند
تو اگر شلّی و لنگ و کور و کر
ایں گماں بر روحہائے مه مبر
شرم دارد لاف کم زن جان مکن
که بسے جاسوس هست آں سوئے تن
ایں طبیبانِ بدن دانشوراند
بر سقامِ تو ز تو واقف ترند
تا ز قاروره همی بینند حال
که نه دانی تو ازاں رو اعتدال
هم زنبض و هم زرنگ و هم زدم
بو برند از تو بصد گو نه سقم
پس طبیبانِ الٰهی درجہاں
چوں نه دانند از تو اسرار نہاں
هم زنبضت هم زچشمت هم زرنگ
صد سقم بینند در تو بیدرنگ
تفسره آں بول رنجوراں بود
که طبیبِ جسم را بُرہاں بود
واں طیبِ روح درجانش رود
وز رهِ جاں اندر ایمانش رود
هست پیشش سر هر اندیشهٔ
چوں چراغے در درونِ شیشهٔ

حاجتش نبود بفعل و قولِ خوب
احذروھم ھم جو اسیس القلوب

ایں طبیبان نو آموز ند خود
کہ بدیں آیات شاں حاجت بود

کاملاں از دور نامت بشنوند
تا بقعر تار و پودت دررووند

بلکہ پیش از زادنِ تو سالہا
دیدہ باشندت ترا باحالہا

حال تو دانند یک یک موبمو
زانکہ پُر بودند از اسرا رِ ھُو[1][2]

---

[1]....مثنوی مولوی معنوی، دفتر چہارم، حکایت آں مداح کہ از جہت....، صفحہ45 ، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی۔ لاہور، ملتقطاً [بیت 1780تا1801]

[2].... اشعار مثنوی کا ترجمہ از غلام محیی الدین نعیمی

نبی کے علم کی شان تو بہت ارفع واعلی ہے شیطان اور جنات انسان کو اس کے ایسے خفیہ حالات بتا دیتے ہیں جن کو وہ خود بھی نہیں جانتا اور اس کو ان کا وہم گمان تک نہیں ہوتا جب ناپاک شیاطین کو ہمارے پوشیدہ حالات کا علم ہے تو انبیاء واولیاء ہمارے حالات سے کیسے بے خبر رہ سکتے ہیں جن پر آسمانی اسرار منکشف ہیں کیا وہ زمین کے حالات کے جاننے میں معاذ اللہ شیاطین و جنات سے پیچھے رہ جائینگے شیطان جب آسمان پر جانا چاہتا ہے تو انبیاء کی عداوت کے باعث فرشتے اس کو آسمان سے مار مار کر نیچے زمین پر گرا دیتے ہیں انسان اپنے عیوب پر نظر رکھے لیکن ارواح مقدسہ میں اپنے عیبوں کو تلاش نہ کرے اور ان پاکیزہ نفوس کو اپنے اوپر قیاس نہ کرے۔ اے عزیز شرم کر اور اپنے علم پر شیخی نہ مار کیونکہ تیرے جسمانی حالات کو بہت سے جاسوس تجھ سے زیادہ جانتے ہیں جب جسمانی طبیب تیرے امراض کا علم تجھ سے زیادہ رکھتے ہیں نبض وقارورہ، رنگ دوم سے سینکڑوں بیماریوں کا پتہ چلا لیتے ہیں تو روحانی طبیب جن کے سینے روحانی تجلیات سے روشن ومنور ہیں تیرے اسرار باطنی سے کیسے باخبر نہ ہونگے یہ حضرات تو اپنے نور باطنی سے صرف ایک نظر ڈال کر روح کا مشاہدہ اور ایمان کا مکمل جائزہ لے لیتے ہیں انہیں علامات ومعلومات کی ضرورت پیش نہیں آتی ان سے ڈرو کے یہ دلوں کے جاسوس ہیں اور ایسے باکمال حضرات ہیں کہ دور سے تیرا نام سن کر ہی تیرے وجود کی گہرائیوں تک پہنچ جاتے ہیں بلکہ تیری پیدائش سے برسوں پہلے تیرے حالات ان کی نظر میں ہوتے ہیں تیرے ایک ایک حال اور بال بال کی خبر رکھتے ہیں کیونکہ ان کے سینے انوار وتجلیات الٰہیہ سے منور ومعمور ہیں۔ (مکتبہ مشرق، بریلی، ص22)

نوٹ: یہ ترجمہ ہمیں دستیاب نسخوں میں سے فقط مکتبہ مشرق، بریلی کے نسخہ میں مذکور تھا لیکن اس میں ۔۔۔۔۔

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں:

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ [1]

اے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آپ کے دریائے عطا وسخا میں سے دُنیا و عقبٰی ہے۔ اور منجملہ آپ کے علوم کے لوح وقلم کا علم ہے۔ اور قرآن شریف میں وارد ہے ﴿وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ﴾[2] لوح محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔[3] علامہ شیخ ابراہیم بیجوری شرح بردہ، ص۹۱ میں فرماتے ہیں ''فَاِنْ قِيْلَ اِذَا كَانَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ بَعْضَ عُلُوْمِهِ[4] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا الْبُعْضُ الْاٰخَرُ اُجِيْبَ بِأَنَّ الْبُعْضَ الْاٰخَرَ هُوَ مَا أَخْبَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ أَحْوَالِ الْاٰخِرَةِ لِأَنَّ الْقَلَمَ اِنَّمَا كَتَبَ فِىْ اللَّوْحِ مَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ''[5] فَقَطّ۔ یعنی اگر شبہ کیا جائے کہ جب علم لوح وقلم حضور کے علوم کا بعض ٹھہرا تو اور حضور کے علوم میں باقی کیا رہ گیا تو جواب دیا جاوے کہ باقی احوال آخرت ہیں جن کی اللہ جل شانہٗ نے حضور کو اطلاع فرمائی کیونکہ قلم نے لوح میں قیامت تک کے امور ہی تو لکھے ہیں۔

لوح وقلم کے علوم آپ کے علوم کے سمندروں کی ایک نہر ہیں

علامہ علی قاری حل العقدۃ شرح البردۃ[6] میں فرماتے ہیں ''وَكَوْنُ عُلُوْمِهِمَا مِنْ عُلُوْمِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عُلُوْمَهُ تَتَنَوَّعُ اِلَى الْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَحَقَائِقَ

۔۔۔مترجم کا نام درج نہیں تھا، اشاعت سے قبل اتفاقاً تراب الحق شاہ صاحب مدظلہ کا شائع کردہ دارالکتب حنفیہ، کراچی کا نسخہ باصرہ نواز ہوا اس کے صفحہ 22 پر ترجمۂ اشعار کے عنوان میں مترجم کا اسم گرامی بھی درج تھا سو ہم نے ترجمہ کے شروع میں بعینہ وہی عنوان درج کر دیا ہے۔

[1]....قصیدة البردة و قصیدة اطیب النغم، الفصل العاشر فی ذکر المناجات و عرض الحاجات، صفحہ 28، مکتبة الاحباب، دار العلوم المحمدیة الغوثیة، لاهور، طباعت: دیسمبر 1998م

[2]....القرآن الکریم، پارہ 27، سورة القمر (54)، آیت 53

[3]....ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوتی ہے۔ (م، ص 19)

[4]....بَعْضَ عُلُوْمِ۔۔۔(م، ص 19)

[5]....حاشیة الباجوری علی البردة، شرح بیت (فان من جودك الدنیا وضرتها)، صفحہ 92، شرکة مکتبة و مطبعة مصطفی البابی الحلبی و اولاده بمصر۔ الطبعة الرابعة 1370ھ/1951م

[6]....''الکلمة العلیا'' کے تمام مطبوعہ نسخوں میں اس شرح کا نام ''حل العقدة'' ہی درج ہے لیکن ''الزبدة العمدة'' کے علاوہ ہمیں ملا علی قاری کی کسی شرح بردہ کا علم نہیں ہو سکا، ممکن ہے کہ ملا علی قاری کی ''الزبدة العمدة شرح القصیدة البردة'' ہی کو ''حل العقدة'' بھی کہا جاتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَ عَوَارِفَ وَ مَعَارِفَ تَتَعَلَّقُ بِالذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَ عِلْمُهَا يَكُوْنُ نَهْراً مِنْ بُحُوْرِ عِلْمِهِ وَحَرْفاً مِنْ سُطُوْرِ عِلْمِهِ" [1] یعنی علوم لوح وقلم کے آپ کے علوم میں سے ہونے کا بیان یہ ہے کہ آپ کے علوم متنوع ہوتے ہیں کلیات و جزئیات وحقائق وعوارف ومعارف کی طرف جوذات وصفات سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کے علوم آپ کے علوم کے سمندروں میں سے ایک نہر اور آپ کے علوم وسیعہ کی سطروں مین سے ایک حرف ہیں۔ علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔ وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ وَاتَّفَقَتْ مَعَانِيْهَا عَلٰى اطِّلَاعِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم عَلَى الْغَيْبِ، وَلَا يُنَافِيْ الآيَاتُ الدَّالَّةُ عَلٰى أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ، لِأَنَّ الْمَنْفِي عِلْمُهُ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ، أَمَّا اطِّلَاعُهُ عَلَيْهِ بِإِعْلَامِ اللّٰهِ، فَمُحَقَّقٌ بِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُوْلٍ﴾ [2] اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اخبار متواتر ہیں اور اُن کے معانی اس پر متفق ہیں [3] کہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم غیب پر مطلع ہیں اور یہ مضمون آیات نافیۂ غیب عن غیر اللہ کے منافی نہیں کیونکہ جہاں نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے جو بے واسطہ ہو لیکن حضرت سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باعلام الٰہی مطلع ہونا ﴿إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُوْلٍ﴾ سے ثابت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اعلم وافضل خلق ہونے پر اجماع

روح البیان میں ہے "وَقَد اِنعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلٰى أَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمُ الْخَلْقِ وَأَفْضَلُهُمْ" [4] یعنی اس پر اجماع ہو گیا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلوٰت

---

[1]....الزبدة العمدة فی شرح البردة لملا علی القاری، شرح بیت (فان من جودك الدنيا وضرتها)، صفحه 117، جمعية علماء سكندرية، پیرجو گوٹھ، خیر پور، سنده، ربيع الثانی 1406ھ)[بلفظ: وكون علمهما من علومه صلى الله عليه وسلم تتنوع الى الكليات والجزئيات و حقائق و دقائق وعوارف و معارف يتعلق بالذات والصفات و علمها يكون سطرا من سطور علمه و نهر امن بحور علمه]

[2]....شرح الزرقانی على المواهب اللدنية، شرح مقدمة المواهب، المقصد الثامن فی طبه صلى الله عليه وسلم لذوى الأمراض والعاهات وتعبيره الرؤيا وإنبائه بالأنباء المغيبات، الفصل الثالث فی إنبائه صلى الله عليه وسلم بالأنباء المغيبات، الجزء10، صفحه112، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى 1417ھ/1996م

[3].... اور اُن کی معانی اس پر متفق ہیں (م،ص20)

[4]....روح البیان، پاره15، سورة الكهف، تحت الآية ﴿قَالَ لَه مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾ [آیت66]، الجزء5، صفحه274، دار الفكر، بيروت

اللہ علیہ وسلامہٗ تمام مخلوقات سے زیادہ علم اور فضیلت رکھتے ہیں۔ علامہ علی قاری شرح شفا جلد اول ص ۲۰۷ میں لکھتے ہیں ''فَصْلٌ (وَمِنْ مَعْجزَاتِهِ البَاهرَةِ) أَیْ آیَاتِهِ الظَّاهرَةِ (مَا جَمَعَهُ اللّٰهُ[1] لَهُ مِنَ الْمَعَارِفِ) أَیْ الْجُزْئِیَّةِ (وَالْعُلُوْمِ) أَیْ الْكُلِّیَّةِ[1] وَالْمُدْرِكَاتِ الظَّنِّیَّةِ وَالْیَقِیْنِیَّةِ أَوْ الْأَسْرَارِ الْبَاطِنَةِ وَالْأَنْوَارِ الظَّاهِرَةِ (وَخَصَّهُ مِنْ اِلاطِّلَاعِ عَلٰی جَمِیعِ مَصَالِحِ الدُّنْیَا والدِّیْنِ) أَیْ مَا یَتِمُّ بِهِ إِصْلَاحُ الْأُمُوْرِ الدُّنْیَوِیَّةِ وَالْأُخْرَوِیَّةِ''[2] حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روشن معجزات اور ظاہر آیات میں سے وہ ہے جو اللہ پاک جل شانہٗ نے آپ کے لیے عطا فرمایا۔ معارف جزئیہ علوم کلیہ مدرکات ظنیہ یقینیہ اور اسرار باطنہ انوار ظاہرہ میں سے اور آپ کو دنیا اور دین کی تمام مصلحتوں پر اطلاع کے ساتھ خاص کیا۔

حضور کو تین طرح کے علم عطا ہوئے

انسان، جن اور فرشتے سب حضرت کے امتی ہیں

روح البیان جلد ثالث ص ۱۰۸ میں ہے: ''وَفِی الْحَدِیْثِ (سَأَلَنِی رَبِّیْ) أَیْ لَیْلَةَ الْمِعْرَاجِ (فَلَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ أُجِیبَهُ فَوَضَعَ یَدَهُ بَیْنَ كَتِفَیَّ بِلَا تَكْیِیْفٍ وَلَا تَحْدِیْدٍ) أَیْ یَدَ قُدْرَتِهِ لِأَنَّهُ سُبْحَانَهُ مُنَزَّهٌ عَنِ الْجَارِحَةِ (فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا فَأَوْرَثَنِیْ عُلُوْمَ الْأَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ وَعَلَّمَنِیْ عُلُوْمًا شَتّٰی فَعِلْمٌ أَخَذَ عَهْدًا عَلٰی كَتْمِهٖ وَهُوَ عِلْمٌ لَا یَقْدِرُ عَلٰی حَمْلِهٖ غَیْرِیْ وَعِلْمٌ خَیَّرَنِیْ فِیْهِ وَعِلْمٌ أَمَرَنِیْ بِتَبْلِیْغِهٖ[3] اِلَی الْخَاصِ وَالْعَامِ مِنْ اُمَّتِیْ) وَهِیَ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ وَالْمَلَكُ وَكَمَا فِیْ اِنْسَانِ الْعُیُوْنِ''[4] شیخ عبدالحق محدث

---

[1]....(وَمَا جَمَعَهُ اللّٰهُ لَهُ مِنَ الْمَعَارِفِ) أَیْ الْجُزْئِیَّةِ (وَالْعُلُوْمِ) أَیْ وَالْكُلِّیَّةِ۔۔۔(م، ص 20)

[2]....شرح الشفا لملا علی القاری، القسم الأول (فی تعظیم العلی الأعلی جل وعلا)، الباب الرابع فیما اظهرہ اللہ تعالی علی یدیہ من المعجزات وشرفه به من الخصائص والكرامات، فصل (ومن معجزاته الباهرة ما جمعه الله تعالی له من المعارف والعلوم)، الجزء 1، صفحہ 721، دار الكتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی، 1421ھ

[3]....وَعِلْمٌ أَمَرَنِیْ بِتَبْلِیْغِهٖ۔۔۔(م، ص 21)

[4]....روح البیان، پارہ 12، سورۃ یوسف (12)، تحت الآیۃ ﴿إِنَّآ أَنزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ [آیت 2]، الجزء 4، صفحہ 208، دار الفكر، بیروت

إنسان العیون فی سیرۃ الأمین المأمون (السیرۃ الحلبیة)، باب ذكر الإسراء والمعراج وفرض الصلوات الخمس، الجزء 1، صفحہ 566، دار الكتب العلمیة، بیروت، الطبعة: الثانیة 1427ھ

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں اسی حدیث کا مضمون یوں ادا فرماتے ہیں: ”پر سید از من پروردگار من چیزے پس نتوانستم کہ جواب گویم پس نہاد دست قدرت خود درمیان دو شانہ من بے تکیف و بے تحدید پس یافتم برد آں را در سینۂ خود پس داد مرا علم اولین و آخرین و تعلیم کرد انواع علم را علمی بود کہ عہد گرفت از من کتمان آن را کہ باہیچکس نگویم وہیچکس طاقت برداشت آن ندارد جز من وعلمی بود کہ مخیر گردانید مرا در اظہار وکتمان آن علمی بود کہ امر کرد مرا بہ تبلیغ آں بخاص و عام از امت من۔“[1] ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ سرورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شب معراج میں مجھ سے میرے پروردگار تبارک وتعالیٰ نے کچھ دریافت فرمایا میں جواب نہ دے سکا تو اُس نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان بےتکئیف و تحدید رکھا، کیونکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ جوارح سے منزہ اور پاک ہے۔ پھر تحدید وتکئیف کیسی۔ پھر حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اُس کی سردی اپنے سینہ میں پائی پس مجھے اوّلین وآخرین کے علوم عطا فرمائے، اور چند علم اور تعلیم فرمائے جن میں سے ایک علم وہ ہے جس کے چھپانے پر مجھ سے عہد لیا کہ میرے سوا کسی میں اُسکے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ایک علم وہ جس کا مجھے اختیار دیا۔ اور ایک وہ علم جس کی تبلیغ کا حکم فرمایا کہ میں اپنی اُمت کے ہر خاص وعام کو پہنچادوں اور حضرت کی اُمت انسان اور جن اور فرشتے ہیں۔ ایسا ہی انسان العیون میں ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو تمام دنیا و مافیہا کا علم مرحمت ہوا

تفسیر لباب التاویل فی معالم التنزیل مطبوعہ مصر، جلد رابع، صـ ۴۶ میں ہے ”وَقَوْلُهٗ

---

[1]....مدارج النبوۃ،قسم اول :فضائل و کمالات،باب پنجم در ذکر فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، وصل رویت الهی،الجزء1، صفحہ168،مکتبہ نوریہ رضویہ،سکھر،طباعت اول 1397ھ/1977م

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ)) فَتَاوِيْلُهُ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْيَدِ الْمِنَّةُ وَالرَّحْمَةُ وَذٰلِكَ شَائِعٌ فِيْ لُغَةِ الْعَرَبِ فَيَكُوْنُ مَعْنَاهُ عَلٰى هٰذَا الْإِخْبَارُ بِإِكْرَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى إِيَّاهُ وَإِنْعَامِهِ عَلَيْهِ بِأَنْ شَرَحَ صَدْرَهُ وَنَوَّرَ قَلْبَهُ وَعَرَّفَهُ مَا لَا يَعْرِفُهُ أَحَدٌ[1] حَتّٰى وَجَدَ بَرْدَ النِّعْمَةِ وَالْمَعْرِفَةِ فِيْ قَلْبِهِ وَذٰلِكَ لَمَّا نَوَّرَ قَلْبَهُ وَشَرَحَ صَدْرَهُ فَعَلِمَ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ بِإِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى إِيَّاهُ وَإِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَّقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ''[2] اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حضرت حق سبحانہ، تعالیٰ نے اپنے کرم سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کا سینۂ مبارک کھول دیا اور قلب شریف کو منور فرما دیا اور حضور کو وہ معرفت عطا کی جو کسی ایک مخلوق کو بھی حاصل نہیں یہاں تک کہ حضور نے اُس نعمت و معرفت کی سردی اپنے قلب شریف میں پائی اور جب اُن کا دل منور ہو گیا اور سینۂ مبارک کُھل گیا پس حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو تمام آسمانوں اور زمینوں اور اُن کے مافیہا کا علم بتعلیم الٰہی حاصل ہوا، فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ ۔ شیخ عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں: ''ہر چہ در دنیا است از زمانِ آدم تا نفخۂ اولیٰ بروے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند تاھمہ احوال او را از اول تا آخر

---

[1] ....وَنَوَّرَ قَلْبَهُ وَعَرَّفَهُ مَا لَا يَعْرِفُهُ أَحَدٌ (م،ص 21,22)

[2] ....لباب التأويل فى معانى التنزيل(تفسير الخازن)،پارہ 23،سورۃ ص(38)، تحت الآية ﴿مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلٰى إِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾[آیت 69]،الجزء 4، صفحہ 47،دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولى:1415ھ

ترجمہ: حضور انور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا مبارک فرمان ہے کہ ''اللہ تعالی نے اپنا ''ید مبارک'' میرے کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی سردی کو اپنی دونوں چھاتیوں میں محسوس کیا۔'' اس کی تاویل یہ ہے کہ ''ید'' سے مراد رحمت اور احسان ہے اور یہ لغت عرب میں شائع ذائع ہے تو اس طور پر اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالی حبیب معظم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر اپنے انعام واکرام کی خبر دے رہا کہ ان کے سینۂ مبارک کو کھول دیا ،قلب شریف کو منور کیا اور آپ کو وہ معرفت عطا کی جو کسی بھی شخص کو نہیں دی حتی کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس نعمت ومعرفت کی ٹھنڈک اپنے قلب اطہر میں پائی۔ اور جب اللہ تعالی نے آپ کے دل کو منور فرمایا اور سینۂ مبارک کو کھول دیا تو زمین وآسمان میں جو کچھ ہے آپ نے وہ سب کچھ اعلامِ خداوندی سے جان لیا اور اللہ تعالی کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ کرے تو فرماتا ہے ''کُن'' (ہوجا) پس وہ کام ہو جاتا ہے۔

معلوم گردید ویاراں خود را نیز ببعضے ازاں احوال خبر داد“[1] یعنی آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے نفخۂ اولیٰ تک جو کچھ دنیا میں ہے سب ہمارے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر منکشف فرما دیا تھا یہاں تک کہ تمام احوال اوّل سے آخر تک کا حضور کو معلوم ہوا اور حضور نے اپنے اصحاب کو اُس میں سے بعض کی خبر دی۔

حضور کا علم انسانوں، جنوں، فرشتوں سب سے وسیع ہے

شیخ سلیمان جمل رحمہ اللہ تعالیٰ فتوحات احمدیہ میں امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد

وَسِعَ الْعَالَمِیْنَ عِلْماً وَحِلْماً   فَھُوَ بَحْرٌلَّمْ تُعِیْہِ الاَ عْیَاءُ[2]

کی شرح میں فرماتے ہیں ”أیْ وَسِعَ عِلْمُہٗ عُلُوْمَ الْعَالَمِیْنَ الْاِنْس وَالْجِنِّ وَالْمَلٰئِکَۃِ لِأنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اطَّلَعَہٗ عَلَی الْعَالَمِ کُلِّہٖ فَعَلِمَ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ وَحَسْبُکَ عِلْمُہٗ بِعُلُوْمِ الْقُرْاٰنِ وَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ﴿مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ﴾“[3] اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم[4] کا علم عظیم انسانوں جنوں اور فرشتوں کے سب کے علوم سے وسیع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام عالم پر مطلع فرمایا ہے۔ علوم اوّلین و آخرین و ما کان وما یکون کے مرحمت فرمائے۔ اور آپ کا تو علوم قرآن ہی کا عالم ہونا بہت کافی ہے۔ حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہ چھوڑی۔ اب ایسی ایسی تصریحوں کے بعد بھی جن دلوں

---

[1]....مدارج النبوۃ،قسم اول :فضائل و کمالات،باب پنجم در ذکر فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، وصل خصائص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم،الجزء1، صفحہ144،مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، طباعت اول 1397ھ/1977م ازاں احوال خبر دارد (م،ص22)

[2]....قصیدۃ ام القریٰ فی مدح خیر الوریٰ المشھورۃ بالھمزیۃ،الفصل السادس فی اخلاقہ الکریمۃ وبعض معجزاتہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم،بیت133، صفحہ18،حزب القادریۃ ،لاھور،رجب 1418
ترجمہ: حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم وحلم کی وسعت سب جہانوں کو شامل ہے۔ آپ ایسے سمندر ہیں کہ عاجز کردینے والے بوجھ بھی آپ کو نہیں تھکا سکتے۔

[3]....الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح المحمدیۃ علی متن الھمزیۃ، صفحہ47، مطبعۃ المعاھد بجوار قسم الحمالیۃ بالقاھرۃ،الطبعۃ الثانیۃ:1354ھ/1935م

[3]....ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم (م،ص22)

میں شبہے رہ جائیں اور اطمینان حاصل نہ ہو اُن کا کچھ علاج نہیں بجز اس کے کہ جناب باری عزَّ اسمہٗ سے دُعا کی جائے کہ اے پروردگار بطفیل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دلوں میں قبول حق کے مادّے پیدا کر اور توفیقِ انصاف عطا فرما۔

وسعت علوم اولیاء کا ذکر

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کے نیاز مندوں کے علوم کا بھی ذکر کروں جس سے شانِ عالی سیّدِ رُسل علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی ظاہر ہو، اور یہ معلوم ہو جاوے کہ جن کو بحورِ علم سید کونین صلوات اللہ علیہ وسلامہٗ کا ایک قطرہ مرحمت ہوا بلکہ اس سے بھی کمتر، اُن کی وسعتِ علمی کس درجہ کی ہے۔ علامہ علی قاری رحمہٗ الباری مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲، ص ۶ میں فرماتے ہیں: ''قَالَ الطِّیبیُّ[1]: النُّفُوسَ الزَّكِيَّةَ الْقُدُسِيَّةَ إِذَا تَجَرَّدَتْ عَنِ الْعَلَائِقِ الْبَدَنِيَّةِ عَرَجَتْ وَاتَّصَلَتْ بِالْمَلَأِ الْأَعْلَى، وَلَمْ يَبْقَ لَهَا حِجَابٌ، فَتَرَى الْكُلَّ كَالْمُشَاهَدِ بِنَفْسِهَا، أَوْ بِإِخْبَارِ الْمَلِكِ لَهَا، وَفِيهِ سِرٌّ يَطَّلِعُ عَلَيْهِ مَنْ تَيَسَّرَ لَهُ انتهى''[2] اس عبارت سے ثابت ہوا کہ نفوسِ زکیّہ قدسیہ جب علائقِ بدنیہ سے عروج کر کے ملأ اعلیٰ کے ساتھ متصل ہو جاتے ہیں اور اُن کو کوئی حجاب نہیں رہتا ہے تو وہ سب کو مثل مشاہد کے دیکھتے ہیں۔

اولیاء کے لئے تمام عالم کے علوم

اسی طرح صاحبِ کتاب الابریز نے ص ۲۵۰ میں اپنے شیخ عارف عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اولیاء کا مخلوقاتِ ناطقہ وصامتہ و وحوش وحشرات زمین و آسمان ستاروں وغیرہا تمام عالم کا مشاہدہ کرنا نقل کیا ہے، چنانچہ وہ عبارت یہ ہے: ''وَلَقَدْ رَأَيْتُ وَلِيًّا بَلَغَ مَقَامًا عَظِيمًا وَهُوَ

---

[1]....الکلمۃ العلیا کے مطبوعہ نسخوں میں ''قال القاضی'' مذکور تھا لیکن ''مرقاۃ شرح مشکاۃ'' میں چونکہ ''قال الطیبی'' مسطور ہے اس لئے ہم نے تصحیح کردی ہے۔

[2]....مرقاۃ المفاتیح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وفضلها، الفصل الثاني، تحت رقم الحديث926، الجزء 2، صفحه744، دار الفكر، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى، 1422هـ 2002م

أَنَّہٗ یُشَاهِدُ الْمَخْلُوْقَاتِ النَّاطِقَةَ وَالصَّامِتَةَ وَالْوُحُوْشَ وَالْحَشَرَاتِ وَالسَّمٰوٰتِ وَنُجُوْمَهَا وَالْاَرْضِيْنَ وَمَا فِيْهَا وَكُرَةُ الْعَالَمِ بِأَسْرِهَا تَسْتَمِدُّ مِنْهُ وَيَسْمَعُ أَصْوَاتِهَا وَكَلَامَهَا فِيْ لَحْظَةٍ وَاحِدَةٍ وَيُمِدُّ كُلَّ وَاحِدٍ بِمَا يَحْتَاجُهُ وَيُعْطِيْهِ مَا يَصْلَحُهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَشْغَلَهُ هٰذَا بَلْ أَعْلَى الْعَالَمِ وَأَسْفَلِهِ بِمَنْزِلَةِ مَنْ هُوَ فِيْ حِيَزٍ وَاحِدٍ عِنْدَهٗ"[1]

اور زرقانی شرح مواہب کی عبارت اور شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبدۃ الاسرار میں حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد اور مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ[2] کے نفحات الانس سے حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ کا ارشاد اور فقہ اکبر اور جامع کبیر اور طبری اور ابونعیم سے حارث ابنِ مالک انصاری کی روایت اور مثنوی مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حضرت زید کا قصہ اور امام شعرانی کی کبریت احمر کی عبارت اور حضرت محبوب سُبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ خمریہ کا شعر آئندہ آیۃ کریمہ ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً﴾ الآیۃ کی بحث میں نقل کیے جائیں گے۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ الطاف القدس میں فرماتے ہیں

"چوں رفتہ رفتہ سخن بحقائق غامضہ افتاد ازاں حالت نیز رمزے باید گفت چوں آب از سر گذشت چہ یك نیزہ چہ دہ[3] کمال عارف از حجر بحث بالا تر میرود و نفس کلیہ بجائے جسد عارف می شود و ذات عارف بجائے روح او همه عالم را تبعا بعلم حضوری درخود بیند"[4]

---

[1]....الابریز من کلام سیدی عبد العزیز الدباغ، الباب السادس فی ذکر شیخ التربیة وما یتبع....، فصل واذا فرغنا من شیخ التربیة....، صفحہ 382، دار صادر بیروت، الطبعة الاولی :1424ھ/2004م

ترجمہ: میں نے ایک ولی اللہ کو دیکھا جو بڑے عظیم مرتبہ کو پہنچے ہوئے تھے، وہ مخلوقات ناطقہ وصامتہ، وحوش وحشرات، آسمان اور اس کے ستاروں، زمینوں اور ان میں موجود سب چیزوں کا مشاہدہ کرتے تھے، اور تمام کرۂ عالَم ان سے استمداد کرتا تھا، وہ ایک ہی لحہ میں ان سب کی آوازوں اور کلام کو سن کر ہر ایک کی ضرورت کے مطابق اس کی مدد کرتے، ہر ایک کو اس کی مصلحت کے مطابق بیک وقت یوں عطا کرتے کہ کوئی بھی شخص اُنھیں دوسرے کی مدد کرنے یا اسے عطا کرنے سے مشغول نہیں کرتا تھا بلکہ عالم کا بالائی وزیریں سب حصہ انھیں (تصرف کرنے میں) ایک ہی جیسا تھا۔

[2].... محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زبدۃ الاسرار۔۔۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ (م، ص23)

[3]....دونوں نسخوں میں عبارت "چہ یك نیزہ وچہ یکمشت" تھی، ہم نے اصل کے مطابق تصحیح کردی ہے۔

[4]....الطاف القدس فی معرفة لطائف النفس، فصل ششم (در تہذیب لطائف خفیہ و آنرا بعلوم حقائق......)

ان عبارتوں سے تو اولیاء اللہ تعالیٰ کے لیے تمام جہان کا علم ثابت ہوا۔ مگر لطف تو جب ہے کہ منکر اقرار کرے، مخالف مان جائے۔

امام الطائفہ کا اپنے مریدوں تک کے لئے علم جمیع اشیاء ثابت کرنا اور حضور کے لئے شرک بتانا

اب ذرا صراط المستقیم مطبوعہ مطبع مجتبائی ص ۱۷ ملاحظہ ہو کہ اُس میں امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں: ”افادہ (۱) برائے کشف ارواح و ملائکہ و مقامات آنہا و سیر امکنۂ زمین و آسمان و جنت و نار و اطلاع بر لوح محفوظ شغل دورہ کند. و طریقش در فصل اول مفصلاً مذکور شد پس باستعانت ہماں شغل بہر مقامیکہ از زمین و آسمان و بہشت و دوزخ خواہد متوجہ شدہ سیرا آں مقام نماید و احوال آنجا دریافت کند و با اہل آں مقام ملاقات سازد۔“[1] ان قدوۃ المخالفین امام المنکرین مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کی عبارت سے تو مخالفین کو پسینہ آگیا ہوگا اور شرم سے آنکھیں نیچی ہوئی جاتی ہونگی کہ جس چیز کے ثبوت کا تمام قوم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے

---صفحہ 125,126، ادارہ نشر اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ، طبع اول 1384ھ/ 1964م

ترجمہ: جب رفتہ رفتہ گہرے اور پوشیدہ حقایق تک بات پہنچی تو اب ان کے بارہ میں رمز و اشارہ سے بات کہنی چاہئے جیسا کہ مشہور مثال میں کہا گیا ہے کہ ”پانی جب سر سے گزر جائے تو کیا ایک نیزہ اور کیا دس نیزے۔“ عارف کا کمال جب حجر بحت سے اوپر چلا جاتا ہے اور نفس کلیہ جب عارف کے جسم کی طرح ہو جاتا ہے اور ذات بحت بجائے روح کے ہو جاتی ہے تو وہ عارف تمام عالم کو تبعاً اپنے اندر علم حضوری کے ساتھ دیکھتا ہے۔ (المرجع السابق)

[1] ....صراط مستقیم، باب سوم در بیان طریق سلوک راہ ولایت، فصل سوم در بیان اشغال طریقۂ نقشبندیہ، ہدایت ثانیہ در بیان فوائد متفرقہ، افادہ: ۱، صفحہ 117، المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ، لاہور

ترجمہ: پہلا افادہ: کشف ارواح اور ملائکہ اور ان کے مقامات اور زمین و آسمان اور جنت و نار کی سیر اور لوح محفوظ پر مطلع ہونے کے لئے دورے کا شغل کرے اور اس کا طریقہ پہلی فصل میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ پس زمین و آسمان اور بہشت و دوزخ کے جس مقام کی طرف متوجہ ہو اسی شغل کی مدد سے وہاں کی سیر کرے اور اس جگہ کے حالات دریافت کر کے وہاں کے رہنے والوں سے ملاقات کرے۔

(صراط مستقیم (مترجم)، تیسرا باب: راہ ولایت کے سلوک کے طریقہ کے بیان میں، تیسری فصل: اشغال طریقۂ نقشبندیہ کے بیان میں، دوسری ہدایت: متفرق فائدوں کے بیان میں، پہلا افادہ، صفحہ 133، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، یو پی)

انکار کر رہی ہے اُسی کو امام الطائفہ نے خاص اولیاء کے لیے بھی نہیں بلکہ ہر شغل دورہ کرنے والے کے لیے ثابت کر دیا اور اس تفصیل سے کہ کشف ارواح اور ملائکہ اور اُن کے مقامات اور امکنۂ زمین و آسمان جنت و دوزخ کی سیر اور لوحِ محفوظ پر اطلاع حاصل کرنے کے لئے دورہ کا شغل[1] کرے۔ اب لِلّٰہ انصاف کیجیے کہ دَورہ کا شغل کرنے والوں کو تو لوحِ محفوظ پر اطلاع حاصل ہو جائے جس میں ہر شے کا علم موجود اور نبی کریم رؤف و رحیم[1] حبیبِ خدا محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوحِ محفوظ کا علم نہ ہو۔ افسوس دورہ کا شغل کرنے والوں اپنے مریدوں معتقدوں تک کے لیے تو لوحِ محفوظ کا علم ثابت کرنا اور سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے انکار کر جانا کس درجہ کی ایمانی قوت کا کام ہے کیوں صاحب یہ وہی لوحِ محفوظ کا علم ہے جس کا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم کے لیے ثابت کرنا مخالفین کے نزدیک شرک ہے آج وہی علم دورہ کا شُغل کرنے والوں کے لیے ثابت کیا جاتا ہے اور شرک نہیں ہوتا۔ کیا حُبِّ مصطفٰے، عظمتِ حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی کا نام ہے، شرم! شرم!! شرم!!! پھر اسی مُونھ سے یہ کہنا کہ زمین و آسمان[1] بہشت و دوزخ کے جس مقام میں جس وقت چاہیں متوجہ ہو کر سیر کریں، جب چاہیں وہاں کے حالات دریافت کر لیں، وہاں کے ساکنین سے ملاقات کر لیں جیسا کہ عبارتِ صراط المستقیم سے صاف ظاہر ہے۔ اور اسی مُونھ سے یہ کہہ دینا کہ: ''اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ کسی ولی و نبی کو جن و فرشتے کو پیر و شہید کو امام و امام زادے کو بُھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں۔''[2] (از تقویۃ الایمان ص ۲۲ اور ایسا ہی رسالہ غیبیہ کے ص ۸ میں ہے۔)

مولوی اسماعیل کا صاحب شغل دورہ کی وسعت علمی کا اقرار اور حضور کے لئے انکار

صاحبو! آپ نے اس شخص کی حالت[1] دیکھی کہ وہاں تو جنت و دوزخ زمین و آسمان

---

[1].... دورہ کا شغل۔۔۔ رؤف رحیم۔۔۔ زمین آسمان۔۔۔ حالات (م، ص 24)

[2].... تقویۃ الایمان (مجموعہ تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان ونصیحۃ المسلمین)، صفحہ 29، سطر 17، میر محمد کتب خانہ، کراچی

☆ رسالہ غیبیہ، صفحہ 8 (دونوں نسخوں میں چند الفاظ کم درج تھے ہم نے تقویۃ کی روشنی میں عبارت مکمل کر دی ہے۔)

کی سیر لوح محفوظ کی اطلاع تک دورہ کا شغل کرنے والوں کے لیے ثابت کردی اور یہاں کسی غیب کی بات کا دریافت کر لینا اس شخص کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تک کے لیے بتعلیم الٰہی بھی مُسلَّم نہیں۔ پھر صراط المستقیم کے ص۔ ۱۶۵ میں ملاحظہ فرمائیے۔ جہاں اپنے پیر کی نسبت لکھا ہے: تا اینکہ کمالاتِ طریق نبوت بذروۂ علیائے خود رسید و الہام و کشف بعلوم حکمت انجامید۔[1] عجب حال ہے ان حضرات کا کہ انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم وسلامہٗ سے جس بات کے ثبوت کا انکار کرتے ہیں اپنے پیر کے لیے وہی ثابت کرتے ہیں۔ بہر حال اگرچہ مخالفین نے اس مسئلہ میں بہت سی سختیاں کی ہیں اور انکار میں بہت سرگرم ہیں مگر پھر بھی بمجبوری کہیں کہیں ان کہی کہنی پڑ ہی گئی ہے۔ اب میں دکھاتا ہوں کہ مخالفین نے کہاں کہاں اور کیسے کیسے اقرار کئے ہیں۔ براہینِ قاطعہ مؤلفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصدقہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ص ۴۷ سطر ۱۸ میں ہے۔ ان اولیاء کو حق تعالیٰ نے کشف کردیا کہ اُن کو یہ حضور علم حاصل ہو گیا۔ اگر اپنے فخر عالم علیہ السلام کو بھی لاکھ گونہ اس سے زیادہ عطا فرماوے، ممکن ہے، مگر ثبوت فعلی اس کا کہ عطا کیا ہے، کس نص سے ثابت ہے۔"[3]

ذرا اربابِ عقل توجہ فرمائیں کہ اولیاء کے لیے تو کشف تسلیم کرلیا اور فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے صرف ممکن مانا اور ثبوت فعلی کا انکار کر دیا جس پر بہت سے نصوص موجود اُسے تو یہ کہہ دیا کہ کس نص سے ثابت ہے اور اولیاء کے لیے ثبوت فعلی تسلیم کرلیا۔ یہ بھی غنیمت سمجھئے جو ممکن کہہ دیا ورنہ آج تک تو شرک ہی کہا کئے ہیں اب زبان سے ممکن نکلا ہے اور اولیاء کے لیے واقع مانا ہے کس قدر شرم کی بات ہے کہ جو علوم اولیاء کے لئے تسلیم کر لیے پھر انبیاء اور اُن میں سے بھی سید الانبیاء صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیہم کے لیے تسلیم نہ کیے۔ اللہ ایمان دے اور

---

[1]....صراط مستقیم، باب چہارم در بیان طریق سلوک راہ نبوت، خاتمہ در بیان پارہ از واردات...، صفحہ 165، المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ، لاہور

ترجمہ: تا آنکہ کمالات طریق نبوت اپنی نہایت بلندی کو پہنچے اور الہام اور کشف علوم حکمت کے ساتھ انجام پذیر ہوئے۔ (صراط مستقیم، چوتھا باب، صفحہ 190، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، یوپی)

[2]....ان کہی کہنی پڑ گئی ہے۔ (م،ص 25)

[3]....براہین قاطعہ، صفحہ 52، مطبع بلالی ساڈھورہ/صفحہ 56، کتب خانہ امدادیہ دیوبند یوپی انڈیا

ہدایت نصیب کرے۔

صاحب نصیحۃ المسلمین کا اقرار

نصیحۃ المسلمین ص ۴، س ۱۵ میں مولوی خرم علی صاحب لکھتے ہیں: سوال بعضے لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے بہت چیزوں کی خبر دی ہے کہ آگے یوں ہوگا، اگر علم غیب اُن کو نہ تھا تو خبر کیونکر دی اور اولیاء کا بھی اسی طرح حال ہے دیکھو فلانے بزرگ نے کہا تھا کہ ہم فلانے روز مرینگے ویسا ہی ہوا اور کسی نے کہا تھا کہ تیرے چار بیٹے ہونگے سو چار ہی ہوئے اُس کا جواب یہ ہے کہ یہ اُن کو اللہ کے بتانے سے ہوا تھا اِس کو علمِ غیب نہیں کہتے۔[1]

اے صاحب یہ کون کہتا ہے کہ انبیاء کو بے تعلیمِ الٰہی خود بخود علم ہے۔ جو علم ثابت کرتے ہیں بتعلیم الٰہی ثابت کرتے ہیں۔ وہی ان مولوی صاحب نے تسلیم کرلیا۔ رہا اُن کا یہ فرمانا کہ اس کو علمِ غیب نہیں کہتے، یہ ایک لفظی نزاع ہے علم غیب نہیں کہتے تو اور کچھ نام رکھ لو مگر وہ علم تو تسلیم کرو گے ہم نے مانا کہ لفظ غیب تمہاری چڑ سہی، یوں تو کہو گے کہ انہیں جمیع ممکنات ماوجد و یوجد [جو ابھی موجود ہیں اور جو آئندہ موجود ہوں گے۔] کا علم اللہ جل شانہٗ نے عطا فرمایا۔ رہا منکرین کا یہ وہم کہ غیب وہ ہے جو بے تعلیم حاصل ہو، یہ محض خام خیال ہے جس کی آئندہ ان شاء اللہ العزیز تصریح و تشریح کی جائے گی۔

مولوی محمد سعید محدث بنارسی کا اقرار

ضمیمہ رسالہ کشف الغطا مؤلفہ مولوی محمد سعید محدث بنارسی ص ۶۴ سطر ۱۴ اور شرح عقائد مطبوعہ مطبع نولکشور صـ۱۲۲ میں ہے یہ وہ کتاب ہے، جو حنفیہ کے عقائد میں درسیہ کتاب ہے، ''وَ بِالْجُمْلَةِ الْعِلْمُ بِالْغَيْبِ أَمْرٌ تَفَرَّدَ بِهِ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا سَبِيْلَ إِلَيْهِ لِلْعِبَادِ إِلَّا بِإِعْلَامٍ أَوْ إِلْهَامٍ بِطَرِيْقِ الْمُعْجِزَةِ أَوِ الْكَرَامَةِ أَوْ إِرْشَادٍ إِلَى الْاِسْتِدْلَالِ بِالْأَمَارَاتِ فِيْمَا يُمْكِنُ فِيْهِ ذٰلِكَ وَلِهٰذَا ذُكِرَ فِي الْفَتَاوٰى أَنَّ قَوْلَ الْقَائِلِ عِنْدَ رُؤْيَةِ هَالَةِ الْقَمَرِ

---

[1]…. نصیحۃ المسلمین (مشمولہ مجموعہ تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان و نصیحۃ المسلمین)، پہلی فصل ،اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا ماننا… صفحہ 347 ،میر محمد کتب خانہ، کراچی

يَكُوْنُ مَطَرًا مُدَّعِيًا عِلْمَ الْغَيْبِ لَا بِعَلَامَتِهٖ كُفْرٌ ''[1] یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ علم غیب کا ایک ایسا امر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اُس سے متفرد ہے بندوں کو اُس کے حصول کا کوئی طریقہ نہیں مگر اللہ بطریق وحی یا الہام کے بتائے یا بطریق معجزہ یا کرامت کے استدلال کرنا علامت سے جسمیں ممکن ہو، اس لیے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ چاند کے ہالہ کو دیکھ کر کوئی غیب کا مدعی بن کر کہے کہ پانی برسے گا یہ کفر ہے انتہی بلفظہٖ۔ اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ بندوں کا علم بالغیب کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں مگر اللہ جل شانہٗ کی تعلیم اور وحی و الہام کے ذریعہ سے بطور معجزہ اور کرامت کے ہوتا ہے پس جملہ مثبتین یہی کہہ رہے ہیں کہ حضرت کو یہ علم باعلامِ الٰہی حاصل ہوا اور یہ آنحضرت کا معجزہ ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مولوی کوچینی کا اقرار

رَدّ السیف مؤلفہ مولوی عبدالکریم کوچینی ص ۹، سطر ۲۲ میں ہے: ''پس علم ما کان و ما یکون اور جزئیات وکلیات کا اور علم خواطر و نیات کا جس وقت اللہ نے معلوم کرادیا[2] اُسی وقت میں ہوا، اور جس مجلس میں سارے عالم کے حالات بتادیئے اسی مجلس میں رہا نہ دایم و مستمر۔ پس جن جن واقعات کا کہ آپ نے بیان کئے ہیں سرور عالم سردارِ بنی آدم نبیِ اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سو وہ بطریق معجزہ[2] بتعلیم الٰہی اوقاتِ معینہ متعددہ میں ہوئے ہیں جس کو دوام و استمرار فی کل الاوقات نہیں ہے یہی قاعدہ سارے معجزات کا انبیاء علیہم السلام کے او رکرامات کا اولیاء عظام کے ہے نہ فی سائر الازمنۃ[2] ولا امکنۃ۔[3] انتھی بلفظہ۔

مخالفین کے قول سے تھوڑی دیر کے لئے شرک کا جائز ہونا لازم آتا ہے

صاحبانِ عقل وفہم اس عبارت پر غور فرمائیں اور یہ ملحوظ رکھیں کہ مولوی عبدالکریم جن کی

---

[1]....شرح العقائد النسفية، تحت قوله "وتصديق الكاهن بما يخبره عن الغيب كفر"، صفحه 351,352، مكتبة المدينة، كراتشي، الطبعة الاولىٰ: 1430ھ/2009م

کشف الغطا، صفحہ 64، سطر 14۔۔۔۔

[2]....اللہ نے معلوم کردیا۔۔۔ سورہ بطریق معجزہ۔۔۔ فی سائر الازکیۃ (م، ص 27)

[3]....ردالسیف، صفحہ 9، سطر 22

یہ عبارت ہے علمِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے پکے منکر ہیں مگر یہاں ادلۂ ثبوت سے مجبور ہوکر صراحت سے اقرار کررہے ہیں کہ علمِ ماکان و مایکون اور جزئیات وکلیات کا اور علمِ خواطر و نیات کا جس وقت اللہ تعالیٰ نے معلوم کرادیا اُسی وقت میں ہوا اور جس مجلس میں سارے عالم کے حالات بتادیئے اُسی مجلس میں رہا۔ اب دیکھئے کہ یہ کیسا صاف اقرار ہے مگر چونکہ مُنکرین میں سے ہیں اس وجہ سے ایک حیلہ بھی کرگئے کہ وہ ہمیشہ نہیں رہتا اور یہ صرف زبانی بات ہے اس پر نہ کوئی دلیل نہ شاہد، کوئی پوچھے کہ آپ نے کہاں تصریح پائی کہ علم عطا فرماکر چھین لیا جاتا ہے، بے دلیل محض تعصب سے یہ کہہ دیا کہ ہمیشہ نہیں رہتا۔

میں کہتا ہوں کہ جب آپ نے اقرار کرلیا تو تھوڑی دیر کے لیے مانا مگر اِس سے آپ کے مذہب کی سب تاروپود ٹوٹ گئی[1] کیونکہ جب اکابر طائفہ نے اثبات علم ماکان و مایکون ہی کا شرک بتایا ہے اور آپ نے وہ تھوڑی دیر کے لیے ثابت کیا تو آپ کا مدعا یہ ہوگیا کہ تھوڑی دیر کے لیے تو شرک ہوسکتا ہے یعنی انبیاء واولیاء (معاذ اللہ) خدا بن سکتے ہیں، استغفر اللہ۔ اے حضرت توبہ کیجئے اگر علم ماکان و مایکون کا اثبات[1] کسی مخلوق کے لیے بتعلیم الٰہی شرک ہوتا تو ایک لحظہ کے لیے بھی شرک ہوتا۔ اور جب آپ تھوڑی دیر کے لیے مان رہے ہیں تو ہمیشہ کے لیے تسلیم کرنا بھی شرک نہیں ہوسکتا۔ پھر کسی طرح ممکن نہیں کہ آپ یہ ثابت کرسکیں کہ وہ علم تھوڑی دیر کے بعد جاتا رہا اور اگر ممکن ہے تو ''**هاتوا برهانكم**'' [لاؤ اپنی دلیل] اور یہ تو عجب تماشہ کی بات کہی[1] کہ سب معجزات کا یہی حال ہے کہ اُنھیں بقا نہیں ہوتی۔ کیا خوب! ابھی جناب کو[1] معجزات کا حال معلوم نہیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کا سایہ نہ تھا، تو آپ کے قاعدہ کے بموجب تو تھوڑی دیر کے لیے یہ معجزہ رہنا چاہیے تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔ ملاحظہ ہو مدارک التنزیل، مطبوعہ مطبع میمنہ مصر، صفحہ ۳۲۱: ''**أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَا قَاطِعٌ بِكَذْبِ الْمُنَافِقِيْنَ لِأَنَّ اللّٰهَ عَصَمَكَ مِنْ وُقُوْعِ الذُّبَابِ عَلَى جِلْدِكَ لِأَنَّهُ يَقَعُ عَلَى النَّجَاسَاتِ**''[2][3]

---

[1]...مذہب کے سب تاروپود ٹوٹ گئے۔۔۔علم ماکان ویکون کا اثبات۔۔۔عجب تماشہ کی کہی۔۔۔ابھی حضور کو (م،ص27)

[2]...مدارك التنزيل وحقائق التأويل (تفسير النسفي)، پارہ 18، سورة النور (24)، تحت الآية ﴿لَوْلَا إِذْ...

وَفِیْهِ أَیْضًا "قَالَ عُثْمَانَ إِنَّ اللّٰهَ مَا أَوْقَعَ ظِلَّكَ عَلَى الْأَرْضِ لِئَلَّا یَضَعَ إِنْسَانٌ قَدَمَهُ عَلٰی ذٰلِكَ الظِّلِّ"[1][2]

اب آیات و احادیث و اقوال اکابرِ اُمت اور خود مخالفین کے اقراروں سے نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کے لیے علم ما کان وما یکون ثابت ہو گیا[3] اور یہی مدعا تھا۔[3] وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ أَجْمَعِیْنَ۔

بحمد اللہ تعالیٰ مسئلہ تو بصراحت تامہ نہایت مدلل لکھا گیا، اب میں حافظ واحد نور صاحب کے رسالہ "اعلاء کلمة الحق" کا رد شروع کرتا ہوں۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ وَبِیَدِهِ أَزِمَّةُ التَّحْقِیْقِ۔

۔۔۔سَمِعْتُمُوہ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَیْرًا وَقَالُوا هٰذَا إِفْكٌ مُبِیْنٌ﴾[آیت 12]، الجزء 2، صفحہ 492، دار الکلم الطیب، بیروت، الطبعة الأولی، 1419ھ 1998م

[3]....حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں عرض کیا کہ مجھے یقین ہے کہ منافق جھوٹے ہیں اس لئے کہ اللہ جل شانہ نے آپ کے جسم مبارک کو مکھی کے بیٹھنے سے محفوظ رکھا ہے اس لئے کہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے۔ ۱۲۔ غلام احمد سنبھلی

ف۔۔۔ بدن اقدس پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔

[1]....مدارك التنزیل وحقائق التأویل (تفسیر النسفی)، پارہ 18، سورة النور (24)، تحت الآیة﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَیْرًا وَقَالُوا هٰذَا إِفْكٌ مُبِیْنٌ﴾[آیت 12]، الجزء 2، صفحہ 492، دار الکلم الطیب، بیروت، الطبعة: الأولی، 1419ھ 1998م

[2]....یہ بھی مدارک میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا کہیں ایسا نہ ہو کہ اس پر قدم پڑے، سبحان اللہ۔ ۱۲۔ غلام احمد سنبھلی

ف۔۔۔ حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔

[3]....علم ما کان ویکون ثابت ہو گیا (م، ص 28)

[4]....**تنبیه:** مخالفین کے اقرار اور بھی جا بجا موجود تھے جو فاضل مؤلف جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء نے بلحاظ اختصار چھوڑ دیئے۔ ۱۲۔ غلام احمد سنبھلی (خط کشیدہ الفاظ نسخہ "م" میں درج نہیں تھے۔)

مولوی حافظ واحد نور صاحب کے رسالہ ”اعلاء کلمة الحق“ کا رد[1]

قَوْلُہ: الحق ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظّٰهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ اُسی کی شان ہے ہمارا یہی ایمان ہے۔ (اور حاشیہ پر ہے) اور مؤلف ”اعلام الاذکیاء“ نے اپنے رسالہ کے آخر میں یوں لکھا ہے ”وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مَنْ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظّٰهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ“[2]“[3]

آیۃ مبارکہ ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ﴾ الخ ثنائے الٰہی اور نعت رسالت پناہی دونوں کو شامل ہے۔

أَقُوْلُ: مؤلف ”اعلاء کلمة الحق“ نے گویا یہ اعتراض کیا کہ مؤلف اعلام الاذکیا یعنی جناب مولانا مولوی محمد سلامت اللہ صاحب نے جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ”هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ الخ“ لکھا اور یہ جناب حق سبحانہٗ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، پس مخفی نہ رہے کہ یہ کلمات[4] جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بیان کرنا نہ شرک ہے، نہ گناہ[5] جیسا کہ جانب مخالف نے سمجھا بلکہ ایسے کلمات وصفِ جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں لانا جائز اور اکابرِ اُمت کا طریقہ ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوۃ کے خطبہ میں فرماتے ہیں ”﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظّٰهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ

---

[1]۔۔۔۔ اس رد کا انداز یہ ہے کہ اولاً ”قَوْلُه“ کے عنوان سے حافظ واحد نور کے رسالہ ”اعلاء کلمة الحق“ کی عبارت ذکر کی جائے گی اور پھر ”أَقُوْلُ“ سے حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس کا رد فرمائیں گے۔

[2]۔۔۔۔ اعلام الاذکیاء، صفحہ 25، مطبع احمدی، کوچۂ لنگر خانہ ریاست رامپور، ہند ☆صفحہ 144، ضیائی دار الاشاعت، انجمن ضیائے طیبہ، سن اشاعت: فروری 2013

[3]۔۔۔ اعلاء کلمة الحق، صفحہ

[4]۔۔۔۔ اس عبارت میں رد السیف مؤلفہ مولوی عبد الکریم کوچینی کا بھی رد ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کے صفحہ 8 میں لکھا ہے کہ یہ صفات جناب باری کی ہیں حضرت کے لئے ثابت نہیں۔ ۱۲

نوٹ: یہ حاشیہ مکتبہ مشرق، بریلی اور راز ھر بک ڈپو، آرام باغ، کراچی کے نسخہ میں درج نہیں۔

[5]۔۔۔۔ بیان کرنا شرک ہے، نہ گناہ (م، ص 28)

> شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴾ ایں کلمات اعجاز سمات هم مشتمل بر ثنائے الهٰی ست تعالیٰ و تقدس که در کتاب مجید خطبهٔ کبریائی خود خوانده وهم متضمن نعت حضرت رسالت پنا هی است که وے سُبحٰنهٗ اور ابداں تسمیه و توصیف فرموده۔"[1] اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توصیف میں یہ الفاظ کہنا درست اور علمائے اُمت کا طریقہ ہے بلکہ خود حضرت حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توصیف میں یہ کلمات فرمائے ہیں۔

پس اب منکرین جو ان کلمات کو جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ناروا جانتے ہیں خدائے کریم مولائے رحیم پر کیا اعتراض نہ کرینگے کہ اُس نے خود حضرت کی شان میں یہ کلمات فرمائے۔ یگانۂ زمانہ جناب **الحاج حضرت مولانا المولوی احمد رضا خان**[2] **صاحب فاضل بریلوی** مدظلہ نے اپنے رسالہ مبارکہ جَزَآءُ اللّٰہِ عَدُوَّہٗ بِاِبَآئِہٖ خَتَمَ النُّبُوَّۃُ[3] ص ۳۴ میں نقل فرمایا: علامہ محمد بن احمد بن محمد بن محمد بن ابی بکر بن مرزوق تلمسانی[2] شرح شفا شریف میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جبریل نے حاضر ہو کر مجھے یوں سلام کیا "**اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَوَّلُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا آخِرُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ظَاهِرُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا بَاطِنُ**" میں نے فرمایا: اے جبریل! یہ صفات تو اللہ عزوجل کی ہیں کہ اسی کو لائق ہیں مجھ سے مخلوق کی کیونکر ہو سکتی ہیں[4]

---

[1]....مدارج النبوة، خطبه، الجزء 1، صفحه 2، مکتبه نوریه رضویه، سکهر، طباعت اول 1397ھ/1977م

ترجمہ: "وہی ذات اول وآخر اور ظاہر و باطن ہے اور وہی ہر شے کا جاننے والا ہے" یہ کلمات اعجاز اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں حمد و ثنا پر بھی مشتمل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (انہیں) قرآن مجید میں اپنی کبریائی کے ذکر و بیان کے خطبہ میں ارشاد فرمایا اور حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت وصفت کو بھی شامل ہیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان اسماء وصفات کے ساتھ آپ کی توصیف فرمائی۔ (مدارج النبوۃ (اردو ترجمہ)، خطبہ، ج 1، ص 12، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

[2].... مولانا الموی احمد رضا خان ۔۔۔ علامہ محمد بن احمد بن محمد بن محمد بن ابی بکر بن مرزوق تلمسانی (م، ص 29)

[3].... جَزَآءُ اللّٰہِ عَدُوَّہٗ بِاِبَآئِہٖ خَتَمَ النُّبُوَّۃُ (۱۳۱۷ھ) [ختم نبوت کا انکار کرنے پر اللہ تعالیٰ کا اپنے دشمن کو سزا دینا]: یہ رسالہ مبارکہ فتاوی رضویہ (مخرجہ)، رضا فاؤنڈیشن، لاہور کی جلد 15 کے صفحہ 629 تا 741 پر مطبوع ہے۔

[4].... یہ فرمانا آپ کا تواضعاً تھا۔ غلام احمد سنبھلی

نوٹ: یہ حاشیہ مکتبہ مشرق بریلی، جمال پریس دہلی اور ازھر بک ڈپو آرام باغ، کراچی کے نسخہ میں درج نہیں۔

جبریل نے عرض کیا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ حضور پر یوں سلام عرض کروں، اللہ تعالیٰ نے حضور کو ان صفات سے فضیلت دی اور تمام انبیاء و مرسلین پر ان سے خصوصیت بخشی اپنے نام و وصف سے حضور کے نام و وصف مشتق فرمائے ''وَسَمَّاكَ بِالْاَوَّلِ لِاَنَّكَ اَوَّلُ الْاَنْبِيَاءِ خَلْقًا وَسَمَّاكَ بِالْاٰخِرِ لِاَنَّكَ اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ فِی الْعَصْرِ وَ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ اِلٰی اٰخِرِ الْاُمَمِ'' حضور کا اول نام رکھا کہ حضور سب انبیاء سے آفرینش میں مقدم ہیں اور حضور کا آخر نام رکھا کہ حضور سب پیغمبروں سے زمانہ میں مؤخر و خاتم الانبیاء و نبی امت آخرین ہیں۔ باطن نام رکھا کہ اس نے اپنے نام پاک کے ساتھ حضور کا نام نامی سنہرے نور سے ساقِ عرش پر آفرینش آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو ہزار برس پہلے ابد تک لکھا پھر مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا میں نے حضور پر ہزار سال درود بھیجے اور ہزار سال بھیجے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو مبعوث کیا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور جگمگاتا سورج۔ حضور کو ظاہر نام عطا فرمایا کہ اس نے حضور کو تمام دینوں پر ظہور و غلبہ دیا اور حضور کی شریعت و فضیلت کو تمام اہلِ سماوات و ارض پر[1] ظاہر و آشکار کیا تو کوئی ایسا نہ رہا جس نے حضور پرنور پر درود نہ بھیجے ہوں، اللہ حضور پر درود بھیجے ''فَرَبُّكَ مَحْمُوْدٌ وَاَنْتَ مُحَمَّدٌ وَ رَبُّكَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَ اَنْتَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ'' پس حضور کا رب محمود ہے اور حضور محمد، حضور کا رب اول و آخر و ظاہر و باطن ہے اور حضور اول و آخر، ظاہر و باطن ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم نے فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنِیْ عَلٰی جَمِیْعِ النَّبِیّٖنَ حَتّٰی فِیْ اِسْمِیْ وَصِفَتِیْ'' سب خوبیاں اللہ عزوجل کو کہ جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی یہاں تک کہ میرے نام وصفت میں۔ انتہی ۔[2]

* * *

[1]…. تمام اہلِ سماوات پر وارض پر---- فَرَبُّكَ مَحْمُوْدٌ وَ رَبُّكَ الْاَوَّل (م، ص30)

[2]….جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة(1317هـ)،صفحه30,31،حسنی پریس محله سوداگران، بریلی، هند،تاریخ طباعت 26رمضان 1343هـ۔

☆العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة (مخرجه)، ج15،صفحه662،رضا فاؤنڈیشن، لاهور،پاکستان

شرح الشفا لملا علی القاری،القسم الأول (فی تعظیم العلی الأعلی جل وعلا)،الباب الثالث (فیما ورد من صحیح الأخبار ومشهورها بتعظیم قدره عند ربه عزوجل،فصل (فی تشریف الله تعالی له بما سماه به من أسمائه الحسنی)،الجزء1، صفحه515، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی:1421هـ۔

قَوْلُہٗ: اس علم غیب کے باب میں دو (۲) فرقے ہو گئے جس سے عوام خلجان میں پڑ گئے۔ ایک وہ گروہ جو پُرانے چال ڈھال پر جما ہوا ہے، یعنی جن کا عقیدہ سلف صالح کے موافق ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ علم غیب جس کا ایک شمہ اس راقم نے لکھا یہ علم بذاتہٖ تعالیٰ مختص ہے۔ رہا دوسرا گروہ جن کو ایجاد و اختراع کی فرصتیں ملیں ان لوگوں نے تیرھویں صدی میں اپنا خیال دگرگوں ظاہر کیا یعنی سوائے رب العزت دوسرے کے لیئے بھی علم غیب کے قائل ہوئے۔[1]

علم غیب کے متعلق فریقین کے اعتقاد

أَقُوْلُ: مؤلف اعلاء کلمۃ الحق نے دونوں فریقوں کے اعتقاد بیان کرنے میں انصاف کا خُون ناحق کیا ہے پہلے فریق کا عقیدہ پُورا ظاہر نہیں کیا، خیر اب میں دونوں فریقوں کے اعتقاد بیان کرتا ہوں فریق اوّل یعنی وہابی، جس کو جانب مخالف یعنی مؤلف اعلاء کلمۃ الحق نے سلف صالح کے موافق بتایا ہے، اس کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم علیہ أفضل الصلوٰۃ والتسلیم کا علم شیطانِ لعین کے علم سے بھی کم ہے (نعوذ باللہ من ذلك) چنانچہ براہین قاطعہ میں جو اس فریق کی مایۂ ناز کتاب ہے، ص ۴۷ میں

---[و لفظه:وقد روى التلمسانى عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نزل جبريل فسلم على فقال فى سلامه السلام عليك يا أول السلام عليك يا آخر السلام عليك يا ظاهر السلام عليك يا باطن فانكرت ذلك عليه وقلت يا جبريل كيف تكون هذه الصفة لمخلوق مثلى وإنما هذه صفة الخالق الذى لا تليق إلا به فقال يا محمد اعلم أن الله أمرنى أن اسلم بها عليك لأنه قد فضلك بهذه الصفة وخصك بها على جميع النبيين والمرسلين فشق لك اسما من اسمه ووصفا من وصفه وسماك بالأول لأنك أول الأنبياء خلقا وسماك بالآخر لأنك آخر الأنبياء فى العصر وخاتم الأنبياء إلى آخر الأمم وسماك بالباطن لأنه تعالى كتب اسمك مع اسمه بالنور الأحمر فى ساق العرش قبل أن يخلق أباك آدم بألفى عام إلى ما لا غاية له ولا نهاية فأمرنى بالصلاة عليك فصليت عليك يا محمد ألف عام بعد ألف عام حتى بعثك الله بشيرا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا وسماك بالظاهر لأنه أظهرك فى عصرك هذا على الدين كله وعرف شرعك وفضلك أهل السموات والأرض فما منهم من أحد إلا وقد صلى عليك صلى الله عليك فربك محمود وأنت محمد وربك الأول والآخر والظاهر والباطن وأنت الأول والآخر والباطن فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الحمد لله الذى فضلنى على جميع النبيين حتى فى اسمى وصفتى]

[1]....اعلاء كلمة الحق، صفحه

موجود ہے کہ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے فخر عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے ف کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"[1]

اے حضرت جانبِ مخالف صاحب آپ نے اپنے سلف صالح کے موافق گروہ کے عقیدہ میں اُس کی یہ تقریر بیان نہ کی اب ذرا انصاف تو فرمائیے کہ شیطان اور ملک الموت کے لیے یہ وسعت نص سے ثابت مان لی، اور فخر عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لئے اس وسعت کا قائل ہونا شرک بتا دیا۔ اس کے کیا معنی اگر بفرض محال یہ وسعت غیر خدا کے لیے تجویز کرنا اور مان لینا شرک ہے تو بھلا شیطان اور ملک الموت کے لیے تسلیم کرنا کیوں شرک نہیں، اور اُس پر طُرّہ یہ کہ وہ نص سے ثابت کہہ رہا ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ شرک نص سے ثابت ہے ف (معاذ اللہ) اب جانبِ مخالف سے سوال یہ ہے کہ کیا وہ اپنے اس سلف صالح کے موافق کو مسلمان کہیں گے جس نے نعوذ باللہ خدائے پاک اور قرآنِ مجید دونوں کو مشرک گر بتایا ظلم ہے کہ شرک نص سے ثابت بتایا۔ اگر سلف صالح کی موافقت اسی کا نام ہے اور آپ کے سلف صالح ایسے ہی تھے تو خدا ہم کو اور سب مسلمانوں کو اُن کی موافقت سے محفوظ رکھے۔

دوسرے یہ کہ جانب مخالف ف نے اپنے رسالہ اعلاء کلمۃ الحق کے صـ ۶ میں لکھا ہے کہ "حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اعلم الخلائق ہیں، یعنی مخلوقات میں سب سے بڑھ کر عالِم ہیں کیونکہ یہ بات اولاً اجماع سے ثابت ہے۔"[2]

اَقُوْلُ: اب میں پوچھتا ہوں کہ جانبِ مخالف صاحب کے نزدیک شیطان اور ملک الموت مخلوقات میں ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کہیے تب تو کیا ٹھکانا ہے، اور اگر کہیے کہ ہاں مخلوق ہیں تو براہین قاطعہ کی عبارتِ مذکورہ کے اعتبار سے شرک ہے اس لئے کہ صاحبِ

ف ـــ براہین قاطعہ میں شیطان وملک الموت کی وسعت علم کا اقرار اور فخر عالم کی وسعت علمی کا انکار کیا ہے۔

[1]....براہین قاطعہ، صفحہ 51، مطبع بلالی ساڈھورہ/صفحہ 55، کتب خانہ امدادیہ دیوبند یوپی انڈیا

ف ـــ صاحب براہین کا شرک کو نص سے ثابت بتانا۔

[2]....اعلاء کلمۃ الحق، صفحہ 6

ف ـــ جانب مخالف کے قول سے فخر عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا اعلم الخلق ہونا۔

براہین کے نزدیک شیطان اور ملک الموت کی برابر وسعت ثابت کرنا بھی شرک ہے اور یہ حضرت تو سب خلق سے زیادہ وسعت ثابت کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کے عالم بتاتے ہیں تو اپنے سلف صالح کے موافق گروہ کے نزدیک تو پکے مشرک ہوئے، اب جانبِ مخالف سے یہ سوال ہے کہ وہ اپنے سلف صالح کے موافق گروہ کے حکم کے بموجب اپنا مشرک ہونا تسلیم کرینگے یا اُن کے سلف صالح کے موافق ہونے سے انکار۔ صاحبانِ انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ مؤلف اعلاء کلمة الحق کا فریق اول کو سلف صالح کے موافق کہدینا اور فریق ثانی یعنی اہلِ سُنّت کو برا بتانا کیا انصاف کی گردن پر چھری پھیرنا نہیں ہے۔

صاحبِ تقویۃ الایمان کے نزدیک حضرت کے لئے علم ثابت کرنا خواہ ذاتی ہو یا عطائی ہر طرح شرک ہے اور اس کا جواب

ابھی اتنے ہی سے نہ گھبرایئے بلکہ اپنے سلف صالح کے سرغنہ اور پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی کی خیر منایئے اور اُن کا قول انصاف کی میزان میں تول کر خود اپنے انصاف پر آفرین کہیے کہ آپ کے گروہ کے معلم اوّل مولوی اسمٰعیل تقویۃ الایمان میں یہ لکھتے ہیں: پھر خواہ یوں سمجھیے کہ یہ بات اُن کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض کہ اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (از تقویۃ الایمان، ص۱۰، مطبوعہ مجتبائی)[1]

مخالفین کے اقوال سے لازم آتا ہے کہ یا تو علام الغیوب تعلیم پر قادر نہیں یا اسے طرزِ تعلیم نہیں آتا۔ معاذ اللہ۔

جناب رسالتمآب عدیم النظیر یعنی علیم وخبیر کے عدیم المثل و بے نظیر ہونے کے انکار میں تو محالات تک تحتِ قدرت بتائیں۔ کذب جیسے قبیح امر کو خدائے پاک کے لیے جائز کہیں، اہلِ سُنّت کو منکرِ قدرت قرار دیں۔ معاذ اللہ! اور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علم کے انکار

---

[1].... تقویۃ الایمان، صفحہ 22، آخری سطر، میر محمد کتب خانہ، کراچی

میں اللہ جل شانہ کو تعلیم پر بھی قادر نہ جانیں، اور آنکھیں بدل کر صاف کہہ جائیں کہ اللہ کی تعلیم سے بھی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو یہ علم نہیں ہوسکتا، جسکے یہ معنی کہ یا تو وہ علام الغیوب تعلیم پر قادر نہیں نعوذ باللہ یا اُس کی تعلیم ایسی ناقص کہ جس کو تعلیم کرے اُسے علم نہیں آسکتا معاذ اللہ۔ ہمارے جانبِ مخالف صاحب کہ ان سب باتوں کو سلف صالح کے موافق بتا رہے ہیں، ذرا وہ اپنے سلف صالح مولوی اسمٰعیل دہلوی کے قول کے بموجب یہ ثابت کر دیں کہ اللہ کے دینے سے بھی شرک ثابت ہوتا ہے یعنی اللہ کا تعلیم کرنا بھی شرک ہے۔

صاحبِ تقویۃ الایمان کے نزدیک علم الٰہی بھی ذاتی نہیں

یہ مسئلہ تو صاف بتا رہا ہے کہ صاحبِ تقویۃ الایمان کے نزدیک علم الٰہی بھی (نعوذ باللہ) عطائی یعنی کسی کی تعلیم سے ہے، اس لیے کہ شرک تو جب ہی لازم آئے گا کہ اللہ جل شانہ کا علم بھی ذاتی نہ ہو، ورنہ اتنا بڑا فرق ہونے پر کیسے شرک ہوسکتا ہے۔

صاحبِ تقویۃ الایمان کے نزدیک
اللہ تعالیٰ کو بھی تمام چیزوں کا ہر وقت علم نہیں

ابھی تو علمِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں کلام تھا اور ہمارے جانبِ مخالف اپنے سلف صالح کی موافقت میں تنقیصِ علمِ نبوی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے درپے تھے کہ اُن کے سیّد الطائفہ سلفِ صالح مولوی اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک اللہ جل شانہ کا علم بھی ذاتی نہ رہا (خدا کی پناہ) چنانچہ وہ تقویۃ الایمان میں یوں لکھتے ہیں: ”سو اس طرح کا غیب کہ جس وقت چاہے معلوم کر لیجیے اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔“[1]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی ہر وقت تمام چیزوں کا علم نہیں ہے بلکہ جب کبھی کسی چیز کا علم چاہتا ہے معلوم کر لیتا ہے۔[2] اب ذرا جانبِ مخالف غور کریں کہ اُنھوں نے

---

[1].... تقویۃ الایمان، صفحہ 29، سطر 19، میر محمد کتب خانہ، کراچی

[2].... معلوم کر لیتا ہے۔ اللہ جل شانہ [illegible] سے معلوم کر لیتا ہے؟ اگر مولوی اسماعیل سے دریافت کیا جاتا تو شاید وہ یہی کہتے کہ میرے پیر سید [illegible] سے دریافت کر لیتا ہے انہی [illegible] بہت خصوصیت [illegible] میں باتھ---

انصاف کا خون کیا یا نہیں کہ جو فریق اللہ جل شانہٗ کے علم کو بھی ناقص بتاتا ہے اُس کو سلف صالح کے موافق بتادیا۔

علم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اہل سنت کا اعتقاد

فریقِ ثانی یعنی ''اہلِ سُنت'' کا اعتقاد یہ ہے کہ آنحضرت سراپا رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتعلیم الٰہی جمیع کائنات کا علم ہے اور وہ علم الٰہی کے دریائے عظیم کا ایک قطرہ ہے۔ چنانچہ یہ مضمون بار بار رسالوں میں شائع ہو چکا ہے۔

فریق اول یعنی ''وہابی'' اس کو شرک کہتے ہیں۔ جانب مخالف انصاف کریں کہ اس کو شرک کہنے کے یہ معنی ہیں کہ یہ بعینہ صفت خاص خدا کی تھی جو بندہ میں ثابت کی گئی تو ضرور معترض یعنی وہابیہ کے نزدیک (معاذ اللہ) خدا کا علم بھی تعلیمی ہے اور خدا کا بھی کوئی نہ کوئی ضرور اُستاد ہے جس نے اس کو تعلیم کیا (استغفر اللہ) کیا جانب مخالف کے نزدیک فریق اوّل سلفِ صالح کے موافق ہے جو حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ اور اُس کے حبیب معظم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کا انکار کرتا ہے جس کے نزدیک خدا کے لئے شاگرد بن کر علم سیکھنا ضروری ہے۔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہر طرح کا علم ثابت کرنا شرک ہے۔ لاحول ولاقوۃ اِلّا بااللہ العلی العظیم۔ الٰہی جانب مخالف اور اس کے فریق کو ہدایت فرما۔

جانب مخالف کا غیب کی تعریف میں غلطی کرنا

قَوْلُہٗ: اور بعض اہل علم نے غیب کی یوں تعریف کی ہے کہ غیب وہ ہے جو حواس یا عقل سے معلوم نہ ہو سکے اور نہ حضرت حق سبحانہ نے کسی کو اس پر اطلاع دی ہو۔ خاص رب

۔۔۔تھام کر کلام ہوتا ہے ایسے ہی دیو بندیوں نے براہین قاطعہ میں لکھا کہ رسول اللہ کو اردو بولنا دیو بند کے مدرسہ کے تعلق سے آ گیا۔ [براہین قاطعہ، صفحہ 30، کتب خانہ امدادیہ دیو بند، یوپی، انڈیا] انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاگرد بنا دیا ان کے پیشوا نے خدا تعالیٰ کو، پھر یہ کیسے گوارا ہو سکے کہ خدا اور رسول کے لئے اپنے آپ سے زیادہ علم تسلیم کر لیں شاگردوں سے بھی علم میں کم قرار پائیں۔ معاذ اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اہل اسلام ان بیہودہ باتوں پر نظر ڈالیں۔ ۱۲

العزت ہی کو معلوم ہو نہ غیر کو۔

اَقُوْلُ: آپ کی لیاقت علمی بھی قابل تعریف ہے۔ وہ بعضے اہل علم کون سے ہیں[1] جنھوں نے غیب کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ سوائے رب العزت کے اور کوئی اُس کو نہ جانے اور نہ حق سبحانہ تعالیٰ نے کسی کو اُس پر اطلاع دی ہو۔ غالبًا یہ بعض اہل علم بھی ویسے ہی ہونگے، جیسے وہ آپ کے سلف صالح کے موافق گروہ والے تھے۔

فتوی مولوی غلام محمد اور کشف الغطاء اور نصیحۃ المسلمین اور ردالسیف کے اس قول کا رد کہ "جو بتادیا جائے اسے غیب نہیں کہتے۔"

اکثر جہلا یہ کہا کرتے ہیں کہ جب اللّٰہ نے تعلیم کیا تو وہ غیب کہاں رہا۔ یہ غلطی اِسی باعث سے ہوئی کہ یہ لوگ غیب کے معنی سے ناواقف ہیں۔ اب غیب کے معنی سنیے: تفسیر بیضاوی میں ہے "وَالْمُرَادُ بِهِ الْخَفِيُّ الَّذِیْ لَا یُدْرِکُهُ الْحِسُّ وَلَا تَقْتَضِیْهِ بَدِیْهَةُ الْعَقْلِ"[2] یعنی غیب اُس پوشیدہ چیز کا نام ہے جس کو حس ادراک نہیں کرتی اور بداہۃ عقل پا نہیں لیتی اس میں یہ کہیں ذکر نہیں کہ اس کی تعلیم نہیں ہوسکتی یا تعلیم سے غیب پر غیب کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یہ مخالف صاحب نے اپنی طرف سے بے ثبوت محض خلاف تصریحات مفسرین لکھ دیا اور کتب معتبرہ کی طرف اصلا التفات نہ کیا۔ افسوس ہے دینی مسائل میں یہ ہوا بندیاں اپنی طبیعت سے جو چاہا لکھ دیا جس کا ثبوت فضاء عالم میں عقلاء علماء کی نظر میں آپ کا یہ طرز عمل آپ کی کیا وقعت پیدا کرے گا۔

غیب کے معنی کی تحقیق میں تفسیروں کی عبارتیں

تفسیر کبیر ملاحظہ ہو، آیۃ کریمہ ﴿ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ﴾[3] کے تحت مسطور ہے قَوْلُ جُمْهُوْرِ الْمُفَسِّرِیْنَ أَنَّ الْغَیْبَ هُوَ الَّذِیْ یَکُوْنُ غَائِبًا عَنِ الْحَاسَّةِ ثُمَّ[4] هٰذَا الْغَیْبُ

---

[1]۔۔۔۔ وہ بعضے علم کون سے ہیں (د، ص33)

[2]۔۔۔۔ أنوار التنزيل وأسرار التأويل (تفسير البيضاوي)، پارہ1، سورۃ البقرۃ (2)، تحت الآیۃ ﴿ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ﴾ [آیت3]، الجزء1، صفحہ38، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى 1418ھ

[3]۔۔۔۔ القرآن الکریم، پارہ1، سورۃ البقرۃ (2)، آیت3

يَنْقَسِمُ إِلَى مَا عَلَيْهِ دَلِيلٌ، وَإِلَى مَا لَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ "[1] یعنی جمہور مفسرین کا قول ہے کہ غیب وہ ہے جو حواس سے غائب ہو۔ پھر اس غیب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس پر دلیل نہ ہو جس غیب کی دلیل نہ ہو وہ جناب حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ رہا وہ غیب جس پر دلیل ہو وہ مخلوق کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اللہ سبحانہ کا علم تو کسی دلیل یا تعلیم کا محتاج ہی نہیں تو ضرور اس قسم کا غیب بندوں کے ساتھ خاص ہوگا۔

بتائے ہوئے کو غیب کہتے ہیں

اب فرمائیے کہ جناب کا یہ قول کہ حق سبحانہ نے کسی کو اس پر اطلاع نہ دی ہو کتنا کھلا باطل اور کتب دینیہ اور جمہور مفسرین کے خلاف ہے۔ کیا آپ کے نزدیک خداوندِ عالم غیب کی تعلیم پر قادر نہیں ہے اور اُس پر کسی کو مطلع نہیں فرما سکتا۔ آپ تو حافظ ہیں قرآن پاک سے دریافت کیجئے کہ اللہ سبحانہ اپنے بندوں کو غیب پر اطلاع دیتا ہے یا نہیں۔ ارشاد فرماتا ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾[2] دیکھئے اس آیت میں کیسا صاف فرما دیا کہ مجتبیٰ رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے اس مضمون کی آیتیں لکھی جائیں تو ذخیرہ ہو جائے مگر افسوس آپ ضد اور تعصب کے جوش میں قرآن پاک کا خلاف کرتے چلے جاتے ہیں اور اب تو فرمائیے کہ غیب بتایا جاتا ہے یا نہیں؟ اللہ انصاف عطا فرمائے۔

آیت ﴿عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ پر مخالفین کا شبہ اور اس کا جواب

قَوْلُهٗ: چنانچہ اس نفی غیر پر آیۃ کریمہ ﴿وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ﴾[3] ناطق ہے۔

---

[4]....عَنِ الْخَاتَمْ ("م،ذ"، ص34)

[1]....مفاتیح الغیب(التفسیر الکبیر)، پارہ1، سورۃ البقرۃ(2)، تحت الآیۃ﴿اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾[آیت3]، الجزء2، صفحہ273، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثالثة: 1420ھ [وفیه: مَالَيْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلٌ]

[2].... القرآن الکریم، پارہ4، سورۃ آل عمران(3)، آیت179

[3]....القرآن الکریم، پارہ7، سورۃ الانعام(6)، آیت59

اَقُوْلُ: جانبِ مخالف نے یہ آیت اس لئے نقل کی ہے تا کہ یہ ثابت کرے کہ سوائے خدا کے کوئی غیب کو نہیں جانتا۔ مگر ہم اوپر بوضاحت بیان کر چکے ہیں کہ وہ غیب جس پر دلیل ہے اللہ جل شانہ، کے ساتھ خاص نہیں۔ فـــ آیت بیشک حق ہے لیکن اس سے یہ ثابت کرنا سراسر باطل ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے کسی کو غیب کا علم تعلیم نہیں فرمایا نہ آیت کا یہ ترجمہ ہے نہ مفاد بلکہ آیت میں اُس غیب کی نفی ہے جس پر دلیل نہیں اور جس کو علم ذاتی بھی کہہ سکتے ہیں یعنی جو بے تعلیم خود بخود حاصل ہو اور اگر یہ مراد نہ ہو بلکہ آیت کا یہ مطلب ہو کہ اللہ جل شانہ، کے سوا کسی کو غیب کا علم تعلیم الٰہی سے بھی نہیں ہو سکتا تو اوّل تو اللہ جل شانہ، کا عجز لازم آئے گا۔ (نعوذ باللہ)

غیب کا علم اللہ جل شانہ کی تعلیم سے انبیا و اولیاء کو حاصل ہے

اور **ثانیاً** آیۂ وافی ہدایہ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾[1] اور آیۂ کریمہ ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾[2] کے بالکل خلاف ہوگا اس لئے کہ ان آیتوں سے خوب ظاہر ہے کہ اللہ جل شانہ، اپنے مجتبیٰ مرتضیٰ رسولوں کو غیب پر مطلع فرما دیتا ہے۔ پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہوگا کہ یہ علم تعلیم الٰہی سے بھی حاصل نہیں بلکہ ضرور یہی مطلب ہوگا کہ خود بخود اپنی ذات اور اٹکل سے کوئی غیب نہیں جانتا البتہ بتعلیم الٰہی انبیاء علیہم السلام جانتے ہیں چنانچہ امام مناوی رحمہ الباری روض النضیر شرح جامع صغیر میں تحریر فرماتے ہیں: فَاَمَّا قَوْلُهٗ ﴿لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ﴾ فَمُفَسَّرٌ بِاَنَّهٗ لَا يَعْلَمُهَا اَحَدٌ بِذَاتِهٖ وَمِنْ ذَاتِهٖ اِلَّا هُوَ لٰكِنْ قَدْ يَعْلَمُ بِاِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنَّ ثَمَّةَ مَنْ يَعْلَمُهَا وَقَدْ وَجَدْنَا ذٰلِكَ بِغَيْرِ وَاحِدٍ كَمَا رَاَيْنَا جَمَاعَةً عَلِمُوْا مَتٰى يَمُوْتُوْنَ وَعَلِمُوْا مَا فِي الْاَرْحَامِ حَالَ حَمْلِ الْمَرْاَةِ وَقَبْلِهٖ[3] یعنی آیۃ ﴿وَعِنْدَهٗ﴾ الآیۃ کی تفسیر

* * *

فـــ جس غیب پر دلیل ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں۔

[1]....القرآن الکریم ، پارہ 4، سورۃ آل عمران (3)، آیت 179

[2]....القرآن الکریم ، پارہ 29، سورۃ الجن (72)، آیت 26,27

ترجمۂ کنزالایمان: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

یہ ہے: مفاتح غیب کی کوئی خود بخود سوا خدائے تعالیٰ کے نہیں جانتا اور اس کی تعلیم سے یقیناً جان لیتا ہے اور ہم نے ایسی جماعتوں کو دیکھا کہ جنھوں نے یہ جان لیا کہ کہاں مریں گے اور حالت حمل میں اور اس سے پہلے یہ معلوم کر لیا کہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے۔ لڑکا یا لڑکی۔ کہئے اب بھی آیت کے معنی معلوم ہوئے یا کچھ تردد باقی ہے۔ آپ کا آیت کو سند بنانا آیت کے معنی تک نہ پہنچنے کا ثمرہ تھا۔ پہلے ہی تحقیق کر کے معنی سمجھ لئے ہوتے تو اس وقت شرمندگی نہ ہوتی۔ لیکن خیال باطل کی تائید اور مذہب مردود کی حمایت آپ کو دیدہ و دانستہ بھی ایسے اعتراض پیش کرنے پر مجبور کرے تو تعجب نہیں اس لئے مناسب ہے کہ میں آپ کو خوب اطمینان دلاؤں ملاحظہ فرمایئے تفسیر احمدی، اُس میں ہے۔ ”وَلَكَ أَنْ تَقُوْلَ أَنَّ عِلْمَ هٰذِهِ الْخَمْسَةِ وَأَنْ كَانَ لَا يَعْلَمُهَا أَحَدٌ أَلَّا اللّٰه لٰكِنْ يَجُوْزُ أَنْ يُّعَلِّمَهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ مُحِبِّيْهِ وَأَوْلِيَائِهٖ بِقَرِيْنَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿أَنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ بِمَعْنَى الْمُخْبِرِ“[1] اس تفسیر سے بھی صاف ظاہر ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے محبین اور اولیاء میں سے جس کو چاہے امور خمسہ کا علم بھی تعلیم فرمادے الغرض جتنی آیتوں میں یہ مذکور ہے کہ کوئی غیب کو نہیں جانتا سب میں یہی مقصود ہے کہ خود بخود بے تعلیم الٰہی نہیں جانتا ف— ملاحظہ ہو جمع النہایۃ فی بدء الخیر والغایۃ، علامہ شنوانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”لَا يَعْلَمُ مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا اللّٰهُ فَلَا يَعْلَمُ ذٰلِكَ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَ لَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ قَالَ بَعْضُ الْمُفَسِّرِيْنَ لَا يَعْلَمُ هٰذِهِ الْخَمْسَ عِلْمًا لَدُنِّياً ذَاتِيًا بِلَا وَاسِطَةٍ

---

[3]....فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، حرف المیم، تحت رقم الحدیث 10824، الجزء 5، صفحہ 525، المکتبۃ التجاریۃ الکبری -مصر، الطبعۃ :الأولی، 1356 (بلفظہ)

[1]....مفاتح غیب کی کوئی خود بخود سوا خدا تعالیٰ کے نہیں جانتا (د، ص 35)

[2]....التفسیرات الأحمدیۃ فی بیان الآیات الشرعیۃ، پارہ 21، سورۃ لقمن (31)، تحت الآیۃ ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ...﴾ [آیت 34]، صفحہ 608، المطبع الکریمی، بمبئی، سن طباعت: 1327ھ

ترجمہ: اور آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان پانچ چیزوں کا علم (خود بخود) اگرچہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں مگر یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیا و محبین میں سے جسے چاہے ان باتوں کا علم عطا کر دے اور اس جواز پر دلیل و قرینہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿أَنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ ہے کہ ”خبیر“ کا معنی خبر دینے والا ہے۔ (تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ”بے شک اللہ تعالیٰ ان پانچ چیزوں کا علم رکھنے والا اور اپنے اولیا و محبین میں سے جسے چاہے ان کی خبر دینے والا ہے۔“)

ف___ جتنی آیتوں میں یہ مذکور ہے کہ کوئی غیب کو نہیں جانتا ان سب میں یہی مقصود ہے کہ بے تعلیم نہیں جانتا

اِلَّا اللّٰہُ فَالْعِلْمُ بِھٰذِہِ الصِّفَۃِ مِمَّا اخْتَصَّ اللّٰہُ تَعَالٰی بِھَا وَاَمَّا بِوَاسِطَۃٍ فَلَا یَخْتَصُّ بِہٖ تَعَالٰی "[1] حاصل یہ کہ امور خمسہ کا علم ذاتی لدنی بے واسطہ اللہ جل شانہٗ کے سوا کسی کو نہیں۔ لیکن علم بواسطہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص نہیں وہ سبحانہٗ جسے چاہے تعلیم فرمادے اور اُس نے جسے چاہا تعلیم فرمایا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں "ومراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچکس اینہا داناند و آنہا از امور غیب اند کہ جز خدائے کسے آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بوحی و الہام بداناند "[2] اب تو بالکل پردہ اُٹھ گیا کہ مراد یہ ہے کہ بے تعلیم الٰہی کوئی شخص ان امور کو اٹکل اور قیاس سے نہیں جانتا کہ یہ امور غیب ہیں سوائے خدا کے کوئی اُس کا جاننے والا نہیں مگر جس کو اللہ جل شانہٗ نے وحی والہام کے ذریعہ سے تعلیم فرمایا ہو۔ اب بخوبی ثابت ہوگیا کہ آیۃ شریفہ میں غیب کی نفی مطلق نہیں بلکہ خود بخود اپنی عقل سے جاننے کی نفی ہے۔ جانب مخالف نے آیت کے معنی سمجھنے میں خطا کی اور غلط استدلال کیا۔ مذکورہ بالا جملہ روایات وتفاسیر کا خلاف کیا اگر اُن پر نظر نہ تھی تو آیت سے استدلال کرنے میں جرأت نہ کرنا چاہیے تھا۔ عجب ہے کہ مخالف اپنی غلط فہمی کو اپنے باطل مدعا کی دلیل بنانا چاہتا ہے۔

---

[1]....جمع النہایۃ فی بدء الخیر و الغایۃ للشنوانی،

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی پس نہ تو کوئی مقرب فرشتہ اس کا علم رکھتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی مرسل، بعض مفسرین نے فرمایا کہ بغیر کسی واسطہ کے اپنی طرف سے ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں رکھتا، کہ اس طرح کا علم اللہ تعالیٰ کے خصائص میں سے ہے بہر حال کسی واسطہ کے ذریعے ان چیزوں کا علم رکھنا تو یہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ نہیں ہے۔ (سو انبیا و اولیا کے لئے ایسا علم ماننے میں کوئی حرج نہیں۔)

[2]....اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، الفصل الاول، تحت حدیث ابی ہریرۃ (وَاِذَا رَأَیْتَ الْحُفَاۃَ الْعُرَاۃَ.....الخ) [رقم 3]، الجزء 1، صفحہ 44، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان

[وفیہ جز خدا کسے--- کسے را بداناند بوحی و الہام]

ترجمہ: اور نفی علم سے مراد یہ ہے کہ بے تعلیم الٰہی محض عقل کے ذریعے ان مذکورہ چیزوں کو کوئی نہیں جان سکتا اور یہ ان امور غیبیہ میں سے ہیں جن کا صرف خدا تعالیٰ کو ہی علم ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو وحی والہام کے ذریعے بتا دے تو یہ امر دیگر ہے۔

(شرح مشکوۃ ترجمہ اشعۃ اللمعات، جلد 1، صفحہ 210، فرید بک سٹال، لاہور، الطبع الثانی: صفر 1424ھ/اپریل 2003ء)

شرح فقہ اکبر کی عبارت میں جانب مخالف اور صاحب کشف الغطاء وسہم الغیب ورد السیف کی غلط فہمی اور اس کا جواب

قَوْلُهٗ: اور اسی معنی کے اعتبار سے مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر میں تحریر فرمایا ہے: ''وَذَكَرَ الْحَنَفِيَّةُ تَصْرِيْحًا بِالتَّكْفِيْرِ بِاِعْتِقَادِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمُعَارَضَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾''[1]

أَقُوْلُ: علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ اسی غیب پر حکم تکفیر نقل کرتے ہیں کہ جس پر دلیل نہ ہو اور یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس غیب پر دلیل نہ ہو وہ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ کیساتھ خاص ہے جیسا کہ مذکور ہو چکا۔

ملا علی قاری کی شرح شفا سے فخر عالم کے لئے ماکان ومایکون کے علم کا اثبات

رہا وہ غیب جس پر دلیل ہے وہ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرحمت فرمایا ہے۔ لطف تو جب ہے کہ میں اس مدعا پر خود علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کی شہادت پیش کروں جن سے جانب مخالف نے استدلال پیش کیا[2] ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ شرح شفا جلد اوّل، ص ۷۷ میں فرماتے ہیں: (مَا اطَّلَعَ عَلَيْهِ مِنَ الْغُيُوْبِ) أَيْ الْأُمُوْرِ الْمُغَيَّبَةِ فِي الْحَالِ (وَمَا يَكُوْنُ) أَيْ سَيَكُوْنُ فِي الْاِسْتِقْبَالِ[3] مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امور غیبیہ بہ حال واستقبال[2] پر

---

[1]…. شرح فقہ اکبر لملا علی القاری، مسائل ملحقات لا بد من ذکرها فی بیان الاعتقادیات، حکم تصدیق الکاهن بما یخبر به من الغیب، صفحه 151، قدیمی کتب خانه، کراچی

ترجمہ: احناف نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم غیب ماننے کے عقیدہ پر تکفیر کی صراحت کی ہے کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کے معارض ہے۔

[2]…. جانب مخالف نے استدلال کیا۔ ۔ ۔ امور غیبیہ یہ حال واستقبال (م، ص 36,37)

[2]…. شرح الشفا لملا علی القاری، القسم الأول (فی تعظیم العلی الأعلی جل وعلا)، الْبَابُ الرَّابِعُ (فِيْمَا أَظْهَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى يَدَيْهِ مِنَ الْمُعْجِزَاتِ وَشَرَّفَهُ بِهٖ مِنَ الْخَصَائِصِ والکرامات)، فصل (وَمِنْ ذٰلِكَ مَا أَطْلَعَ عَلَيْهِ مِنَ الْغُيُوْبِ)، الجزء 1، صفحه 679، دار الکتب العلمیة، بیروت الطبعة الأولی 1421ھ

مطلع فرمایا ہے۔ کیا یہی علامہ علی قاری خود اسی پر کفر کا فتویٰ بھی دیتے ہیں۔ اے مخالف صاحب ذرا ہوش وخرد سے کام لیجئے آپ کا خیال کہاں ہے۔

حضرت کا ایک مجلس میں جمیع احوال مخلوقات دنیا و آخرت کی خبر دینا ایک بڑا معجزہ ہے

اور تماشہ دیکھئے پھر یہی علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف جلد پنجم، ص ۳۲۷ میں امام ابن حجر عسقلانی سے نقل کرتے ہیں ’’دَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَنَّهٗ اَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيْعِ أَحْوَالِ الْمَخْلُوقَاتِ مِنَ الْمَبْدَأِ وَالْمَعَادِ وَالْمَعَاشِ، وَتَيْسِيرُ إِيرَادِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ مِنْ خَوَارِقِ الْعَادَةِ أَمْرٌ عَظِيمٌ‘‘[1] یعنی حضور سید یوم النشور صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ نے ایک ہی مجلس میں مبداء اور معاش اور معاد دنیا و آخرت سب کی خبر دی اور یہ خوارق عادت میں سے ایک بڑا امر ہے اور ابھی یہی نہیں کہا جا سکتا کہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم[2] اسی میں منحصر ہے بلکہ اس علم عظیم کی غایت کا درک ہماری قدرت سے باہر ہے اس سے وہی ذات پاک واقف ہے جس نے عطا فرمایا۔

اب فرمائیے کہ یہی ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ جن کی عبارتیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم عطائی نسبت امور غیب صاف ثابت کر رہی ہیں اور اس وضاحت سے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین اور دنیا کے سب امور سے واقف تھے بلکہ اُس کی اطلاع بھی دی۔ کیا یہی علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی پر اعتقاد والے کو کافر بتاتے ہیں؟ مجھے مخالفین کی عقلوں پر تعجب آتا ہے کہ وہ کس قسم کے لوگ ہیں جو اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ علامہ علی قاری رحمہ الباری اپنے ہی اعتقاد پر کفر کا فتویٰ دے سکتے ہیں وہ عبارت جو جانب مخالف نے نقل کی اس میں اسی غیب کے اعتقاد پر تکفیر کی ہے کہ جس پر دلیل نہیں یعنی علامہ قاری رحمہ اللہ نے کسی مخلوق کے بالذات و بے

---

[1]....مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، كِتَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّار، بَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ وَذِكْرِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، الفصل الاول، تحت رقم الحديث 5699، الجزء 9، صفحه 3634، دار الفكر، بیروت، لبنان، الطبعة الأولى 1422ھ - 2002م

[2]....جناب مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم (م، ص 37)

تعلیم الٰہی عالم ہونے کے اعتقاد پر تکفیر کا حکم نقل کیا اور یہ بالکل صحیح اور ہمارا مذہب ہے، جانب مخالف کی خوش لیاقتی کہیے یا جوش تعصب سمجھیے کہ انھوں نے مثبتین علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس عبارت سے حکم تکفیر لگا دیا اور یہ کہ پوری عبارت بھی نقل نہیں کی جو مطلب واضح کر دیتی پوری عبارت مُلا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ ہے ”ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يَعْلَمِ الْمُغَيَّبَاتِ مِنَ الْأَشْيَاءِ اِلَّا مَا عَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَذَكَرَ الْحَنَفِيَّةُ تَصْرِيْحًا بِالتَّكْفِيْرِ بِاِعْتِقَادِ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمُعَارَضَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾“[1] اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام غیب نہیں جانتے مگر اسی قسم کا جو تعلیم الٰہی سے ہو۔ اور حنفیہ نے اس اعتقاد پر تکفیر کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بخود یعنی بیواسطہ تعلیم الٰہی کے عالم الغیب ہیں اور یہ بالکل بجا ہے۔ کس قدر صاف بات تھی جس کو عبارت کی قطع و برید سے پیچیدہ کرنا چاہا ہے۔

قَوْلُہٗ: پس اس بیان سے یہ امر خوب ظاہر ہو گیا کہ جناب رب العالمین مطلقاً علام الغیوب ہے اور خلائق کو باطلاعہ تعالیٰ بعض مغیبات کا علم عطا ہو گیا ہے (الیٰ ان قال) تو مخلوق کا علم خالق رب الارباب کے علم کے مساوی اور برابر نہیں ہو سکتا۔ الخ

أَقُوْلُ: اولاً حافظہ نباشد کا مضمون ہے۔ ابھی تو آپ یہ فرما چکے ہیں کہ ”غیب وہ ہے جو حواس یا عقل سے معلوم نہ ہو سکے اور نہ حضرت حق سبحانہ نے کسی کو اُس پر اطلاع دی ہو خاص رب العزت کو معلوم ہو نہ غیر کو[2]“ آپ اب یہ کیسے فرماتے ہیں کہ ”خلائق کو باطلاعہ تعالیٰ بعض مغیبات کا علم عطا ہو گیا ہے۔“ جب غیب کا علم خاص رب العزت کے سوا غیر کو ہوتا ہی نہیں اور حق سبحانہ اُس پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا تو مخلوق کو

---

[1]....شرح فقہ اکبر لملا علی القاری، مسائل ملحقات لا بد من ذکرها فی بیان الاعتقادیات، حکم تصدیق الکاهن بما یخبر به من الغیب، صفحه 151، قدیمی کتب خانه، کراچی

ترجمہ: جان لو کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اسی قدر غیب کی باتیں جانتے ہیں جس قدر اللہ تعالیٰ نے انھیں تعلیم فرمائیں اور احناف نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم غیب ماننے کے عقیدہ پر تکفیر کی صراحت کی ہے کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کے معارض ہے۔

[2].... خاص رب العزت کو معلوم نہ ہو نہ غیر کو (م، ص 38)

بعض مغیبات کا علم کس طرح عطا ہوا؟ یہ متناقض اقوال جناب نے کس مصلحت سے تحریر فرمائے ہیں اور ان دونوں میں سے جناب اپنے کس قول کو سچا اور کس کو جھوٹا قرار دیتے ہیں مگر بات یہ ہے کہ آپ کا یہ قول کہ (غیب وہ ہے جو کسی کو بتایا نہ جائے) اس درجہ صریح البطلان اور پادر ہوا تھا کہ آپ خود بھی اُس پر قائم نہ رہ سکے اور حق کے مقابل تعصب سے جب کام لیا جاتا ہے تو یہی انجام ہوتا ہے۔

ثانیاً ابھی آپ ملا علی قاری سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کے غیب جاننے کے اعتقاد پر کفر کا حُکم سنا چکے ہیں اور یہاں مخلوق کے لئے بعض مغیبات کے علم کے خود قائل ہوئے تو فرمایئے اس کفر میں جناب کا بھی حصہ ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس محرومی کی وجہ بیان کیجیے۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں　　آج آپ اپنے دام میں صیاد پھنس آگیا

اب فرمایئے علامہ علی قاری علم ذاتی کے اعتقاد پر تکفیر فرماتے ہیں یا عطائی کے

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چند آں اماں نداد کہ شب را سحر کند[1]

ثالثاً اگر درحقیقت آپ کا یہ عقیدہ ہوتا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعطائے الٰہی جملہ اشیاء کا علم حاصل ہے اور اُس کو بعض مغیبات سے تعبیر کرتے ہیں[2] اور علم الٰہی کے مقابلہ میں یہ بہت قلیل ہے اگرچہ بجائے خود تمام ملکوت سمٰوٰت وارض تک وسیع ہے تو تسلیم تھا مگر مشکل تو یہ ہے کہ آپ کا گروہ علم الٰہی کی عظمت سے بالکل ناواقف ہے جہاں حضور کے لئے جمیع اشیاء کا علم ثابت کیا اور آپ لوگ گھبرائے کہ خدا کی برابر کر دیا تو بات یہ ہے کہ آپ خدائے پاک کا علم اسی قدر سمجھتے ہیں۔

کل اشیاء علم الٰہی کے حضور قلیل ہے۔

اگر آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ علم حق کے سامنے جمیع اشیاء کے علوم نہایت قلیل ہیں تو آپ کو

---

[1].... ترجمہ: تو دیکھ کہ شمع کے پروانہ کا خون ناحق ہوا، کہ اس نے اسے کچھ بھی نہ دیا یہاں تک شب کو سحر کر دیا۔ (محمد نثر رضا المدنی)

[2].... یعنی بمقابلہ علم حق سبحانہ تعالی کے قلیل اور بعض سے تعبیر کرتے ہیں اس لئے کہ جناب حق سبحانہ تعالی کے علم میں معدومات اور محالات تک داخل ہیں۔ منہ غفرلہ۔ ۱۲ (مطبع شمس المطابع، مراد آباد، ص 39)

حضور کے لئے اُن کے ثابت ہونے سے ایسا تحیر اور وحشت نہ ہوتی اور آپ اس کو علم الٰہی کے مساوی نہ کہتے لیکن آپ اس غلطی میں تو اپنی بے علمی سے مبتلا ہیں۔ تفسیر خازن جلد ۳، صـ ۲۴۴:

''قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ لَمَّا نَزَلَتْ بِمَكَّةَ ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ﴾ الآية وَهَاجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ أَتَاهُ أَحْبَارُ الْيَهُوْدِ وَقَالُوْا يَا مُحَمَّدُ! بَلَغَنَا أَنَّكَ تَقُوْلُ﴿وَمَا أُوْتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ أَتَعْنِيْنَا أَمْ قَوْمَكَ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كُلًّا قَدْ عَنَيْتُ قَالُوْا أَلَسْتَ تَتْلُوْ فِيْمَا جَاءَ كَ إِنَّا أُوْتِيْنَا التَّوْرَاةَ فِيْهَا عِلْمُ كُلِّ شَيْءٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ قَلِيْلٌ الخ[1] یعنی مفسرین نے فرمایا کہ جب آیۂ کریمہ ﴿وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ﴾ الآية مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور حضور سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی آپ کی خدمت میں علمائے یہود نے حاضر ہو کر عرض کیا اے محمد (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) ہمیں خبر پہنچی ہے کہ آپ فرماتے ہیں ﴿وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ یعنی تم نہیں دیے گئے علم سے مگر تھوڑا کیا آپ ہم کو مراد لیتے ہیں یا اپنی قوم کو؟ حضور نے فرمایا: میں سب کو مراد لیتا ہوں۔[2] اُنھوں نے عرض کیا کہ آپ کے پاس جو خدا کا کلام آیا ہے اس میں آپ یہ نہیں پڑھتے کہ ہم کو توریت عطا ہوئی اُس میں ہر چیز کا علم ہے۔ حضور نے فرمایا کہ وہ علم الٰہی کے حضور قلیل ہے۔''

فرمایئے[2] کیا اب بھی آپ اللہ سبحانہٗ کے علم بے نہایت کو جمیع اشیاء میں محدود و منحصر سمجھ کر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے جمیع اشیاء کا علم ثابت کرنے والے کو یہ الزام دیں گے کہ مخلوق کا علم خالق کی برابر کر دیا۔ کیا اب بھی علم الٰہی کی عظمت سے آنکھیں بند کر لیں گے علم الٰہی کو جمیع اشیاء کی چار دیواری میں محدود سمجھنا کس قدر نادانی ہے۔ اور مثبتین علم سرورِ عالم علیہ السلام کو تساوی اور خدا کے برابر کر دینے کا الزام دینا اُسی بناء فاسد پر مبنی۔ لہذا اہل سنت نے تو بحمد اللہ حضور کو خدا کی برابر نہ کہا مگر آپ نے علم الٰہی کو گھٹا کر خدا کو رسول کی برابر ٹھہرا دیا، بلکہ

---

[1]....لباب التأويل في معاني التنزيل(تفسير الخازن)،پارہ21،سورة لقمان(31)،تحت الآية﴿وَلَوْ أَنَّما فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ ما نَفِدَتْ كَلِماتُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ [آیت27]، الجزء3،صفحہ400،دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولى:1415ھ

[2].... فرمایا ہے میں سب کو مراد لیتا ہوں۔۔۔فرمایا (م،ص39)

رسول سے بھی کم کر دیا۔ کیونکہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا علم بھی اس حد میں محدود نہیں عنایت الٰہی سے آسمانوں اور زمینوں کے ملک بھی حضور کی وسعت علمی کے سامنے قلیل ہیں۔ اور حضور کا علم اُن سے بھی اکثر و افضل ہے۔ ف تفسیر خازن جلد ثالث، ص ۱۴۵ میں ہے ''قُلْتُ: مَلَكُوْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِنْ بَعْضِ آيَاتِ اللّٰهِ أَيْضًا وَلَاٰيَاتُ اللّٰهِ أَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ وَأَكْثَرُ الَّذِیْ أَرَاهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آيَاتِهِ وَعَجَائِبِهِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ كَانَ أَفْضَلُ مِنْ مَلَكُوْتُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ''[1] یعنی میں کہتا ہوں کہ ملکوت سمٰوٰت وارض بھی آیات الٰہیہ میں سے بعض ہیں اور بیشک آیات الٰہیہ اس سے افضل ہے واکثر ہیں۔ اور شب معراج جو آیات وعجائب اللہ تعالیٰ نے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معائنہ کرائے وہ ملکوت سمٰوٰت وارض سے افضل ہیں۔ اب انصاف کیجیے کہ ملکوت سمٰوٰت وارض جب حضور کے علم کا بعض ہوئے تو حضور کے لئے اُن کے ثابت کرنے کو یہ کہنا کہ خدائے تعالیٰ کے برابر کر دیا صاف یہ معنی رکھتا ہے کہ بس اللہ سبحانہ کو اتنا ہی علم ہے۔ مخالفین کس قدر غلطی میں مبتلا ہیں۔ سُنیوں کو الزام دینے اور مساوات ثابت کرنے کے شوق میں علم الٰہی کی عظمت گھٹانے کے درپے ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے اور ایسی ضد اور ہٹ دھرمی سے پناہ میں رکھے، ملکوت سمٰوٰت و ارض جس سے حضور انور کا علم بھی وسیع ہے اُس میں علم الٰہی کو منحصر کر دینا کس قدر ظلم ہے۔

اب فرمائیے کہ حضور کے لئے ملکوت سمٰوٰت وارض کا علم ثابت کرنے سے خدا اور رسول کا برابر ہو جانا کس طرح ممکن ہے؟ اگر خداوند عالم کے علم کی عظمت کا کچھ پتہ ہو تو مخالفین حق تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کے علم میں فرق کر سکیں۔ علماء اہل سنت نے اس فرق کی تصریحیں فرمائیں خود اعلام الاذکیا کے صفحہ ۲۶ پر اعلیٰ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب دامت برکاتہم کی تقریظ موجود ہے اُس میں یہ جملہ بغور ملاحظہ کیجیے: ''بصیرت کے اندھوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ علم الٰہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی، وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ

ف حضور کا علم ملکوت سمٰوت وارض سے افضل ہے۔

[1]....لباب التاویل فی معانی التنزیل(تفسیر الخازن)، پارہ15، سورۃ الاسراء (17)، فصل فی ذکر حدیث المعراج وما یتعلق بہ من الأحکام، الجزء3، صفحہ 110، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی1415 ھ

مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروری البقا یہ جائز الفنا، وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون کو۔"[1] اب کہئے کہ باوجود اتنے تفرقوں کے کوئی عاقل مساوی علم الٰہی کے کہہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر بھلا کیا ضرورت تھی جو آپ نے ایک رسالہ لکھ دیا اور بہت سا خون جگر کھایا۔

براہین قاطعہ کا اتہام کہ "حضرت کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں" اور اس کا جواب

مگر درحقیقت آپ کا اعتقاد تو یہ ہے جو آپ کی اور آپ کے فریق کی تقریروں سے ظاہر ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو گنتی کی دو چار چیزیں بتادی گئیں باقی اُنھیں دیوار کے پیچھے کا بھی حال معلوم نہیں چنانچہ براہین قاطعہ مطبوعہ ہاشمی پریس صفحہ ۴۶ میں لکھتے ہیں اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔[2] باوجودیکہ حضرت شیخ مدارج شریف میں فرماتے ہیں :وایں سخن اصلے ندارد روایت بداں صحیح نہ شدہ[3] یعنی نہ اِس بات کی کچھ اصل نہ روایت اس کے ساتھ صحیح۔ مگر باوجود اس کے حضور علیہ الصلوٰۃ کے علم کی تنقیص کے لئے شیخ پر اتہام۔ یہ ہے آپ کا عقیدہ حضور کے علم کی نسبت اور یہ ہے آپ کی دیانت کا نمونہ کہ شیخ جس بات کو باطل و بے اصل بتائیں آپ شیخ ہی کو اُس کا مثبت بنائیں۔

حضرت کے علم پر محیط کا اطلاق درست ہے۔

اور آپ کا یہ قول کہ وہ علم محیط نہیں رکھتے جس معنی پر کہ آپ گمان کرتے ہیں بالکل باطل

---

[1] ....اعلام الاذکیاء باثبات علوم الغیب لخاتم الانبیاء(1902ء)، صفحہ 29، مطبع احمدی ،کوچۂ لنگر خانہ ریاست رامپور، ہند[شمار کے اعتبار سے یہ صفحہ ۲۹ بنتا ہے جبکہ کاتب کی غلطی سے ۲۶ چھپا ہے۔] ☆صفحہ 153 ،ضیائی دارالاشاعت، انجمن ضیائے طیبہ، سن اشاعت: فروری 2013ء ☆تناریظ امام احمد رضا، تقریظ نمبر 7، صفحہ 94، اکبر بک سیلرز، لاہور

[2]....براہین قاطعہ، صفحہ 51، مطبع بلالی ساڈھورہ/صفحہ 55، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، یوپی انڈیا

[3]....مدارج النبوۃ، قسم اول :فضائل و کمالات، باب اول در بیان حسن خلقت و جمال، الجزء 1، صفحہ 7، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، طباعت اولیٰ 1397ھ/1977ء[وفیہ: صحیح نہ است]

ہے اور اس مدعا پر جو استدلال آپ نے شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ سے کیا ہے وہ آپ کی بے احتیاطی اور بیجا تصرف کا نمونہ ہے۔ بے احتیاطی تو یہ کہ شاہ صاحب کی عبارت فارسی ہے آپ نے اُردو لکھی اور نسبت شاہ صاحب کی طرف کردی اور بیجا تصرف یہ کہ بے موقع نقل کی اس سے مراد غلط سمجھی شاہ صاحب کی مراد یہ ہے کہ علم الٰہی کو کسی مخلوق کا علم محیط نہیں ورنہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علم پر محیط کا اطلاق درست ہے چنانچہ تفسیر روح البیان جلد سادس صفحہ ۲۴ مطبوعہ مصر میں ہے ”وَكَذَا صَارَ عِلْمُهُ مُحِيْطًا بِجَمِيْعِ الْمَعْلُوْمَاتِ الْغَيْبِيَّةِ الْمَلَكُوْتِيَّةِ كَمَا جَاءَ فِيْ حَدِيْثِ اخْتِصَامِ الْمَلَائِكَةِ أَنَّهٗ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ عِلْمَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ عِلْمَ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ“[1] حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا علم تمام مغیبات ملکوتیہ پر محیط ہوا۔ چنانچہ حدیث اختصام ملائکہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پروردگار نے اپنا کفِ دست فیض ورحمت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اُس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی۔ پس مجھے علم اولین وآخرین حاصل ہوگیا، اور ایک روایت میں ہے کہ گذشتہ وآئندہ کا تمام علم حاصل ہوگیا۔

حضور کا علم کائنات وغیرہا کے کلیات وجزئیات پر محیط ہے

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف، جلد پنجم، صفحہ ۱۲۳ پر تحت حدیث ((إِنِّيْ لَأَعْرِفُ أَسْمَاءَهُمْ وَأَسْمَاءَ آبَائِهِمْ وَأَلْوَانَ خُيُوْلِهِمْ))[2] مسطور ہے ”فِيْهِ مَعَ كَوْنِهٖ مِنَ الْمُعْجِزَاتِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ عِلْمَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحِيْطٌ لِلْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ مِنَ

---

[1]....روح البیان، پارہ29، سورۃ النجم(53)، تحت الآیۃ﴿لقد رأی من آیات ربہ الکبری﴾ [آیت18]، الجزء9، صفحہ232، دار الفکر- بیروت

[2]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الفتن، باب الْمَلَاحِم، الفصل الاول، رقم الحدیث5185، صفحہ479، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعۃ:2005م

ترجمہ: میں ان لوگوں کے نام اور ان کے باپوں کے نام بھی جانتا ہوں اور ان کے گھوڑوں کے رنگوں کی بھی معرفت رکھتا ہوں۔

الْکَائِنَاتِ وَغَیْرِهَا ’’[1] یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اس خبر دینے میں باوجود معجزہ

---

[1]....مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح، کتاب الفتن، بَاب الْمَلَاحِم، الفصل الاول، تحت رقم الحدیث 5422، الحزء8، صفحہ3416، دار الفکر، بیروت -لبنان، الطبعة :الأولی، 1422ھ 2002 -م

ملا علی قاری رحمہ اللہ کی مرقاۃ المفاتیح کے مطبوعہ نسخوں میں مذکورہ عبارت کے لفظ ’’علمه ‘‘ کے بعد ’’صلی الله علیه وسلم ‘‘ کی بجائے لفظ ’’تعالی ‘‘ درج ہے لیکن یہ درست نہیں، کیونکہ حدیث پاک میں جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و معرفت کا ذکر ہے تو شارح بھی اس کی وضاحت میں حضور کے علم شریف ہی کو بیان کریں گے نہ کے اللہ تعالی کے علم کو، پس سیاق و سباق سے ظاہر ہے کہ یہاں درست عبارت ’’علمه صلی الله علیه وسلم ‘‘ ہی ہے اور مطبوعہ نسخوں میں ’’علمه ‘‘ کے بعد لفظ ’’تعالی ‘‘ کا اندراج سہوِ کاتب کا نتیجہ ہے۔ پھر کاتب سے ایسی غلطی کا صدور کچھ بعید بھی نہیں مکتبہ مصطفیٰ البابی حلبی مصر کی مطبوعہ اسی کتاب، اسی جلد، اسی صفحہ، اسی حدیث کی شرح میں مذکور ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیے ’’**قال الطیبی رحمه الله: هو جزاء شرط محذوف أبهم أولا فی قوله تعالی إن الساعة لا تقوم حتی لا یقسم میراث ولا یفرح بغنیمة** ‘‘ اب جیسے کاتب کی غلطی سے اس عبارت میں حدیث شریف سے قبل ’’قوله صلی الله تعالی علیه وسلم ‘‘ کی بجائے ’’قوله تعالی ‘‘ لکھا گیا ہے یونہی چند سطر بعد کی مذکورہ بالا عبارت میں ’’علمه صلی الله علیه وسلم ‘‘ کی بجائے ’’علمه تعالی ‘‘ کا اندراج بھی کاتب ہی کی غلطی ہے۔[مصطفیٰ البابی حلبی مصر کا طبع کردہ مرقاۃ المفاتیح کا یہ قدیم نسخہ دار السلفیہ، لاہور کی لائبریری میں بھی موجود ہے۔]

(مذکورہ تقریر مولانا ابو الاسد قادری بریلوی علیہ الرحمۃ کی تحریر سے ماخوذ ہے جو امرتسر سے آپ کی ادارت میں شائع ہونے والے ماہوار رسالہ ’’مظہر حق ‘‘ شمارہ بابت جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ کے صفحہ ۲ پر مرقوم ہے۔)

پھر بر سبیل تنزل اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ’’علمه ‘‘ کی ضمیر غائب سے اللہ تعالی کی ذات ہی مراد ہے اور مرقاۃ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ’’مذکورہ حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ اللہ تعالی کا علم کائنات وغیرہ کے جزئیات و کلیات سب کو محیط ہے۔ ‘‘ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث میں علوم الٰہیہ کے احاطہ مذکور پر دلالت کس طرح سے ہے؟ مشکاۃ شریف کی یہ حدیث اول تا آخر مکمل پڑھ لیجئے بظاہر اس حدیث میں علوم الٰہیہ کا بیان مذکور ہی نہیں تو پھر جزئیات و کلیات کو محیط ہونے پر دلالت کا کیا معنی؟ ہاں اگر یوں تقریر کی جائے کہ ’’مذکورہ حدیث پاک میں اس بات پر دلالت ہے کہ علوم نبویہ کائنات وغیرہ کے جزئیات و کلیات سب کو محیط ہیں اور حضور کو جس قدر علم ہے سب اللہ تعالی کے بتائے سے ہے لہٰذا اللہ تعالی کا علم بدرجہ اولی کائنات وغیرہ کے جزئیات و کلیات سب کو محیط ہے۔ ‘‘ تو یوں اگرچہ اس حدیث کو علوم الٰہیہ پر دلیل قرار دیا جا سکتا ہے لیکن اس تقریر سے مخالفین کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کا مقصد تو یہ تھا کہ جزئیات و کلیات کو محیط علم فقط اللہ تعالی کے لئے ثابت کیا جائے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نفی کی جائے جبکہ مذکورہ تقریر میں علوم الٰہیہ کی وسعت پر وسعت علوم نبویہ کو دلیل قرار دیا گیا ہے یعنی اولاً یہ حدیث علم نبوی کے جزئیات و کلیات کو محیط ہونے پر دلالت کرتی ہے اور پھر دلالت التزامی کے طریقے پر علم الٰہی کے جزئیات و کلیات کو محیط ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اگر علوم الٰہیہ پر علوم نبویہ سے استدلال نہ کیا جائے تو اس حدیث میں علوم الٰہیہ پر۔۔۔

ہونے کے اس پر بھی دلالت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم کائنات وغیرہا کے کلیات وجزئیات پر محیط ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں حدیث اختصام ملائکہ کے جملہ ((فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ))[1] کی شرح میں فرماتے ہیں "پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامۂ علوم جزوی و کلی و احاطۂ آن "[2] اور مدارج شریف کے خطبہ میں فرماتے ہیں: "وے صلی اللہ علیہ وسلم دانا است برہمہ چیز از شیونات ذات و صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اوّل و آخر احاطہ نمودہ است و مصداق ﴿فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ﴾ شدہ۔ "[3] منصف کے لئے یہ چار گواہ کم نہیں۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت حق تعالیٰ نے کائنات وغیرہا کے تمام علوم ظاہر اور باطن اول و آخر جزوی و کلی پر محیط کر دیا ہے[4] مگر جس کے دل میں انصاف اور حق طلبی کا مادہ ہی نہ ہو اُس کے لئے ہزار بھی کم ہیں۔

۔۔۔ دلالت کی کوئی توجیہ نہیں، لہٰذا "علمه تعالى" کو درست ماننے کی صورت میں بھی مرقاۃ کی اس عبارت سے علوم نبویہ کی وسعتِ مذکورہ پر استشہاد بالکل درست رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب الْمَسَاجِد ومواضع الصَّلَاة، الفصل الثانی، رقم الحدیث 670، صفحہ 71، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعۃ: 2005م

[2]....اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب الْمَسَاجِد ومواضع الصَّلَاة، الفصل الثانی، تحت حدیث عبد الرحمن بن عائش (فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ...)، الجزء 1، صفحہ 333، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان

ترجمہ: "پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے" یہ تمام کلی و جزوی علوم اور ان کے احاطہ سے عبارت ہے۔ (شرح مشکوۃ ترجمہ اشعۃ اللمعات، جلد 2، صفحہ 122، فرید بک سٹال، لاہور، الطبع الثانی: صفر 1424ھ/ اپریل 2003ء)

[3]....مدارج النبوۃ، خطبۃ الکتاب، الجزء 1، صفحہ 2,3، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، طباعت اول 1397ھ/ 1977م۔

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذات الٰہی کے شانون اور صفات حق کے احکام اور اسماء و افعال اور آثار غرض جمیع اشیاء کا علم ہے اور حضور نے جمیع علوم اول و آخر و ظاہر و باطن کو احاطہ فرمایا اور اس آیت کے مصداق ہوئے ﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ﴾ کہ ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔

(منقول از الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ (مترجم از شہزادۂ اعلی حضرت حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ)، صفحہ 211، مکتبہ رضویہ، کراچی، بار پنجم، تاریخ اشاعت: رجب المرجب 1421ھ/ اکتوبر 2000م ☆ صفحہ 147 تا 150، نذیر سنز پبلشرز، لاہور)

نوٹ: مدارج النبوۃ مترجم از مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے مطبوعہ نسخوں میں مذکورہ بالا عبارت کا ترجمہ درج نہیں ہے۔

[4]....جزوی اور کلی پر محیط کر دیا ہے (م، ص 42)

آیت ﴿وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ﴾ سے جانب مخالف کی غلط فہمی

اور اس کا جواب

آپ نے جو آیہ شریفہ ﴿وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَاشَآءَ﴾[1] نقل فرمائی وہ بالکل حق ہے مگر فہم نصیب اعداء آپ نے اُس کا ترجمہ تک غور سے نہیں دیکھا۔ آیت بصراحت فرما رہی ہے کہ وہ علم الٰہی کا احاطہ نہیں کر لیتے اور جو عبارت تفسیر کبیر سے جانب مخالف نے نقل کی ہے اس میں بھی "ھُوَ اَنْ یَّعْلَمَھُمْ" سے ظاہر ہے کہ نفی احاطہ علم باری سبحانہ تعالیٰ کی ہے۔ یہ عین ہمارا مذہب ہے کہ علم الٰہی محیط ہے محاط نہیں۔ رہا آپ کا یہ فرمانا کہ مخلوق کا علم قلیل ہے۔ یہ بیان ہو چکا کہ جناب باری عز اسمہٗ کے سامنے تمام مخلوقات کا علم قلیل ہے اور وہ نسبت بھی نہیں رکھتا ہے جو ذرہ کو آفتاب اور قطرہ کو سمندر کے ساتھ ہے جیسا کہ آپ نے آیہ شریفہ ﴿وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا﴾[2] نقل فرمائی ہے اور نیز عبارتیں نقل کی ہیں اور بخاری شریف میں ہے ((وَقَعَ عُصْفُوْرٌ عَلٰی حَرْفِ السَّفِیْنَۃِ فَغَمَسَ مِنْقَارَہٗ فِی الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِرُ لِمُوْسٰی[3] مَا عِلْمُکَ وَعِلْمِیْ وَعِلْمُ الْخَلَائِقِ فِیْ عِلْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِلَّا مِقْدَارُ مَا غَمَسَ ھٰذَا الْعُصْفُوْرُ مِنْقَارَہٗ))[4] الحدیث۔ حاصل یہ کہ کشتی کے کنارے پر ایک چڑیا نے بیٹھ کر اپنی چونچ دریا میں تر کی تو حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ میرا اور تمہارا اور تمام مخلوق کا علم جناب باری تعالیٰ کے علم کے سامنے ایسا ہی ہے جیسا کہ دریا کے مقابلہ میں اس چڑیا کا چونچ تر کر لینا۔

---

[1]....القرآن الکریم ، پارہ3، سورۃ البقرۃ(2)، آیت255

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔

[2]....القرآن الکریم ، پارہ15، سورۃ بنیٓ اسرائیل(17)، آیت85

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

[3]....فَقَالَ الْخَضِرُ لُوْسٰی (م، ص42)

[4]....الصحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب ﴿فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاہُ : آتِنَا غَدَاءَ نَا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا، قَالَ :اَرَاَیْتَ اِذْ اَوَیْنَا اِلَی الصَّخْرَۃِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ﴾ (الکہف63)، رقم الحدیث4727، صفحہ1180، دار الفکر للنشر والتوزیع -بیروت، الطبعۃ:1425,1426ھ/2005م

دونوں نسخوں میں "ھٰذَا الْعُصْفُوْرُ وَ مِنْقَارُہٗ" درج تھا، ہم نے اصل کے مطابق تصحیح کر دی ہے۔

امام محمد غزالی رحمہ اللہ کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں۔ ”وھیچ سلیم دل نہ بود کہ ایں قدر نداند کہ علم فرشتگان و آدمیان د رجنب علم حق ناچیز است درھمہ را گفتہ کہ ﴿مَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً﴾ “[1] اور تمام غیوب آسمانوں اور زمین کے اللہ جل شانہٗ کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہیں۔ چنانچہ علامہ خفاجی حواشی بیضاوی میں طیبی سے نقل فرماتے ہیں ”أَنَّ مَعْلُوْمَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی لَا نِهَايَةَ لَهَا وَ غَيْبُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا يُبْدُوْنَهٗ وَمَا يَكْتُمُوْنَهٗ قَطْرَةٌ مِنْهَا“[2] بمقابلۂ علم الٰہی تمام غیوب سمٰوٰت وارض کو قلیل کہا جائے تو بیشک بجا ہے لیکن ان غیوب کو بجائے خود قلیل کہنا کثیر نہ ماننا جنون یا نابینائی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم الٰہی سے ایک قطرہ عطا ہوا ف— اور خفاجی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ غیب سمٰوٰت وارض علم الٰہی کا ایک قطرہ ہیں پھر اُس جاہل پر افسوس ہے جو اب بھی علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم الٰہی کے مساوی سمجھے تمام غیوب سمٰوٰت وارض کا عالم ہو کر بھی کوئی خدائے تعالیٰ جل شانہٗ کے علم کے برابر نہیں ہوسکتا بلکہ وہ نسبت بھی نہیں رکھتا ہے جو قطرہ کو سمندر کے ساتھ ہے۔ تفسیر روح البیان میں ہے ”وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ قُطِرَتْ فِيْ حَلْقِيْ قَطْرَةٌ فَعَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ“[3]

---

[1]....کیمیائے سعادت، اصل نہم در محبت شوق و رضا، پیدا کردن آنکہ مستحق دوستی خدا است وبس، صفحہ400، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، 1430ھ/2009م

[لفظہ: وھیچ سلیم دل نہ بود کہ ایں مقدار نداند کہ علم اولین وآخرین فرشتگان و آدمیان د رجنب علم حق تعالی ناچیز است درھمہ را گفتہ است ﴿وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً﴾]

ترجمہ: کوئی قلب سلیم ایسا نہیں جو اتنی بات سے بھی واقف نہ ہو کہ سب اولین وآخرین، فرشتوں اور انسانوں کا علم بھی علم الٰہی کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا، اور اللہ نے ان سب سے فرمایا ہے کہ ﴿وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

[2]....عِنَايَةُ القَاضِى وكِفَايَةُ الرَّاضِى (حَاشِيَةُ الشِّهَابِ عَلَى تفسيرِ البَيضَاوِى)، پارہ1، سورۃ البقرۃ(2)، تحت الآیۃ﴿اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ﴾، [آیت33]، الجزء2، صفحہ128، دار النشر: دار صادر، بیروت

ترجمہ: معلومات الٰہیہ غیر متناہی ہے، زمین وآسمان کے غیوب اور جو کچھ لوگ ظاہر کرتے اور چھپاتے ہیں سب علم الٰہی کا ایک قطرہ ہے۔

ف—— آسمان اور زمینوں کے تمام غیوب دریائے علم الٰہی کا قطرہ ہیں۔

[3]....روح البیان، پارہ7، سورۃ الانعام(6)، تحت الآیۃ﴿ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ ما علیک من حسابھم من شیء وما من حسابک علیھم من شیء فتطردھم فتکون من الظالمین﴾ [آیت52]، الجزء3، صفحہ35، دار الفکر -بیروت

”در احادیث معراجیہ آمدہ است کہ در زیر عرش قطرہ در حلق من ریختند فَعَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ“[1] ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا، اُس کے فیضان سے مجھے ما کان وسیکون کا علم حاصل ہو گیا۔ اب یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ما کان اور ما سیکون کا علم بھی علم الٰہی کا ایک قطرہ ہے اور اس معنی سے اُس کو بعض یا قلیل کہہ سکتے ہیں۔ پس جہاں کہیں تفاسیر وغیرہا میں بعض یا قلیل کا لفظ یا اس کا ہم معنی استعمال ہوا ہے اُس سے یہی مراد ہے کہ علم جناب باری تعالیٰ کے سامنے تمام مخلوقات کا علم گو کتنا ہی ہو قلیل ہے اور قلیل کے لفظ سے اُن کے جمیع اشیاء کے عالم ہونے کا انکار کرنا جہالت وسفاہت ہے۔

مخالفین نے علم باری تعالیٰ کو بھی تھوڑا ہی سمجھ لیا ہے

افسوس ہمارے ابنائے نوع جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمیع اشیاء کے عالم ہونے کے اعتقاد پر کفر وشرک کا فتویٰ دے دیا اور یہ خیال کر لیا کہ احاطہ خدا ہی کو ہے اُنھوں نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ہی علم میں نقصان نہیں ثابت کیا بلکہ خدا کی طرف بھی یہ قصور عائد کر دیا (نعوذ باللہ من ذلک) اور اُس کے علم عظیم کو اتنا ہی سمجھ بیٹھے۔ حالانکہ علوم ما کان و ما یکون اور غیوب سمٰوات وارض سب کے سب اُس کے علم عظیم کا ایک قطرہ ہے ف جیسا کہ فقیر کی منقولہ عبارت سے ثابت ہوا۔ کاش یہ حضرات بھی توجہ فرمائیں اور ان عبارات پر غور کریں تو ہرگز مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ دے کر مشرک نہ بتائیں۔ خدایا ہم کو اور ہمارے بنی نوع کو اپنے سیدھے راستہ پر چلنے کی ہدایت کر اور توفیق مرحمت فرما۔“

علم شعر کی نفیس بحث

اس تقریر کے بعد مؤلف اعلاء کلمۃ الحق نے توحید کے معنی بیان کئے ہیں اور علوم شرعی و

---

[1]....(قرآن مجید مترجم (فارسی) مع تفسیر حسینی، پارہ 5، سورۃ النساء (4)، تحت الآیۃ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ [آیت 113]، صفحہ 157، مطبع محمدی، بمبئی، ہند، طبع 1312ھ)

ف علم باری تعالیٰ کے سامنے تمام مخلوقات کے علوم قلیل ہیں حتیٰ کہ جمیع اشیاء کا علم بھی قلیل ہے۔

غیر شرعی کا بیان بقدر اپنی لیاقت کے لکھا ہے اور حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب مؤلف ”اعلام الاذکیاء“ کی نسبت حسب عادت اپنی ہمت کے موافق کلمات کہے ہیں ہم کو اُن سے بحث نہیں البتہ اُنھوں نے صفحہ ۱۸ پر یہ بحث کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے علم شعر عطا نہیں کیا۔ اس مدعا پر آیۂ کریمہ ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ﴾[1] سے استدلال کیا ہے اور مُلا کمال الدین کاشفی کی تفسیر سے یہ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک وزن شعر کے ساتھ موافقت نہ کرتی تھی۔ اسی صفحہ کے آخر میں اپنی اجتہاد خانہ زاد سے قیاس ایجاد کیا ہے۔

قَوْلُهٗ: بھلا جو علم کے سراسر بُرے ہیں اُن کی قباحت اور برائی شرع شریف میں ثابت ہے جیسے علم سحر اور طلسم اور کہانت وغیرہ۔ اُن علوم کے ساتھ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ قدس صفات کیونکر متصف ہو سکتے ہیں۔ پس جن لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع اشیاء اور غیوب کے عالم ہیں۔ کیا ناعاقبت اندیشی سے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُن علوم کے ساتھ متصف کرنا چاہتے ہیں کہ جو شانِ نبوت کے بالکل منافی بلکہ نفس ایمان کی بھی ضد ہیں۔

اَقُوْلُ: جانب مخالف اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵ میں خود فرما چکے ہیں کہ ہر کس و ناکس ناحق شناس کا قیاس اصول دین میں سے نہیں ہو سکتا۔ پھر کس طرح اُن کا اجتہاد تسلیم کر لیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم سحر و کہانت سے غافل ہیں۔ لہذا ہم اُنہی سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا اُن کا یہ قیاس قابل قبول ہے؟ اگر ہے تو کیوں؟ کیا مجتہد ہونے کا یہ دعویٰ ہے۔ علاوہ بریں زبان مبارک کا وزن شعر کے ساتھ موافقت نہ فرمانا اُنھوں نے کس طمع میں نقل کیا ہے۔ آیا یہ خیال ہے کہ یہ فن شعر کی عدم واقفیت پر دلیل و برہان ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہے تو خیال باطل ہے۔ کتنے عروض وقوافی کے جاننے والے فن شعر کے ماہر ایسے ہیں کہ وزن شعر کے صحیح ادا کرنے پر

---

[1]....القرآن الکریم، پارہ23، سورۃ یٰس(36)، آیت69

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔

قادر نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُنھیں شعر کے ردی وجید میں تمیز نہ ہو فن کے قواعد و مصطلحات سے بے خبر ہوں۔ ہاں شعر گوئی کا ملکہ نہیں علم سے بہت مرتبہ ملکہ مراد ہوتا ہے۔ ہمارے روزمرہ کے محاورے ہیں کہ فلاں عالم لکھنا نہیں جانتا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ املا یا رسم الخط یا حروف کی صورت وہیئت اور قواعد کی اُس کو خبر نہیں سب کچھ جانتا ہے مگر لکھنے کا ملکہ نہیں۔ آپ روٹی پکانا نہیں جانتے اس کے یہی معنے ہیں کہ پکانے کا ملکہ نہیں۔ ورنہ جانتے خوب ہیں کہ کس طرح پکتی ہے۔ زید کہتا ہے کہ میں تیر اندازی جانتا ہوں۔ آپ تیر کمان دے کر کہیئے کہ نشانہ لگائے اور کسی طرح نشانہ نہ لگا سکے تو یہی کہا جائے گا کہ نہیں جانتا گو کہ وہ تیر اندازی کے مفہوم و معنی کا خوب واقف ہے لیکن یہاں مراد تو علم سے ملکہ ہے۔ کچھ ہمارے ہی محاورات پر منحصر نہیں ہر ملک اور ہر زبان میں علم بمعنی ملکہ بکثرت مستعمل ہے۔

تلویح میں ہے ''وَلَا نُسَلِّمُ أَنْ لَا دَلَالَةَ لِلَفْظِ الْعِلْمِ عَلَى التَّهَيُّؤِ الْمَخْصُوصِ فَإِنَّ مَعْنَاهُ مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ بِهَا عَلَى إِدْرَاكِ جُزْئِيَّاتِ الْأَحْكَامِ، وَإِطْلَاقُ الْعِلْمِ عَلَيْهَا شَائِعٌ فِي الْعُرْفِ كَقَوْلِهِمْ فِي تَعْرِيفِ الْعُلُومِ عِلْمٌ كَذَا فَإِنَّ الْمُحَقِّقِينَ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ هَذِهِ الْمَلَكَةُ وَيُقَالُ لَهَا الصِّنَاعَةُ أَيْضًا لَا نَفْسُ الْإِدْرَاكِ''[1] مسلم الثبوت میں ہے ''وَأُجِيبَ بِأَنَّهُ لَا يَضُرُّ لَا أَدْرِي لِأَنَّ الْمُرَادَ الْمَلَكَةُ''[2] مولنا عبدالحق خیرآبادی اور مُلا محمد مبین رحمۃ اللہ علیہما اپنی اپنی شرحوں میں فرماتے ہیں ''لِأَنَّ الْمُرَادَ

---

[1]....شرح التلویح علی التوضیح، التعریف اما حقیقی و اما اسمی، تعریف اصول الفقه باعتبار الاضافة، الجزء 1، صفحہ 29، مکتبة صبیح بمصر

ترجمہ: ''لفظ علم کا ''تهیؤ مخصوص'' پر دلالت نہ کرنا'' ہمیں تسلیم نہیں کیونکہ ''تہیؤ مخصوص'' سے مراد ایسا ملکہ ہے کہ جس کے ذریعے انسان جزئیاتِ احکام کے ادراک پر قدرت پاتا ہے اور عرفاً اس معنی پر لفظ علم کا اطلاق شائع ہے جیسا کہ علمائے کرام علوم کی تعریف میں ''علم کذا و کذا'' کہتے ہیں تو محققین کی رائے یہ ہے کہ علم سے مراد نفس ادراک نہیں بلکہ یہی ملکہ ہے اور اسے صناعۃ بھی کہا جاتا ہے۔

[2]....مسلم الثبوت، المقدمة، بیان الفرق فی وجوب العمل علی المجتہد ...، صفحہ 7، مکتبة محمودیة، سرکی روڈ، کوئٹہ

ترجمہ: ائمہ فقہ سے ''لَا أَدْرِيْ'' کا ثبوت کچھ مضر نہیں کیونکہ علم سے مراد ملکہ ہے۔

بِالْعِلْمِ الْمَلَكَةُ"[1] عمدة المخالفین مولوی بشیر الدین اپنی شرح کشف المبہم میں لکھتے ہیں: "لِأَنَّ الْمُرَادَ بِالْعِلْمِ فِيْ قَوْلِهِمْ الْعِلْمُ بِالْأَحْكَامِ الْمَلَكَةُ"[2] اب تو آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ علم بمعنی ملکہ کے شائع وذائع ہے۔ احادیث میں بکثرت علم بمعنی ملکہ آیا ہے۔ مسند الفردوس میں بکر بن عبد اللہ بن ربیع سے مروی ہے: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((عَلِّمُوْا أَوْلَادَكُمْ السِّبَاحَةَ وَالرِّمَايَةَ))[3] دیلمی نے جابر بن عبد اللہ سے بایں الفاظ روایت کی ((عَلِّمُوْا بَنِيْكُمْ الرَّمْيَ فَإِنَّهٗ نِكَايَةُ الْعَدُوِّ))[4] حضور نے اولاد کو تیر اندازی اور شناوری تعلیم کرنے کا حکم فرمایا تو کیا جانب مخالف محض شناوری اور تیر اندازی کے مفہوم ومعنی کا ذہن نشین کرنا اور زبانی طور پر اُس کی پوری کیفیت سنا اور سمجھا دینا اور تیرنے اور تیر اندازی کرنے والوں کا دکھا دینا تعمیل ارشاد کے لیے کافی سمجھتے ہیں یا مشق ومحنت کرا کے تیر اندازی اور شناوری پر قادر کر دینا مراد لیتے ہیں۔

فرمائیے علم سے ملکہ مراد ہوا یا کچھ اور؟ خود قرآن پاک میں وارد ہے ﴿وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ﴾[5] فرمائیے اس آیت میں ملکہ مراد ہے یا صرف ادراک؟ آیت ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ﴾[6] میں بھی علم سے ملکہ مراد ہے اور ملکہ ہی کی نفی ہے نہ یہ معنی کہ حضور کو شعر کا علم ہی نہ تھا۔ تفاسیر آیت کے معنی میں ملکہ ہی کی نفی

---

[1]....شرح مسلم الثبوت مع شرح حملة المنہیات، صفحہ 13، المکتبة الفاروقیة، خیر مارکیٹ، کوئٹہ

ترجمہ: علم سے ملکہ مراد ہے۔

[2]....کشف المبہم شرح مسلم، صفحہ 10، مکتبة عربیة، کانسی روڈ، کوئٹہ

ترجمہ: علما کے قول "العلم بالاحکام" میں علم سے مراد ملکہ ہے۔

[3]....الجامع الصغیر للسیوطی، باب العین، رقم الحدیث 5478، الجزء 2، صفحہ 95، المکتبة الشاملة)

☆کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، حرف النون من قسم الأقوال، الباب السابع فی بر الأولاد و حقوقهم وفیه أربعة فصول، الفصل الرابع فی حقوق وآداب متفرقة، الفرع الثالث فی الرمی والسباحة، رقم الحدیث 45343، الجزء 16، صفحہ 443، موسسة الرسالة، الطبعة الخامسة، 1401ھ/1981م

(قالا بعد ذکره "فر- عن بکر بن عبد الله بن الربیع الأنصاری" لکن لم اجد فی الفردوس)

[4]....مسند الفردوس، باب العین، برقم 4008، الجزء 3، صفحہ 11، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثانیة 2020م

[5]....القرآن الکریم، پارہ 17، سورة الانبیاء (21)، آیت 80

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے اسے تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا کہ تمہیں تمہاری آنچ سے بچائے تو کیا تم شکر کرو گے۔

[6]....القرآن الکریم، پارہ 23، سورة یٰس (36)، آیت 69

دونوں نسخوں میں ﴿وَ عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ﴾ درج تھا، ہم نے تصحیح کر دی ہے۔

کررہی ہیں۔ تفسیر خازن میں ہے ”اَیْ مَا یَسْهَلُ لَهٗ ذٰلِكَ وَمَا یَصْلُحُ مِنْهُ بِحَیْثُ لَوْ اَرَادَ نَظْمَ شِعْرٍ لَمْ یَتَاَتَّ لَهٗ ذٰلِكَ“[1] تفسیر مدارک میں ہے ”اَیْ جَعَلْنَاهُ بِحَیْثُ لَوْ اَرَادَ قَرْضَ الشِّعْرِ لَمْ یَتَاَتَّ لَهٗ وَلَمْ یَتَسَهَّلْ“[2] تفسیر کبیر میں ہے ”قَال قَوْمٌ مَا كَانَ یَتَاَتّٰى لَهٗ، وَآخَرُوْنَ مَا یَتَسَهَّلُ لَهٗ حَتّٰى اَنَّهٗ اِنْ تَمَثَّلَ بَیْتَ شِعْرٍ سُمِعَ مِنْهُ مُزَاحَفًا“[3] علامہ ابوالسعود اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں ”وَمَا یَصِحُّ لَهُ الشِّعْرُ وَلَا یَتَاَتّٰى لَهٗ لَوْ طَلَبَهٗ اَیْ جَعَلْنَاهُ بِحَیْثُ لَوْ اَرَادَ قَرْضَ الشِّعْرِ لَمْ یَتَاَتَّ لَهٗ“[4] تمام مفسرین آیت کی یہی تفسیر فرمارہے ہیں کہ حضور پر شعر کی نظم وادا دشوار تھی یعنی ملکہ نہ تھا اور آیت میں ملکہ کی نفی ہے یہ کسی نے نہ کہا کہ حضور کو شعر کا علم وادراک نہ تھا اُس کے صحیح وسقیم ردی وجید کو نہ جانتے تھے بلکہ اس کے جاننے کی تصریح فرمائی۔ تفسیر روح البیان جلد ثالث صفحہ ۲۸۲ میں ہے ”وَفِی التَّهْذِیْبِ لِلْبَغْوِیْ مِنْ اَئِمَّتِنَا قِیْلَ كَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یُحْسِنُ الشِّعْرَ وَلَا یَقُوْلُهٗ وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ كَانَ لَا یُحْسِنُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ یُمَیِّزُ بَیْنَ جَیِّدِ الشِّعْرِ وَ رَدِیْئِهٖ وَلَعَلَّ الْمُرَادَ بَیْنَ الْمَوْزُوْنِ مِنْهُ وَغَیْرِ الْمَوْزُوْنِ“[5]

---

[1]....لباب التأویل فی معانی التنزیل(تفسیر الخازن)، پارہ23، سورۃ یٰس(36)، تحت الآیة﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ﴾ [آیت69]، الجزء4، صفحہ12، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی :1415ھ

ترجمہ: شعر کہنا نہ تو آپ کے لئے آسان تھا اور نہ آپ درست طرح شعر نظم کر سکتے تھے پس اگر آپ شعر نظم کرنے کا قصد فرماتے تو نظم نہ کر پاتے۔

[2]....مدارك التنزیل وحقائق التأویل(تفسیر النسفی)، پارہ23، سورۃ یٰس(36)، تحت الآیة﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ﴾ [آیت69]، الجزء3، صفحہ111، دار الکلم الطیب، بیروت، الطبعة الأولی: 1419ھ 1998 م

ترجمہ: یعنی ہم نے اپنے محبوب کو ایسا بنایا کہ اگر شعر کہنے کا قصد کرے تو نہ شعر کہہ پائے اور نہ یہ کام اس کے لئے سہل ہو۔

[3]....مفاتیح الغیب(التفسیر الکبیر)، پارہ23، سورۃ یٰس(36)، تحت الآیة﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ﴾ [آیت69]، الجزء26، صفحہ305، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثالثة 1420ھ

ترجمہ: اہل علم کی ایک جماعت کہتی ہے کہ آپ شعر نظم نہیں کر سکتے تھے اور دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ شعر نظم کرنا آپ کے لئے آسان نہیں تھا حتی کہ اگر آپ کوئی شعر بطور مثال بیان کرتے تو خلاف عروض مسموع ہوتا ہے۔

[4]....إرشاد العقل السلیم إلی مزایا الکتاب الکریم(تفسیر أبی السعود)، پارہ23، سورۃ یٰس(36)، تحت الآیة ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ﴾ [آیت69]، الجزء7، صفحہ177، دار إحیاء التراث العربی، بیروت

ترجمہ: آپ ٹھیک سے شعر نہیں کہہ سکتے تھے اور اگر کوئی آپ سے شعر کہنے کا مطالبہ کرتا تو آپ شعر نہ کہہ پاتے یعنی ہم نے آپ کو ایسا بنایا کہ اگر شعر کہنے کا قصد کریں تو نہ کہہ پائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور شعر جید وردی اور موزوں وغیر موزوں میں امتیاز فرماتے تھے۔ فرمایئے آیت میں علم شعر کی نفی کہاں ہے اور کس مفسر نے بیان کی؟ یہ آپ کو کہیں نہ ملے گا اور اُس کے خلاف مفسرین کی تصریحات کثیرہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں، اس سے اور واضح تر ملاحظہ کیجئے تفسیر روح البیان جلد ثالث صفحہ ۸۷۸ میں ہے ''**ولما كان الشعر مما لا ينبغي للانبياء عليهم السلام لم يصدر من النبى عليه السلام بطريق الإنشاء دون الإنشاد الا ما كان بغير قصد منه و كان كل كمال بشرى تحت علمه الجامع فكان يجيب كل فصيح وبليغ وشاعر وأشعر و كل قبيلة بلغاتهم وعباراتهم و كان يعلم الكتاب علم الخط واهل الحرف حرفتهم ولذا كان رحمة للعالمين**''[1] یعنی چونکہ شعر انبیاء کی شان کے لائق نہیں ہے اس لئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بطریق انشاء صادر نہیں ہوا۔ اِلّا بلا قصد اور حقیقت حال یہ ہے کہ ہر بشری کمال آپ کے علم جامع کے تحت میں ہے، اسی وجہ سے حضور ہر فصیح وبلیغ اور شاعر واشعر کو اور ہر ہر قبیلہ کو اُن کے لغات اور اُنہی کی عبارات میں جواب دیتے تھے اور کاتبوں کو علم خط اور اہل حرفت کو اُن کی حرفت تعلیم فرماتے تھے اسی لئے تو رحمۃ اللعالمین ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اب تو بحمد اللہ تعالیٰ کوئی پردہ و حجاب نہ رہا اور مراد کلام خوب واضح ہوگئی کہ آیت میں نفی ملکہ کی ہے علم کی نہیں۔

شعر کے علم کا انکار جانب مخالف کا تراشیدہ طبع اور تمام تفاسیر معتبرہ کے خلاف ہے۔ عبارات مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ ہر بشری کمال حضور کے تحت علم ہے، کچھ بھی ہو تو استدلال جانب مخالف کا باطل ہوا۔ لیکن اگر ابھی تک مخالف کے قلب میں کوئی وسوسہ باقی ہو تو اس کو رفع

---

[5]....روح البيان ،پاره23،سورة يس(36)،تحت الآية﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ﴾ [آیت69] الجزء 7،صفحه431،دار الفكر -بيروت

ترجمہ: امام بغوی کی تہذیب میں درج ہے کہ ''ہمارے ائمہ سے ایک قول یہ منقول ہے کہ نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شعر کہنا تو خوب جانتے تھے پر شعر کہتے نہیں تھے اور اصح یہ ہے کہ آپ ٹھیک سے شعر کہنا نہیں جانتے تھے، ہاں جید وردی شعر میں امتیاز فرما لیتے تھے۔'' اور شاید مراد یہ ہے کہ آپ موزون اور غیر موزون میں امتیاز فرما لیتے تھے۔

[1]....روح البيان ،پاره19،سورة الشعراء (26)،تحت الآية﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا﴾ [آیت 227]،الجزء6،صفحه317،دار الفكر،بيروت

کیجئے۔ تفسیر روح البیان، جلد ثالث صفحہ ۲۸۲ میں ہے ”والظاهر ان المراد وما ینبغی له من حیث نبوته وصدق لهجته ان یقول الشعر لان المعلم من عند الله لا یقول الا حقا وهذا لا ینافی کونه فی نفسه قادرا علی النظم والنثر ویدل علیه تمیزه بین جید الشعر وردیئه ای موزونه وغیر موزونه علی ما سبق ومن کان ممیزا کیف لا یکون قادرا علی النظم فی الإلهیات والحکم لکن القدرة لا تستلزم الفعل فی هذا الباب صونا عن اطلاق لفظ الشعر والشاعر الذی یوهم التخییل والکذب وقد کانت العرب یعرفون فصاحته وبلاغته وعذوبة لفظه وحلاوة منطقه وحسن سرده والحاصل ان کل کمال انما هو مأخوذ منه“[1] یعنی یہ ظاہر ہے کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ حضور کے لئے بحیثیت نبی اور صادق البیان ہونے کے شعر گوئی مناسب حال نہیں۔ کیونکہ اللہ کا سکھایا ہوا جو بات کہتا ہے حق ہی کہتا ہے اور یہ آپ کے فی نفسہ نظم ونثر پر قادر ہونے کے منافی نہیں اور اس پر حضور کا شعر کے جید وردی اور موزوں وغیر موزوں میں تمیز فرمانا دلالت کرتا ہے اور جو ممیز ہو کیونکر الٰہیات وحکم میں نظم پر قادر نہ ہوگا لیکن قادر ہونا فعل یعنی شعر گوئی کرنے کو مستلزم نہیں تا کہ لفظ شعر اور شاعر کے اطلاق سے امن ہو۔ کیونکہ یہ لفظ تخییل وکذب کا موہم ہے[1] اور بے شک عرب آپ کی فصاحت وبلاغت اور پاکیزگی الفاظ اور شیریں گفتاری اور خوبیِ روش کے عارف تھے اور حاصل یہ ہے کہ ہر کمال آپ ہی سے ماخوذ ہے۔ مخالفین اب تو خاموش ہوگئے۔ تفسیر روح البیان نے شعر کا علم درکنار کلام موزوں پر حضرت کی قدرت کتنے صریح الفاظ میں ثابت کی۔ اگر مخالفین آیت پیش کرنے سے پہلے تفاسیر دیکھ کر کلام پاک کا مطلب سمجھ لیتے تو اُنھیں ہرگز اس آیت کے پیش کرنے کی جرأت نہ ہوتی جو کسی طرح اُن کے مدعا کو ثابت نہیں کرتی۔

اب دوسرے طریق پر کلام کروں وہ یہ کہ شعر دو معنی میں مستعمل ہے اول کلام موزوں جس میں وزن کا قصد کیا گیا ہو۔ تفسیر کبیر میں ہے ”اَلشِّعْرُ هُوَ الْكَلَامُ الْمَوْزُوْنُ

---

[1]......روح البیان، پارہ 23، سورۃ یٰسٓ (36)، تحت الآیۃ ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِیْ لَهٗ﴾ [آیت 69]، الجزء 7، صفحہ 431، دار الفکر بیروت

[2]......دونوں نسخوں میں عبارت یوں تھی ”یہ لفظ تخییل وکذب کا موہم ہے“ ہم نے تصحیح کردی ہے۔

الَّذِی قُصِدَ إِلَی وَزْنِهِ‘‘[1] یہ تو معنے عرفی ہیں دوسرے معنی منطقی قدماء حکماء کے نزدیک وزن و قافیہ شعر کا رکن نہیں ہے بلکہ رکن شعر صرف مقدمات مخیلہ کا ایراد ہے تو جو قیاس کہ مقدماتِ مخیلہ سے مرکب ہو اُس کو شعر کہتے ہیں اور بعض علماء شعر منطقی اُس کو کہتے ہیں جو مقدمات کاذبہ سے مرکب ہو تفسیر روح البیان جلد ثالث صفحہ ۲۸۱ میں ہے ’’والشعر عند الحکماء القدماء لیس علی وزن وقافیة ولا الوزن والقافیة رکن فی الشعر عندھم بل الرکن فی الشعر إیراد المقدمات المخیلة فحسب‘‘[2] وفیہ ایضا ’’قال بعضھم الشعر اما منطقی وھو المؤلف من المقدمات الکاذبة‘‘[3]

اب سمجھنا چاہئے کہ قرآن پاک میں جو لفظ شعر وارد ہے اس سے منطقی معنی ہی مراد ہیں کیونکہ قرآن پاک کا اسلوب شعر و شاعری سے پاک اور علیحدہ ہونا ایسا بیّن وظاہر ہے کہ اُس میں کسی بے زبان عجمی کو بھی تردد نہیں ہوسکتا۔ [4] چہ جائے کہ عرب کے بلغا اور فن شاعری کے ماہر اُس کو اس معنی میں کہہ سکیں یہ کسی طرح معقول نہیں تو لامحالہ شعر سے اُس کے معنی منطقی مراد ہوئے اور کُفار عناداً شاعر بمعنے کاذب کہتے تھے اُسی کی قرآن پاک نے نفی فرمائی۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے اپنے حبیب کو شعر یعنی کذب نہیں سکھایا نہ یہ اُن کی شان کے شایاں اور منصب کے لائق۔ اب تو مخالفین کو بہت حیرانی ہوگی۔ مگر بات یہ ہے کہ فہم قرآن اُن سے بہت دُور ہے۔ آیت کے ظاہر الفاظ دیکھ کر جو معنی خیال میں آئے اُن سے استدلال کرلیا، تفاسیر پر نظر ڈالنے کی

---

[1]....مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، پارہ 23، سورۃ یسٓ (36)، تحت الآیۃ ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ﴾ [آیت 69]، الجزء 26، صفحہ 305، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ 1420ھ
ترجمہ: شعر اس کلام موزون کو کہتے ہیں جس میں وزن کا قصد کیا گیا ہو۔

[2]....روح البیان، پارہ 23، سورۃ یسٓ (36)، تحت الآیۃ ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ﴾ [آیت 69]، الجزء 7، صفحہ 429، دار الفکر، بیروت
ترجمہ: حکماء کے نزدیک شعر وزن وقافیہ پر نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے ہاں وزن وقافیہ شعر کا رکن ہے بلکہ ان کے نزدیک شعر کا رکن ’’مقدمات خیالیہ کا وارد کرنا ہے۔‘‘ اور بس۔

[3]....روح البیان، پارہ 23، سورۃ یسٓ (36)، تحت الآیۃ ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ﴾ [آیت 69]، الجزء 7، صفحہ 429، دار الفکر، بیروت
ترجمہ: بعض علما نے فرمایا کہ شعر منطقی وہ شعر ہوتا ہے جو مقدمات کاذبہ سے مؤلّف ہو۔

[4]....کسی بے زبان عجمی کو بھی تردد نہیں ہوسکتا۔ (م، ص 48)

تکلیف کون برداشت کرتا؟ میں دکھاتا ہوں ملاحظہ فرمائیے تفسیر روح البیان، جلد ۳، صفحہ ۲۸۱: ''والمراد بالشعر الواقع فی القرآن الشعر المنطقی سواء کان مجردا عن الوزن أم لا والشعر المنطقی اکثر ما یروج بالاصطلاحی قال الراغب قال بعض الکفار للنبی علیہ السلام انہ شاعر فقیل لما وقع فی القرآن من الکلمات الموزونۃ والقوافی وقال بعض المحصلین أرادوا بہ انہ کاذب لان ظاہر القرآن لیس علی أسالیب الشعر ولا یخفی ذلك علی الاغتم من العجم فضلا عن بلغاء العرب فانما رموہ بالکذب لان اکثر ما یأتی بہ الشاعر کذب ومن ثم سموا الادلۃ الکاذبۃ شعرا''[1] علاوہ بریں مفسرین نے اس آیت کے یہ معنی بھی بیان فرمائے ہیں کہ قرآن شریف شاعروں کے اقوال نہیں جو ہم نے اپنے حبیب محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تعلیم کئے ہوں بلکہ یہ قرآن معجز بیان کلامِ الٰہی ہے کہ ایسا کلام بنانا مخلوق کی قدرت سے باہر ہے، یا یہ کہ ہم نے آں سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن میں شعر تعلیم نہ فرمایا قرآنِ پاک تعلیم شعر نہیں ہے چنانچہ تفسیر مدارک التنزیل، صفحہ ۱۴۷ میں ہے ''﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ﴾ أی وما علمنا النبی علیہ السلام قول الشعراء أو وما علمناہ بتعلیم القرآن الشعر علی معنی أن القرآن لیس بشعر''[2] تفسیر

---

[1]....روح البیان ،پارہ23،سورۃ یٰس(36)،تحت الآیۃ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ﴾ [آیت69]،الجزء 7،صفحہ430،دار الفکر -بیروت

ترجمہ: قرآن کریم میں واقع لفظ ''شعر'' سے مراد منطقی شعر ہے عام ازیں کہ وزن سے خالی ہو یا بروزن ہو۔ اور شعرِ منطقی شعرِ اصطلاحی سے زیادہ رائج ہے امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ بعض کفار نے جو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق کہا کہ ''یہ شاعر ہیں'' تو کہا گیا ہے کہ ان لوگوں نے یہ بات قرآن کریم میں واقع قوافی اور کلمات موزونہ کے باعث کہی ہے اور بعض محصلین نے فرمایا کہ اس سے ان کفار کی مراد یہ ہے کہ آپ جھوٹے ہیں۔ (نعوذ باللہ تعالیٰ من شر ہذا القول) کیونکہ ظاہر قرآن اسلوب شعر پر نہیں اور یہ بات ایسی واضح ہے کہ کسی غیر فصیح عجمی پر بھی مخفی نہیں چہ جائے کہ بلغائے عرب سے مخفی رہے لہٰذا ان کفار نے شاعر کہہ کر جھوٹ ہی کی تہمت باندھی ہے (اور پھر اس جھوٹ کو شعر سے اس لئے تعبیر کیا) کہ شاعر کے وارد کردہ مضامین اکثر جھوٹے ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے مناطقہ ادلۂ کاذبہ کو شعر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

[2]....یا نیہ کہ ہم نے آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (م،ص49)

[3]....مدارك التنزیل وحقائق التأویل(تفسیر النسفی)،پارہ23،سورۃ یٰس(36)، تحت الآیۃ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ﴾ [آیت69]،الجزء3،صفحہ110، دار الکلم الطیب، بیروت،الطبعۃ الأولی:1419ھ 1998م-- (دونوں نسخوں میں ''وما علمناہ النبی'' درج تھا، ہم نے تصحیح کردی ہے۔)

روح البیان جلد ثالث صفحہ ۲۸۱ میں ہے ”والمعنی وما علمنا محمدا الشعر بتعلیم القرآن علی معنی ان القرآن لیس بشعر فان الشعر کلام متکلف موضوع ومقال مزخرف مصنوع منسوج علی منوال الوزن والقافیة مبنی علی خیالات وأوھام واھیة فاین ذلک من التنزیل العظیم الخطر المنزہ عن مماثلة کلام البشر الخ“[1] ان عبارات سے بھی صاف ظاہر ہے کہ آیہ ﴿وَمَا عَلَّمْنٰہُ﴾ الآیۃ کا یہ مطلب ہے کہ قرآنِ پاک سچی آسمانی کتاب ہے شاعروں کی من گھڑت اور آفریدۂ وہم وخیال نہیں جو قابلِ اعتبار نہ ہو۔ چونکہ شعراء علی الاغلب والاکثر لغو اور بے اصل باتیں جھوٹے قصے، فرضی اور بے حقیقت واقعے نظم کیا کرتے ہیں اور اُن کا کلام وہمیات واکاذیب سے خالی نہیں ہوتا، چنانچہ عرب میں مشہور ہے احسن الشعر اکذبہ[2] اس لئے حق سبحانہٗ نے فرمایا کہ یہ کلامِ پاک کچھ شاعروں کی من گھڑت اور یاوہ گوئی نہیں، بلکہ یہ آسمانی سچی کتاب ہے۔ اس سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے[3] قواعدِ شعر سے ناواقف ہونے پر استدلال کرنا جانب مخالف کی سادہ لوحی ونادانی ہے۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ الاطہر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شعر اجمال اور معما اور پہلو دار بات اور رمز واشارہ کا محل ہوتا ہے، احتمال رہتا ہے کہ مخاطب اُس کی مُراد کو نہ سمجھے یا کچھ کا کچھ سمجھ جائے۔ اللہ سُبحانہٗ فرماتا ہے کہ ہم نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے[3] رمز ولغز نہ فرمایا جو فرمایا

۔۔ترجمہ: ﴿وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ﴾ کی تفسیر یہ ہے کہ ہم نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شعراء کی سی باتیں نہیں سکھائیں یا اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے تعلیم قرآن کے ذریعے اپنے حبیب کو شعر نہیں سکھائے مطلب یہ کہ قرآن شعر نہیں ہے۔

[1]....روح البیان، پارہ23، سورۃ یٰسٓ(36)، تحت الآیۃ﴿وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَہٗ﴾ [آیت69]، الجزء 7، صفحہ430، دار الفکر، بیروت

ترجمہ: اور معنی یہ ہے کہ ہم نے تعلیم قرآن کے ذریعے اپنے حبیب کو شعر نہیں سکھائے یعنی قرآن شعر نہیں ہے کیونکہ شعر تو بتکلف وضع کردہ ایسے کلام اور اس خوبصورت ومصنوعی بات کو کہتے ہیں جو وزن وقافیہ کے مطابق ہو اور خیالات واوہام واہیہ پر مبنی ہو پس ایسا کلام، اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ اس کلام سے کس قدر دور ہے جو عظیم وجلیل اور کلام بشری کی مماثلت سے پاک ومنزہ ہے۔

[2]....العمدة فی محاسن الشعر وآدابه، باب الغلو، الجزء2، صفحه61، دار الجیل، الطبعة الخامسة 1401ھ/1981م

ترجمہ: بہترین شعر وہ ہے جو زیادہ جھوٹا ہو۔

[3]....حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کے۔۔۔محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (م، ص50)

اُن کے لئے واضح فرمایا۔ اس طرح ارشاد نہ کیا کہ (حضور) نہ سمجھیں یا کچھ کا کچھ سمجھ جائیں۔ تفسیر روح البیان جلد ثالث صفحہ ۲۸۲ میں ہے۔ قال الشیخ الأکبر قدس سرہ الأطهر فی قوله تعالى ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ﴾ اعلم ان الشعر محل للاجمال واللغز والتورية وما رمزنا لمحمد صلى الله عليه وسلم شيأ ولا ألغزنا ولا خاطبناه بشىء ونحن نريد شيأ ولا اجملنا له الخطاب حيث لم يفهم انتهى[1] اس سے تو حضور کا اور کمالِ علم معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک جس میں تمام علوم ہیں اور جو ہر چیز کا بیان واضح ہے۔ ﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾[2] اُس کو اللہ سبحانہٗ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے[3] لغز و معمّا، رمز و اجمال نہ کیا کہ فہم میں نہ آتا ایسا واضح کیا کہ حضور پر اس کے علوم یقینی طور پر منکشف ہوئے۔ یعنی تعلیم قرآن شعر کے انداز پر نہیں ہے کہ جمیع اشیاء کے علوم کا بیان اُس میں بر سبیل اجمال و معمّا ہو اور دشمنانِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ اگرچہ قرآنِ پاک جملہ علوم اور ہر چیز کا بیان ہے لیکن ہے تو رمز و معمّا میں ممکن کہ کوئی بات سمجھ میں نہ آئی ہو یا کچھ کی کچھ سمجھی گئی ہو،[3] اس انکار کی گردن یہ فرما کر قطع کر دی کہ ہم نے قرآن کی تعلیم معمّا اور اجمال کے پیرایہ میں شاعرانہ طریق پر نہ فرمائی بلکہ علوم قرآنیہ کو حضور کے لئے واضح اور بے حجاب کر دیا کہ ہر شے پر آں سرورِ عالم علیہ التحیۃ والسلام کو علم یقینی حاصل ہو گیا۔ والحمد لله على ذلك۔ شیخ اکبر تو اس آیت سے یہ سمجھے اور مخالفین یہ کہ حضور کو شعر کا علم نہ تھا۔

ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا

---

[1]....روح البیان ،پارہ23،سورۃ یٰسٓ(36)،تحت الآیۃ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ﴾ [آیت69]،الجزء 7،صفحہ430،دار الفکر،بیروت

ترجمہ: شیخ اکبر قدس سرہ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ﴾ سے متعلق فرماتے ہیں: جان لو کہ شعر اجمال، پیچ دار بات اور توریہ کا محل ہے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ ہم نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کسی چیز کے بارے فقط اشارہ کرنے پر اکتفا کیا نہ کوئی پیچ دار بات کہی، نہ کسی شے سے متعلق ایسا خطاب کیا کہ وہ کچھ سمجھیں اور ہماری مراد کچھ اور ہو اور نہ ہی ہم نے ان سے کوئی مجمل و مبہم خطاب کیا کہ جسے وہ سمجھ نہ سکیں۔ (بلکہ ہم نے تو ان کے لئے ہر چیز روزِ روشن کی طرح واضح کر دی۔)

[2]....القرآن الکریم ، پارہ14،سورۃ النحل(16)،آیت89

ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

[3]....اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ کے لیے---یا کچھ سمجھی گئی ہو (م،ص50)

حق ہے ﴿یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا﴾[1]

علمِ سحر کی بحث اور مخالفین کا رد

رہا جانبِ مخالف کا یہ وہم کہ علمِ سحر شانِ نبوت کے خلاف بلکہ نفسِ ایمان کی بھی ضد ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہرگز اُس کے عالم نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے اس انکار کا باعث یہ ہے کہ آپ کے نزدیک وہ علم نہایت درجہ کی خباثت رکھتا ہے اور اپنی خباثت کی وجہ سے ذاتِ پاک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائق نہیں اور یہی آپ کی تقریر سے ظاہر ہے۔ اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ علمِ سحر جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کے لائق نہیں تو باوجود اس خباثت کے ذاتِ پاک حضرتِ حق سُبحانہٗ تعالیٰ کے لائق بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو بتاؤ کہ وہ پاک ذات ایسے خبیث علم کے ساتھ کیسے متصف ہوئی کہ جو شانِ نبی کے بھی لائق نہ تھا، برتقدیرِ ثانی کیا علمِ الٰہی کا بھی ایسا ہی صاف انکار کیجئے گا کیا دُنیا سے انصاف مٹ ہی گیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کے انکار میں تو سحر کا عالم ہونا عیب قرار دیا جائے، اور خدائے پاک کے لیے یہ عیب ثابت کرتے ہوئے شرم نہ آئی۔ استغفر اللہ العلی العظیم۔

کوئی علم فی نفسہٖ مذموم نہیں ہوتا

دوم آپ کا یہ خیال کہ یہ علم فی نفسہٖ مذموم ہے[2] قطعاً غلط اس لیے کہ کوئی علم فی نفسہٖ مذموم نہیں خواہ کسی طرح کا ہو۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ[2] تفسیر فتح العزیز پارہ اول صفحہ ۴۸۰ میں فرماتے ہیں: ودرینجا باید دانست کہ علم فی نفسہ مذموم نیست ہر چونکہ باشد۔[2] البتہ علم کے ضرر کا سبب کم استعدادی اور نا قابلیت ہے، یہی

---

[1]....القرآن الکریم ، پارہ 1، سورۃ البقرۃ (2)، آیت 26

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے۔

[2].... یہ خیال کہ علم فی نفسہٖ مذموم ہے۔۔۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ (م، ص 51)

[2].... تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی)، پارہ الٓمٓ، سورۃ البقرۃ (2)، تحت الآیۃ ﴿وَیَتَعَلَّمُوْنَ مَا یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ﴾ [آیت 102]، صفحہ 383، مطبع مجتبائی، دھلی، طبع جمادی الثانی 1311ھ۔

ترجمہ: یہاں جاننا چاہئے کہ علم فی نفسہٖ برا نہیں ہے جیسا بھی ہو۔

(جواہرِ عزیزی، جلد دوم، صفحہ 159، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور، اشاعت: جمادی الاول 1429ھ، جون 2008.)

شاہ صاحب موصوف اسی تفسیر میں صفحہ ۴۸۱ پر فرماتے ہیں "دوم آنکہ آں علم اگرچہ فی نفسہ ضررے ندارد لیکن ایں کس بسبب قصور استعداد خود دقائق آں علم را نمی تواند دریافت و چوں بد قائق آں نرسید درجہل مرکب گرفتار شد"[1] یہ خوب ظاہر اور مُسلّم ہے کہ قصورِ استعداد اور ناقابلیت اور جہل مرکب ہمارے حضرت کے لیے ناممکن تو حضرت کے لیے اس علم کا عالم ہونا نہ شانِ نبوت کے خلاف، نہ خلاف واقع جیسا کہ جانبِ مخالف کا مزعوم ہے۔

تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۶۴۶ میں ہے "(الْمَسْأَلَةُ الْخَامِسَةُ) فِي أَنَّ الْعِلْمَ بِالسِّحْرِ غَيْرُ قَبِيحٍ وَلَا مَحْظُورٌ اتَّفَقَ الْمُحَقِّقُونَ عَلَى ذٰلِكَ لِأَنَّ الْعِلْمَ لِذَاتِهِ شَرِيفٌ وَأَيْضًا لِعُمُومِ قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿هَلْ يَسْتَوِى الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ وَلِأَنَّ السِّحْرَ لَوْ لَمْ يَكُنْ يُعْلَمُ لَمَا أَمْكَنَ الْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُعْجِزِ، وَالْعِلْمُ بِكَوْنِ الْمُعْجِزِ مُعْجِزًا وَاجِبٌ وَمَا يَتَوَقَّفُ الْوَاجِبُ عَلَيْهِ فَهُوَ وَاجِبٌ فَهٰذَا يَقْتَضِى أَنْ يَكُونَ تَحْصِيلُ الْعِلْمِ بِالسِّحْرِ وَاجِبًا وَمَا يَكُونُ وَاجِبًا كَيْفَ يَكُونُ حَرَامًا وَقَبِيحًا"[2] حاصل یہ کہ علمِ سحر نہ قبیح ہے نہ ممنوع اس پر تمام محققین کا اتفاق ہے کیونکہ علم لذاتہ شریف ہے نیز آیۂ ﴿هَلْ يَسْتَوِى الَّذِينَ﴾ الآیۃ[3] کا عموم بھی اس کی دلیل ہے نیز یہ بھی ہے کہ اگر سحر معلوم ہی نہ ہو تو سحر و معجزہ میں فرق کرنا بھی ممکن نہ ہو اور معجزہ کے معجزہ ہونے کا جاننا واجب ہے[4] اور

---

[1]....تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی)، پارہ الٓمّ، سورۃ البقرۃ (2)، تحت الآیۃ ﴿وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ﴾ [آیت 102]، صفحہ 383، مطبع مجتبائی، دھلی، طبع جمادی الثانی 1311ھ۔

ترجمہ: (کسی علم کے مذموم ہونے کی) دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ علم فی نفسہ کوئی نقصان نہیں رکھتا لیکن یہ شخص اپنی استعداد کی کوتاہی کی وجہ سے اس علم کی باریکیوں کو دریافت نہیں کرسکتا اور جب اس کی باریکیوں تک نہیں پہنچا تو جہل مرکب میں گرفتار رہا۔

(جواہر عزیزی اردو ترجمہ تفسیر عزیزی، پارہ الٓمّ، سورۃ البقرۃ (2)، تحت الآیۃ ﴿وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ﴾ [آیت 102]، جلد دوم، صفحہ 160، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاھور، اشاعت: جمادی الاول 1429ھ، جون 2008ء)

[2]....مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، پارہ 1، سورۃ البقرۃ (2)، تحت الآیۃ ﴿وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِينُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ [آیت 102]، الجزء 3، صفحہ 626، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ 1420ھ۔

[3]....القرآن الکریم، پارہ 23، سورۃ الزمر (39)، آیت 9

[4]....اور معجزہ کے ہونے کا جاننا واجب ہے (م، ص 52)

واجب کا موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے تو یہ مقتضی ہے کہ علم سحر کی تحصیل بھی واجب ہو، اور جو چیز واجب ہو وہ حرام وقبیح کس طرح ہو سکتی ہے۔ جانب مخالف علم سحر کو اپنی رائے سے قبیح اور اس کا جاننا منافیِ ایمان بتاتے تھے اُن کا مدعا ان عبارات نے باطل کر دیا اور ثابت ہو گیا کہ نفسِ علم خواہ سحر کا ہو یا اور کسی چیز کا ہر گز قبیح وممنوع نہیں ہے، انسان کی اس میں کوئی خوبی نہیں کہ علم تو نہ ہو مگر اُس پر تبرا بھیجتے اور بُرا کہتے پھریں، بلکہ خوبی یہ ہے کہ باوجود علم کے ناجائز امور سے بچیں اس لیے کہ جس کو علم سحر حاصل ہی نہیں اُس کو اُس پر عمل کرنے کی قدرت بھی نہیں پھر اُس کا عملِ ناجائز سے بچنا کیا کمال ہے ہاں کمال یہ ہے کہ عالم ہو عمل پر قدرت ہو پھر بچے تو معلوم ہو کہ باوجود قدرت ہونے کے اس کام کو نہ کیا۔ اللہ جل شانہ کی رضا چاہی۔ نابینا آدمی کا نامحرم کو نہ دیکھنا کوئی کمال نہیں کہ وہ دیکھنے پر قادر ہی نہیں، البتہ بینا کا نامحرم کے دیکھنے سے باز رہنا کمال ہے۔ شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ اسی تفسیر[1] کے صفحہ ۴۷ میں فرماتے ہیں ونیز چوں شخصے قواعد سحر را دانستہ از استعمال اُو در محل ناپسندیدہ احتراز نماید مستحق مزید ثواب گردد کہ باوجود قدرت گناہ از گناہ باز ماند[2][3] اب جانب مخالف کا انکار کرنا گویا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک فضیلت کا انکار ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس علم سے واقف ہیں مگر احکام شرعی کی طرح اس کی تعلیم نہیں فرماتے پھر یہی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اسی تفسیر[1] کے صفحہ ۴۷۳ میں تحریر فرماتے ہیں۔ علم سحر نیز از علوم الٰہیہ است بقائے آں علم در نوع انسان منظور نظر خداوندی بود وشانِ انبیاء نیست کہ ایں قسمِ علوم ضارہ را کہ بسبب آں علوم اعتقاد تاثیرات مخلوقات وغفلت از تاثیر خالق جا گیرد تبلیغ نمایند مانند علوم

---

[1]…. شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ اسی تفسیر۔۔۔ یہی شاہ صاحب رحمہ اللہ اسی تفسیر (م، ص 52)

[2]…. تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی)، پارہ 1، سورۃ البقرۃ (2)، تحت الآیۃ ﴿ وَمَآ اُنۡزِلَ عَلَی الۡمَلَکَیۡنِ بِبَابِلَ هَارُوۡتَ وَمَارُوۡتَ ﴾ [آیت 102]، صفحہ 377، مطبع مجتبائی، دہلی، طبع جمادی الثانی 1311ھ

[3]…. ترجمہ: جو شخص قواعد سحر جانتے ہوئے اس کے استعمال کو برا سمجھ کر بچے، ثواب کا مستحق ہوگا کیونکہ وہ قدرت ہوتے ہوئے اس گناہ سے باز رہا۔ (الکلمۃ العلیا مطبوعہ مکتبہ مشرق، بریلی)

نوٹ: یہ ترجمہ مکتبہ مشرق، بریلی کے علاوہ کسی نسخہ میں مذکور نہیں۔

فلسفه از ریاضیات و طبعیات که ضرر آنها بیشتر از نفع آنهاست نیز انبیاء علیهم السلام بیان نمی کنند وازاں دیده و دانسته سکوت می فرمایند"[1] خلاصہ یہ ہے کہ علم سحر یعنی جادو بھی علوم الٰہیہ میں سے ہے اور نوع انسان میں اس کا باقی رکھنا اللہ جل شانہ کو منظور۔ انبیاء کی شان نہیں کہ اس قسم کے علوم کی تبلیغ فرمائیں اور لوگوں کو سکھائیں، اس لیے کہ کم ظرف اور کم استعداد والوں کے لئے یہ علوم ضارہ ہیں کہ اُن کو ان کی وجہ سے مخلوقات یعنی کواکب وغیرہا کی تاثیرات کا اعتقاد اور خالق جل شانہ کی تاثیر سے غفلت ہوگی، اس صورت میں مثل علوم فلسفہ ریاضی طبعیات کے اُن علوم کا ضرر اُن کے نفع سے زیادہ ہو گا۔ اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام دیدہ و دانستہ باوجود جاننے اور عالم ہونے کے ان علوم سے سکوت فرماتے ہیں اور لوگوں کو نہیں سکھاتے ہیں۔ ف

قَوْلُہٗ: زید نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے استغراقِ علم کا دعویٰ کیا جو صفتِ خاص جناب رب العالمین کی ہے کہ یہ توحید کے خلاف ہے۔

اَقُوْلُ: زید کے جو الفاظ آنحضرت سراپا رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بارے میں ہیں اور جانبِ مخالف نے خود بھی نقل کیے ہیں اُن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تبلیغ الٰہی بدء الخلق یعنی ابتداء آفرینش سے لے کر جنت اور دوزخ میں داخل ہونے والوں کے داخل ہونے تک کا احوال بخوبی جانتے اور بالتفصیل پہچانتے ہیں، اور زید اس دعوے پر دلائل لاتا ہے جن کے جواب سے عاجز ہو کر جانبِ مخالف نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۲۱ میں اس پر زور دیا ہے کہ قرآن شریف سے استدلال کرنا مجتہد کا کام ہے تو گویا مدعا یہ ہے کہ کلام اللہ سے استدلال کرنا غیر مجتہد کے لیے جائز نہیں، اور یہ بالکل غلط اس واسطے کہ غیر مجتہد جو کلام اللہ کی تفسیر جانتا ہو

---

[1]....تفسیر فتح العزیز (تفسیرعزیزی)، پارہ1، سورۃالبقرۃ (2)، تحت الآیۃ ﴿ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ بِبَابِلَ هٰرُوْتَ وَمَارُوْتَ﴾ [آیت102]، صفحہ378، مطبع مجتبائی، دهلی، طبع جمادی الثانی 1311ھ

ف۔۔۔ شاہ صاحب کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام ریاضیات وطبعیات وغیرہ علوم فلسفیہ کے بھی عالم ہوتے ہیں۔

وہ صریح آیتوں اور حدیثوں سے استدلال کرسکتا ہے اور کہیں اس کی ممانعت نہیں۔ طحطاوی میں ہے ”واما فهم الاحكام من نحو الظاهر والنص والمفسر فليس مختصا به (اى بالمجتهد) بل يقدر عليه العلماء الاعم“[1] ف مسلم الثبوت میں ہے ”وأيضا شاع وذاع احتجاجهم سلفا وخلفا بالعمومات من غير نكير“[2] رہا آپ کا ﴿فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ﴾[3] نقل فرمانا وہ دیانت کے خلاف اس وجہ سے ہے کہ آپ نے اُس کا ایک جزو جو آپ کے مدعا کے خلاف تھا چھوڑ دیا اور وہ ﴿اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[3] ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوال نہ جاننے کی حالت میں ہوتا ہے۔ مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اِنَّمَا شِفَاءُ الْعِیِّ السُّؤَالُ“[4] آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صریح آیتوں سے بھی استدلال نہ کرو۔ جیسا کہ آپ نے سمجھا اور حسب مضمون ”دروغ گورا حافظہ نباشد“ خود آپ ہی اس علت میں مبتلا ہو گئے جسے زید کے لیے ناروا بتا رہے تھے چنانچہ آیۂ شریفہ ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ﴾ الخ[5] سے استدلال کیا اور بے سمجھے جیسا کہ ظاہر ہو چکا۔

---

[1]....حاشية الطحطاوی علی در مختار، خطبة الكتاب، الجزء 1، صفحہ 5، المكتبة العربية، كانسی روڈ، كوئٹہ

ترجمہ: ظاہر، نص اور مفسر سے احکام سمجھنا مجتہد کا خاصہ نہیں بلکہ عام علمائے کرام بھی اس پر قدرت رکھتے ہیں۔

[2]....مسلم الثبوت، المقالة الثالثة، الفصل الخامس فی الخاص والعام، مسئلة للعموم صيغ، صفحہ 73، مطبع انصاری، دهلی

ترجمہ: علما کا عمومات سے استدلال کرنا بھی بغیر کسی انکار کے سلفاً خلفاً شائع ذائع ہے۔

ف عالم غیر مجتہد کو صریح آیتوں اور حدیثوں سے استدلال جائز ہے۔

[3]....القرآن الكريم، پارہ 14، سورة النحل (16)، آیت 43

[4]....سنن أبی داود، كتاب الطهارة، باب فی المجروح يتيمم، رقم الحديث 336، الجزء 1، صفحہ 93، المكتبة العصرية، صيدا، بيروت

ترجمہ: جہالت کا علاج سوال ہی ہے۔

[5]....القرآن الكريم، پارہ 23، سورة يسٓ (36)، آیت 69

آیت ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ سے مخالفین کے اعتراض کا جواب

قَوْلُهٗ: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾[1] کے معنی اس کے مدعا کے موافق تسلیم کر لیے جاویں تو لازم آتا ہے کہ دوسری آیت ﴿وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾[2] سے تمام مرد و زن، صغیر و کبیر، برنا [جوان] و پیر، عالم ہو یا جاہل، شہرستانی ہو یا دہقانی ہر ایک علوم غیر متناہیہ کے ساتھ موصوف ہو جائے اور ہر کس و ناکس کا علم جناب رسولِ اکرم سرورِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علم کے مساوی اور برابر ہو جائے۔

آیت ﴿وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ میں انسان سے حضرت مراد ہیں

اَقُوْلُ: افسوس کہ آپ نے کچھ بھی غور نہ فرمایا اور یہ خیال نہ کیا کہ انسان ﴿عَلَّمَ الْاِنْسَانَ﴾[2] میں معرف باللام ہے اس سے فرد کامل شخصِ معین مراد ہے۔ پس اس تقدیر پر حسب مقتضائے دیگر آیاتِ قرآنیہ اس لفظ سے آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہی مراد ہیں۔ تفسیر معالم التنزیل میں آیہ ﴿وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾[2] کے تحت میں ایک قول یہ بھی لکھا ہے "وَقِيلَ: الْاِنْسَانُ هٰهُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيَانُهٗ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾"[3] یعنی کہا گیا ہے کہ یہاں انسان سے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مُراد ہیں اور اس کا بیان آیہ شریفہ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾[1] ہے اور ایسے ہی آیہ شریفہ ﴿خَلَقَ الْاِنْسٰنَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾[4]

---

[1]....القرآن الکریم، پارہ5، سورۃ النساء(4)، آیت110
ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

[2]....القرآن الکریم، پارہ30، سورۃ العلق(96)، آیت5
ترجمۂ کنز الایمان: آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

[3]....معالم التنزيل (تفسير بغوى)، پاره30، سورة العلق (96)، تحت الآية ﴿عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ [آیت5]، الجزء5، صفحه281، دار إحياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولى :1420ھ۔
ترجمہ: کہا گیا ہے کہ یہاں انسان سے مراد محمد عربی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور اس کا بیان آیۂ کریمہ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ ہے۔

[4]....القرآن الکریم، پارہ27، سورۃ الرحمن (55)، آیت 3.4
ترجمہ: انسان کو پیدا کیا، اسے بیان سکھایا۔

میں بھی انسان سے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مُراد ہیں، چنانچہ امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کے تحت میں فرمایا ہے "قَالَ ابْنُ کَیْسَانَ ﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ﴾ یَعْنِی مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ يَعْنِي بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ"[1] تفسیر حسینی میں ہے "یا بوجود آورد محمد را وبیا موزانید ویرا بیان آنچہ بود وھست و باشد"[2] اب ثابت ہوگیا کہ آیۂ کریمہ ﴿عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾[3] میں انسان سے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مُراد ہیں پس وہ اعتراض جو جانبِ مخالف نے کیا وارد نہیں ہوسکتا اور نہ آیۂ شریفہ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾[4] سے معارضہ ہوتا ہے، بلکہ یہ دونوں آیتیں ایک ہی مضمون کی ہیں جیسا کہ اُوپر تفسیر معالم التنزیل سے ظاہر ہوا۔

ایک نئے مہربان کا نیا شبہ

آیۃ ﴿وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾ پر مخالفین کا شبہ اور اس کا جواب

شبہ:

قرآن شریف میں سرورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت وارد ہے ﴿وَیُعَلِّمُکُمْ

---

[1] ....معالم التنزیل (تفسیر بغوی)، پارہ 27، سورۃ الرحمن (55)، تحت الآیۃ ﴿خَلَقَ الْإِنْسٰنَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ [آیت 3,4]، الجزء 4، صفحہ 331، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الأولی، 1420ھ
ترجمہ: ابن کیسان نے فرمایا ﴿خَلَقَ الْإِنْسٰنَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو تخلیق فرمایا اور ﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ کا معنٰی یہ ہے کہ آپ کو ما کان و ما یکون (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا) کا بیان تعلیم فرمایا۔

[2] ....قرآن مجید مترجم (فارسی) مع تفسیر حسینی، پارہ 27، سورۃ الرحمن (55)، تحت الآیۃ ﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ [آیت 4]، صفحہ 852، مطبع محمدی، بمبئی، ھند، طبع 1312ھ
ترجمہ: یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کیا اور جو کچھ تھا اور ہے اور ہوگا سب ان کو تعلیم کر دیا۔
(تفسیر قادری ترجمہ اردو تفسیر حسینی، پارہ 27، سورۃ الرحمن (55)، تحت الآیۃ ﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ [آیت 4]، الجزء 2، صفحہ 490، مطبع منشی نولکشور، لکھنو، ھند، بار دھم 1347ھ/1928م)

[3] ....القرآن الکریم، پارہ 30، سورۃ العلق (96)، آیت 5 (دونوں نسخوں میں "وعلم الانسان" تھا، ہم نے تصحیح کر دی ہے)

مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾[1] یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم کو تمام وہ چیزیں تعلیم فرماتے ہیں جن کو تم نہیں جانتے تھے۔ اس آیت میں بھی آیہ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾[2] کی طرح کلمہ ما عام ہے تو یہ ثابت ہوا کہ سب لوگ عالم الغیب ہیں۔

جواب:

قطع نظر اس سے کہ آیت میں مخاطب کون ہے یہ آیت ہمارے مدعا کو ہرگز مخل نہیں نہ اس سے یہ ثابت ہو سکے کہ سب عالم الغیب ہیں، البتہ اگر یہ منظور کر لیں کہ ہمارے سرکار عالم جمیع اشیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام حاضرین کو جو کچھ وہ نہ جانتے تھے بتایا اور قیامت تک کا احوال بتایا تو بھی کوئی حرج نہیں بلکہ یہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر جو کچھ قیامت تک ہونیوالا تھا سب بتایا مگر جس کو یاد رہا یاد رہا، جو بھول گیا بھول گیا۔ پھر بھی سب ایک سے نہیں جس کو زیادہ یاد ہے وہ بڑا عالم ہے، جو بھول گیا وہ تو بھول ہی چکا۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن کی فصل اول صفحہ ۴۶۱ میں بخاری اور مسلم سے مروی ہے: عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا مَا يَكُونُ فِي مقامه ذلك إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ.[3] انتهی بقدر الحاجة

---

[4]....القرآن الکریم ، پارہ5،سورة النساء(4)،آیت110

[1]....القرآن الکریم ، پارہ2،سورة البقرة(2)،آیت151

[2]....القرآن الکریم ، پارہ5،سورة النساء(4)،آیت110

[3]....مشکوة المصابیح، کتاب الفتن،الفصل الاول،رقم الحدیث 5143، صفحہ 473،مکتبہ رحمانیہ، لاھور،الطبعة:2005م
الصحیح البخاری،کتاب القدر،باب(وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَقْدُورًا)، رقم الحدیث 6604، صفحہ 1660،دار الفکر للنشر والتوزیع،بیروت،الطبعة: 1425,1426ھ /2005م [بلفظ:عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ :لَقَدْ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً، مَا تَرَكَ فِيهَا شَيْئًا إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ ، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ]
الصحیح المُسلم،کتاب الفتن واشراط الساعة،بَابُ إِخْبَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَكُونُ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ،الرقم المسلسل7157،صفحہ1415،دار الفکر للنشر والتوزیع،بیروت، الطبعة:1424ھ/2004م

قَوْلُهٗ: ''وأنزل الله عليك الكتاب اى القرآن والحكمة اى ما فى القرآن من الاحكام وعرفك الحلال والحرام وعلمك بالوحى من الغيب وخفيات الأمور ما لم تكن تعلم ذلك الى وقت التعليم''[1] اس تفسیر میں دوجگہ من ہے پہلا بیان کے واسطے اور دوسرا تبعیضیہ ہے تو مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قرآن اور جو قرآن میں احکام نازل کئے ہیں اور بعضے غیب اور امور مخفیہ جو ابھی تک آپ کو معلوم نہ تھے تعلیم فرمائے۔

أَقُوْلُ وبالله التوفيق۔ روح البیان کی اس عبارت کے نقل کرنے سے جانب مخالف کا یہ مدعا ہے کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابتدائے آفرینش سے لے کر جنت اور دوزخ میں داخل ہونے تک سب کا علم نہ تھا جس کا زید دعویٰ کرتا ہے اور یہ بات تفسیر روح البیان سے ثابت نہیں بلکہ زید کا مدعا بخوبی ثابت ہے۔ جب جانب مخالف کو کوئی مفر نہ ملا تو انھوں نے بقول شخصے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہے من کو پکڑ لیا، اور اس بیچارہ کو تبعیضیہ بتا دیا۔ ذرا اس ذی ہوش سے کوئی یہ پوچھے کہ پہلے ''من'' کے بیانیہ ہونے پر کونسا قرینہ قائم تھا جو یہاں نہیں پھر وہاں بیانیہ مان کر تبعیضیہ کہہ دینا بالکل دانائی ہی دانائی ہے۔ اگر جانب مخالف کو زیادہ جوش آجائے تو وہ پہلے من کو بھی تبعیضیہ بنا کر یہ کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام احکام شرعیہ کا بھی علم نہ تھا (نعوذ باللہ) تو کون اُن کے قلم اور زبان کو پکڑے گا مگر اب ہم اس روح البیان کے من کا تبعیضیہ یا بیانیہ ہونا روح البیان ہی کے قرینہ پر موقوف کرتے ہیں کہ وہ دوسرے مقام پر کیا کہہ رہے ہیں ملاحظہ ہو روح البیان، جلد ٦ صفحہ ٢٤: ''وَكَذَا صَارَ عِلْمُهُ مُحِيطًا بِجَمِيعِ الْمَعْلُومَاتِ

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور اس وقت سے قیامت تک کی ہر ہر بات کو بیان فرمادیا پس جس نے وہ باتیں یاد رکھیں، یاد رکھیں اور جو بھول گیا، بھول گیا۔

[1]....روح البیان ،پارہ5،سورۃ النساء(4)، تحت الآیۃ﴿وَاَنْزَلَ اللهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ [آیت 113]، الجزء2، صفحہ282، دار الفکر، بیروت

الْغَیْبِیَّۃِ الْمَلَکُوْتِیَّۃِ کَمَا جَاءَ فِیْ حَدِیْثِ اخْتِصَامِ الْمَلَائِکَۃِ أَنَّہٗ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَہٗ بَیْنَ ثَدَیَّیَ فَعَلِمْتُ عِلْمَ الْأَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ عِلْمَ مَا کَانَ وَمَا سَیَکُوْنُ ''[1] یعنی جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا علم تمام معلومات غیبیہ ملکوتیہ پر محیط ہے جیسا کہ حدیث اختصام الملئکہ میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جناب رب العزۃ نے اپنا کف دستِ فیض ورحمت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اُس فیض کی سردی اپنی چھاتیوں کے درمیان میں پائی، پس مجھے علم اولین و آخرین حاصل ہوگیا، اور ایک روایت میں ہے کہ علم ماکان اور ماسیکون روشن اور ہویدا ہوگیا۔ ف

اب خوب ظاہر ہوگیا کہ صاحبِ رُوح البیان، سیدِ انس و جان صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کو تمام معلوماتِ غیبیہ ملکوتیہ کا عالم بتعلیمِ الٰہی جانتے ہیں لہذا ان کی عبارت میں ہرگز ''من'' تبعیضیہ نہیں جو کوتاہی علم عالمِ ماکان و مایکون صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم پر دلالت کرے[2] یہ آپ کا فہم واجتہاد نہیں بلکہ وہم ہے جو آپ نے ایسا سمجھ لیا۔ آیہ شریفہ کا مطلب تو یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اللہ جل شانہ نے آپ پر کتاب یعنی قرآن شریف اور حکمت یعنی جو احکام کہ قرآن شریف میں ہیں نازل فرمائے اور حلال وحرام کی معرفت کرادی اور ''مَا یُوحٰی'' کی کہ وہ غیب اور ایسے مخفی امور ہیں جن کو آپ اب تک نہ جانتے تھے تعلیم فرمادی۔ اب فرمایئے کہ اس عبارت کو جانبِ مخالف کے مدعا سے کیا مناسبت ہے اور اُس کے منشاء کو اس سے کیا لگاؤ؟ یہ تو مثبتین علمِ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مؤید ہے نہ مخالفِ ذی ہوش کی، جس کو ابھی تک یہ خبر نہیں کہ اس عبارت میں نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علم کے سوا انکار کا حرف تک نہیں۔ اگر جانبِ مخالف کی عاجزی پر رحم کر کے ہم یہ فرض بھی کرلیں کہ

---

[1]....روح البیان، پارہ 29، سورۃ النجم (53)، تحت الآیۃ ﴿لقد رأی من آیات ربہ الکبری﴾ [آیت 18]، الجزء 9، صفحہ 232، دار الفکر، بیروت [وفیہ: فَوَجَدْتُ بَرْدَھا]

ف ــــ سرورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا علم تمام معلومات غیبیہ ملکوتیہ پر محیط ہے۔

[2]... کوتاہی علم عالمِ ماکان و ما یکون صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم پر دلالت کرے گا (م، ص 56)

""من"" تبعیضیہ ہے تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہوگا اور جانب مخالف کو بشرطِ حیاداری ندامت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا، اس لئے کہ من تبعیضیہ ہونے کی حالت میں اس عبارت سے موجبہ جُزئیہ نکلے گا اور وہی ہمارا مطلوب[1] ہے جیسا کہ ابتدائے رسالہ میں ظاہر ہو چکا کہ علمِ جنابِ باری کے سامنے جمیع مخلوقات کے علم کو وہ نسبت بھی نہیں جو سمندر کے سامنے قطرے کو ہے۔ مخالف پر یہ لازم ہے کہ سالبہ[2] کلیہ پیش کرے اس لیے کہ موجبہ جزئیہ کی نقیض سالبہ کلیہ ہوتا ہے نہ موجبہ جزئیہ اور اگر جانبِ مخالف نے یہ سمجھا کہ اہلِ سُنت و جماعت آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لیے جمیع اشیاء کا علم ثابت کرتے ہیں کہ اس صورت میں اُن کا دعویٰ موجبہ کلیہ[3] ہوا تو بھی موجبہ جزئیہ[4] پیش کرنا اس کو کیا مفید اور خصم کو کیا مضر۔ موجبہ جزئیہ کا صدق موجبہ کلیہ کے صدق کا منافی نہیں۔ "بعض الانسان ناطق" کا صدق "کل انسان ناطق" کے کذب کو مستلزم نہیں۔ بہر حال تہذیب پڑھنے والا بچہ بھی ایسی غلطی نہ کرتا جیسی جانبِ مخالف نے کی جانبِ مخالف کو ہنوز یہ خبر نہیں کہ ثبوتِ شے نفی ماعدا کو مستلزم نہیں ردالمحتار صفحہ ۷۵ میں ہے "وَفِي شَرْحِ التَّحْرِيرِ عَنْ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ الْكَرْدَرِيِّ أَنَّ تَخْصِيصَ الشَّيْءِ بِالذِّكْرِ لَا يَدُلُّ عَلَى نَفْيِ الْحُكْمِ عَمَّا عَدَاهُ"[5]

مخالفین کا عذر کہ آیت سے علوم دینیہ مراد ہیں اور اس کا جواب

> **قَوْلُهٗ:** اور تفسیر کبیر میں اس آیت کو دو وجہوں کے لیے محتمل کہا ہے ایک یہ کہ مراد اس سے دین کے امور ہیں یعنی کتاب اور حکمت اور ان کے اسرار وحقائق اور دوسرے یہ کہ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ[6] سے اولین کے اخبار مُراد ہیں اور منافقین کے مکر

---

[1].... کہ ہم "بعض معلومات اللہ تعالی معلوم لنبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم" کہتے ہیں۔ ۱۲

[2]....لا شیئی من معلو مات اللہ تعالی بمعلوم لنبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ ۱۲

[3]....یعنی کل شیئی معلوم لنبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ ۱۲

[4]....بعض الاشیاء معلوم لنبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ ۱۲۔ غلام احمد شوق

[5]....رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطهارة، سُنَنُ الْوُضُوءِ، الجزء1، صفحہ110، دار الفکر، بیروت، الطبعة الثانیة، 1412ھ۔ 1992م

ترجمہ: امام شمس الائمہ کردری کی شرح التحریر میں ہے کہ صرف ایک شے کا ذکر کرنا ماسوا سے حکم کی نفی پر دلیل نہیں۔

[6]....القرآن الکریم، پارہ5، سورۃ النساء(4)، آیت110

ہے کہ آپ خود تحریر فرماتے ہیں کہ مراد اس سے دین کے امور ہیں اور پھر جا بجا انکار کرتے جاتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو جمیع اشیاء کا علم نہ تھا آپ نے جس طرح علم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کم سمجھ لیا ہے اسی طرح دین کے امور کو بھی چھوٹا سا فرض کر لیا ہے ابھی آپ کو اتنی تمیز بھی نہیں کہ معجزہ دین کے امور میں سے ہے تو آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو جمیع معلومات غیبیہ ملکوتیہ کا علم عطا فرمانا بطریق معجزہ کے دین ہی کے امور میں سے ہے چنانچہ اس سے قبل مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف، جلد پنجم سے نقل ہو چکا ”أَنَّهٗ أَخْبَرَ فِی الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِیعِ أَحْوَالِ الْمَخْلُوقَاتِ مِنَ الْمُبْدَأَ وَالْمَعَادِ وَالْمَعَاشِ وَالْمَعَادِ، وَتَیْسِیرُ إِیرَادِ ذٰلِكَ کُلِّهٖ فِی مَجْلِسٍ وَاحِدٍ مِنْ خَوَارِقِ الْعَادَةِ أَمْرٌ عَظِیمٌ“[1] اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مبداء اور معاش اور معاد یعنی دنیا و آخرت سب کی خبر دی اور یہ خوارق عادۃ میں سے ایک امر عظیم ہے۔ ف

بخاری شریف کی ایک حدیث جو مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۸۵ میں بروایت ابو ہریرہ مروی ہے۔ جس کا یہ مضمون ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مجھ کو صدقہ فطر کی نگہبانی پر مامور فرمایا۔ میں اس طعام صدقہ کی نگہبانی کرتا تھا کہ ایک شخص آ کر اس کھانے میں سے لپ بھر کر لیجانے لگا[2] میں نے اس کو پکڑ لیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں محتاج اور عیالدار سخت حاجتمند ہوں میں نے اس کو چھوڑ دیا اور صبح کو خدمت اقدس نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اس نے کثرت عیال اور شدت احتیاج کی شکایت کی مجھے رحم

---

[1]....مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب صفۃ القیامۃ و الجنۃ و النار، باب بدء الخلق وذکر الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام، الفصل الاول، تحت رقم الحدیث 5699، الجزء 9، صفحہ 3634، دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الأولی، 1422ھ 2002 -م

ف۔۔۔ سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا دنیا و آخرت کے جملہ احوال کی ایک مجلس میں خبر دینا۔

[2]... اس کھانے میں سے لپ بھر کر لیجانے لگا۔ (م، ص 59)

آیا میں نے اس کو چھوڑ دیا حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا اور وہ پھر آئے گا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سمجھ لیا کہ بیشک پھر آئے گا اس لئے کہ حضور نے فرما دیا ہے۔[1] قصہ مختصر اسی حدیث کے تحت میں علامہ علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ میں تحریر فرماتے ہیں: ''فِيهِ: إِخْبَارُ النبی -عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ- بِالْغَيْبِ معجزۃ لَهُ''[2] اب ثابت ہوا کہ علم بالغیب نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم کا معجزہ ہے۔ ف

اب جانب مخالف اپنے دل میں انصاف کریں کہ معجزہ امور دین میں سے ہے اور امور دین کا علم جانب مخالف کو بھی تسلیم ہے۔ رہا آپ کا یہ فقرہ ''یعنی کتاب اور حکمت اور ان کے اسرار وحقائق'' اس میں بھی تمام علوم آ گئے۔ اس لئے کہ جناب حق سبحانہ تعالیٰ کلام اللہ کی شان میں ارشاد فرماتا ہے ﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾[3] یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے تم پر کتاب کو نازل فرمایا کہ جو ہر چیز کا بیان واضح ہے پس جب کہ آپ کے نزدیک بھی سید عالم اعلم المخلوقات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کتاب اور حکمت اور اُن کے اسرار و

---

[1]:...مشکوۃ المصابیح، کتاب فضائل القران، الفصل الاول، رقم الحدیث 2018، صفحہ 187، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعة: 2005م

(الصحیح البخاری، کتاب الوکالة، باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئا---الخ، رقم الحدیث 2311، صفحہ 549,550، دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعة: 1425,1426ھ/2005م[ولفظه: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: وَكَّلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ، فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ، وَقُلْتُ: وَاللَّهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنِّي مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ، قَالَ: فَخَلَّيْتُ عَنْهُ، فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ البَارِحَةَ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً، وَعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ، وَسَيَعُودُ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ سَيَعُودُ]

[2]....مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب فضائل القران، الفصل الاول، تحت رقم الحدیث 2123، الجزء 4، صفحہ 1462، دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعة الأولى: 1422ھ 2002م [ولفظه: فِيهِ: إِخْبَارُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِالْغَيْبِ---]

ترجمہ: اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بطور معجزہ غیب کی خبر دینے کا بیان ہے۔

ف ـــ علم بالغیب حضرت کا معجزہ ہے۔

[3]....القرآن الکریم، پارہ 14، سورۃ النحل (16)، آیت 89

اور حیلوں پر اطلاع۔

اَقُوْلُ: آپ کی یہ تقریر آپ کے مدعا کو ثابت نہیں کرتی اسی تفسیر کبیر اور اس کے سوا اور کتب کثیرہ میں عملا اور زرقانی شرح مواہب وغیرہ میں تصریحا بتایا ہے کہ قرآن عظیم ذی وجوہ ہے اور ہر وجہ پر محتج بہ ہے یہ دو وجہیں کہ قفال نے اپنے دل سے نکالیں[1] یہ بھی محتمل ہیں اور اسی محال اطلاق میں داخل ہیں جیسے ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾[2] کی تین سو تفسیریں کی گئیں اور وہ سب اسی اطلاق لفظ حسنہ میں داخل ہیں نہ ایک دوسرے کی منافی نہ اس قدر زیادت کی نافی مگر لطف تو یہ ہے کہ آپ کا اس عبارت سے استدلال بے مصادرہ علے المطلوب کے پورا نہ ہوگا۔ تعجب تو کیجئے گا کہ یہ کیونکر۔ ہاں ہم سے سنئے یہ اس لئے کہ آپ لفظ علم امور دینیہ سے علم ما کان وما یکون کی نفی چاہتے ہیں اور یہ جب ہی صحیح ہوگی کہ ما کان وما یکون کا علم نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو نہ دیا گیا ہو کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو یہ علم دیا گیا تو یہ حضور کے فضائل جلیلہ سے ایک فضیلت ہوئی اور حضور کے معجزات جمیلہ سے ایک معجزہ اور حضور کے فضائل و معجزات قطعاً اعظم امور دینیہ سے ہیں اور ان کا علم بیشک امور دینیہ کا علم ہے اور امور دینیہ کا علم تم خود تسلیم کرتے ہو تو ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو یہ علم بھی دیا گیا کہ حضور کو ما کان وما یکون کا علم ہے ہاں اگر یہ ثابت ہوتا کہ معاذ اللہ حضور کو علم ما کان وما یکون نہیں تو البتہ اس کا علم امور دینیہ سے نہ ہوتا کہ اس عبارت سے استناد صحیح ہونے کے لئے آپ کو اپنے اصل دعوے سے استمداد کی حاجت ہوگی۔ اور یہی مصادرہ علے المطلوب ہے اور فضول ولغو کہ دعوی اگر خارج سے ثابت ہے تو اس عبارت کی کیا حاجت اور ثابت نہیں تو عبارت بھی محض بیکار وا جنبی تعجب خیز امر تو یہ

---

[1]....قفال نے اپنے دل سے نکالیں (م،ص58)

[2]....القرآن الکریم، پارہ2، سورة البقرة(2)، آیت200

ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔

حقائق تعلیم فرمائے گئے تو احاطہ علمِ نبوی سے کون سی شے باہر رہ گئی، نہ معلوم کہ آپ نے تفسیر کبیر کی عبارت کیوں نقل فرمائی۔

قَوْلُهٗ: اور اس تفسیر کے ضمن میں اور دو (۲) فائدے حاصل ہوئے ایک علم کی غایت درجہ کی فضیلت دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ نے کسی مخلوق کو سوائے قدر قلیل علم کے نہیں عطا فرمایا۔

اَقُوْلُ: تسلیم کہ کسی مخلوق کو حق تعالیٰ نے قدرِ قلیل علم کے سوا نہیں عنایت فرمایا جیسا کہ آیۂ کریمہ ﴿وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا﴾[1] اس پر دال ہے اور سب کا علم جنابِ باری تعالیٰ کے علم کے سامنے قلیل ہے ف جیسا کہ ابتدائے رسالہ ہذا میں مذکور ہو چکا لیکن علمِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اگر چہ بمقابلہ علم الٰہی کے قلیل ہے مگر بجائے خود ایسا وسیع ہے کہ کوئی شے اس کے احاطہ سے خارج نہیں چنانچہ اسی تفسیر کبیر کی اُس عبارت میں جو آپ نے نقل کی ہے اس طرف اشارہ ہے **وَسَمّٰی جَمِیْعَ الدُّنْیَا قَلِیْلًا حَیْثُ قَالَ** ﴿قُلْ مَتٰعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ﴾[2][3] اس سے ظاہر کہ نعیم آخرۃ کے سامنے تمام دنیا کی متاع بھی قلیل ہے، اسی طرح جناب حق سبحانہ کے علم کے سامنے تمام مخلوقات کا علم قلیل ہے، لیکن جس طرح کہ ہم اپنے نزدیک تمام دُنیا کو قلیل نہیں پاتے اسی طرح تمام مخلوقات کا علم بھی ہمارے نزدیک قلیل نہیں اگر ہم اُس کو فی نفسہٖ قلیل جانیں تو بڑی حماقت ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر کو خوش ہو کر ہزار گاؤں عطا کئے تو بادشاہ کی سلطنت اور دولت کے

---

[1]....القرآن الكريم، پارہ 15، سورة بنی اسرائيل (17)، آیت 85

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

ف تمام مخلوقات کا علم باری تعالیٰ کے علم کے سامنے قلیل ہے۔

[2]....القرآن الكريم، پارہ 5، سورة النساء (4)، آیت 77

[3]....مفاتيح الغيب (التفسير الكبير)، پارہ 5، سورة النساء (4)، تحت الآية ﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ﴾ [آیت 114]، الجزء 11، صفحہ 217، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الثالثة: 1420ھ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو "قلیل" قرار دیا ہے، ارشاد فرماتا ہے ﴿قُلْ مَتٰعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ﴾ اے حبیب! فرما دو کہ متاع دنیا قلیل ہے۔

سامنے تو کچھ نہیں یہ سب گاؤں نہایت ہی قلیل ہیں مگر مفلس تہی دست سے پوچھیے جس نے پیسوں کے سوا کبھی روپیہ دیکھا ہی نہیں وہ تو ہزار گاؤں کو متاعِ سلطنت سمجھے گا اور تعجب سے کہے گا کہ بادشاہ نے ہرگز وزیر کو ہزار گاؤں نہ دیئے ہونگے ورنہ وزیر بادشاہ سے کس بات میں کم رہا۔ اب اُسے ہر چند سمجھایئے کہ بادشاہ کے سامنے ہزار گاؤں کیا چیز ہیں، اور وزیر کو ہزار گاؤں ملنے سے بادشاہ کی ہمسری نہیں، آخر اُسی نے تو دیئے ہیں، وہ ہی تو معطی ہے نہ خیال کرنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع اشیاء کے علوم تعلیم فرمائے تو باقی کیا رہ گیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اللہ جل شانہٗ برابر ہو گئے۔ معاذ اللہ۔

جملہ اشیا کے علوم آسمانوں، زمینوں کے غیوب بحورِ علمِ الٰہی کا ایک قطرہ ہیں

جملہ اشیاء کے علوم اور تمام آسمانوں اور زمینوں کے غیوب اللہ جل شانہٗ کے علم کے سمندر کا ایک قطرہ ہیں۔ علامہ شہاب الدین خفاجی حواشی بیضاوی میں طیبی سے ناقل ہیں "أَنَّ مَعْلُوْمَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا نِهَايَةَ لَهَا وَ غَيْبُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا يُبْدُوْنَهٗ وَمَا يَكْتُمُوْنَهٗ قَطْرَةٌ مِنْهَا"[1] یعنی اللہ جل شانہ کے معلومات کی کوئی نہایت نہیں اور آسمانوں اور زمینوں کے غیب اور جو ظاہر کرتے اور چھپاتے ہیں یہ سب تو علمِ الٰہی کا ایک قطرہ ہیں۔ ہمارے مخالفین یہ سمجھتے ہیں کہ اگر اتنا اللہ تعالیٰ نے کسی کو تعلیم فرما دیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی برابر ہو گیا۔ برابر کیا معنے یہ تو اس کے علم کے سمندر کا ایک قطرہ ہے ابھی تک علمِ الٰہی کی وسعت بھی معلوم نہ تھی اب ذرا آنکھیں کھلیں گی پھر ان عقلمندوں سے پوچھو کہ اگر اللہ جل شانہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام آسمانوں اور زمینوں کے غیوب تعلیم فرما دے تو یہ اُس کے علم کا ایک قطرہ ہے اس کے علم کے سامنے قلیل ہے یا نہیں۔ لیکن بجائے خود ہرگز قلیل نہیں تفسیر مدارک التنزیل میں ہے "أَنَّ حُيَيَّ بْنَ أَخْطَبَ قَالَ: فِي كِتَابِكُم ﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا

---

[1] ....عِنَايَةُ الْقَاضِي وكِفَايَةُ الرَّاضِي (حَاشِيَةُ الشِّهَابِ عَلٰى تفسِيرِ الْبَيْضَاوِی)، پارہ1، سورۃ البقرۃ(2)، تحت الآیۃ﴿اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ﴾ [آیت33]، الجزء2، صفحہ128، دار النشر: دار صادر، بیروت

كَثِيراً﴾ ثم تقرأون ﴿وَما أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ فَنَزَلَتْ ﴿ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي ﴾الآية يَعْنِي أَنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ كَثِيرٌ وَلٰكِنَّهُ قَطْرَةٌ مِنْ بَحْرِ كَلِمَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى الخ"[1] حیی ابن اخطب نے کہا کہ تمہاری کتاب یعنی قرآن پاک میں ہے کہ جس کو حکمت دی گئی خیر کثیر دی گئی پھر تم یہ بھی پڑھتے ہو کہ تمھیں علم نہ دیا گیا مگر تھوڑا تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ﴾الآية خلاصہ یہ کہ یہ خیر کثیر تو بیشک ہے لیکن اللہ جل شانہ کے کلمات کے سمندر کا ایک قطرہ ہے اب خوب ظاہر ہوگیا کہ یہ علم بیشک کثیر اور اللہ جل شانہ نے خود کثیر فرمادیا۔ لیکن اللہ جل شانہ کے علم کا ایک قطرہ ہے اور اسکے سامنے قلیل۔ تفسیر روح البیان صفحہ ۳۷۵ میں ہے "**قال شيخنا العلامة أبقاه الله بالسلامة فى الرسالة الرحمانية فى بيان الكلمة العرفانية علم الأولياء من علم الأنبياء بمنزلة قطرة من سبعة أبحر وعلم الأنبياء من علم نبينا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم بهذه المنزلة وعلم نبينا من علم الحق سبحانه بهذه المنزلة**"[2] انتھی ہمارے شیخ علامہ نے رسالہ رحمانیہ میں فرمایا کہ اولیاء کا علم انبیاء کے علم سے وہ نسبت رکھتا ہے جو ایک قطرہ کو سات سمندروں سے ہوتی ہے اور انبیاء کا علم ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے یہی نسبت رکھتا ہے۔ ف

الغرض تمام مخلوقات کے علوم کا بمقابلہ باری تعالیٰ قلیل ہونا مسلم اور فریق مخالف کو اس سے کچھ فائدہ نہیں اس لئے کہ وہ قلیل بھی کثیر ہو کر اس کے مدعائے باطل کا خون کرنے میں دریغ نہیں

---

[1]....مدارك التنزيل وحقائق التأويل (تفسير النسفى)، پارہ16، سورة الكهف (18)، تحت الآية﴿قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا﴾ [آیت109]، الجزء21، صفحہ503، دار الكلم الطيب، بيروت، الطبعة الأولى، 1419ھ 1998م [أَنَّ حُيَيَّ بْنَ أَخْطَبَ قَالَ :فِي كِتَابِكُمْ:﴿وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيراً﴾ (البقرة269) ثم تقرأون﴿وَما أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلٌ﴾ا (الْإِسْرَاء85) فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ يَعْنِي أَنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ كَثِيرٌ وَلٰكِنَّهُ قَطْرَةٌ مِنْ بَحْرِ كَلِمَاتِ اللّٰهِ الخ]

[2]....روح البيان، پارہ3، سورة البقرة(2)، تحت الآية﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾[آیت18]، الجزء1، صفحہ403، دار الفكر، بيروت

ف ــــ تمام مخلوقات کے علم کا بمقابلہ انبیاء اور جملہ انبیاء کے علم کا بمقابلہ سید الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور سب کے علم بمقابلہ علم باری تعالیٰ کے قلیل ہونا۔

کرتا پس اگر چہ علم سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم الٰہی کے سامنے قلیل ہے مگر قطع نظر اس تقابل کے وہ علم عظیم ہے اور تمام ما کان و ما یکون الی یوم القیمۃ کو حاوی، ف جانب مخالف نے تفسیر کبیر کے بعض الفاظ کا خلاصہ نہ لکھا جو ان کو مضر تھا یہ دیانت سے بعید ہے اب اس آیت کی تفسیر میں نقل کرتا ہوں تا کہ خوب واضح ہو جائے کہ معترض کس قدر خلاف صواب ہیں تفسیر بیضاوی: ''من خفيات الأمور، أو من أمور الدين والشرائع''[1]

تفسیر مدارک: ''﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ من أمور الدين والشرائع و من خفيات الأمور وضمائر القلوب[2] تفسیر خازن (وَعَلَّمَكَ ما لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ) يعنى من أحكام الشرائع وأمور الدين وقيل علمك من علم الغيب ما لم تكن تعلم وقيل معناه وعلمك من خفيات الأمور وأطلعك على ضمائر القلوب وعلمك من أحوال المنافقين وكيدهم ما لم تكن تعلم وَكانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيماً يعنى ولم يزل فضل الله عليك يا محمد عظيما[3] ان عبارات کا

ف۔۔۔ اگر چہ حضرت کا علم بمقابلہ علم باری تعالیٰ قلیل ہے مگر پھر بھی تمام ما کان و ما یکون الی یوم القیامۃ کو حاوی ہے۔

[1]....أنوار التنزيل وأسرار التأويل(تفسير البيضاوى)،پارہ5،سورة النساء(4)، تحت الآية﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾[آیت113]،الجزء2،صفحہ96،دار إحياء التراث العربى،بيروت،الطبعة الأولى: 1418ھ [وفيه :"الأحكام مقام الشرائع"]
ترجمہ: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ (اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے) یعنی پوشیدہ ومخفی امور کا علم بھی دیا اور امور دین وشرائع بھی تعلیم فرما دیئے۔

[2]....مدارك التنزيل وحقائق التأويل(تفسير النسفى)،پارہ5،سورة النساء(4)، تحت الآية﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾[آیت113]، الجزء1،صفحہ395،دار الكلم الطيب، بيروت،الطبعة الأولى: 1419ھ/1998م [وفيه:او من خفيات ...الخ]
ترجمہ: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ (اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے) یعنی امور دین و شرائع بھی تعلیم فرما دیئے، پوشیدہ ومخفی امور کا علم بھی دیا اور دلوں میں چھپی باتوں پر بھی مطلع فرما دیا۔

[3]....لباب التأويل فى معانى التنزيل(تفسير الخازن)،پارہ5،سورة النساء(4)، تحت الآية ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾[آیت113]، الجزء1،صفحہ426،دار الكتب العلمية -بيروت،الطبعة :الأولى 1415ھ
ترجمہ: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ (اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے) یعنی احکام شرائع اور امور دین، اور ایک قول یہ ہے کہ جو کچھ علم غیب تم نہیں جانتے تھے وہ تمہیں سکھا دیا، اور کہا گیا ہے: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پوشیدہ ومخفی امور کا علم دیا، دلوں میں چھپی باتوں پر مطلع فرمایا اور۔۔۔

خلاصہ یہ ہے کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو جناب حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے فیض عظیم سے احکام شرع اور امور دین اور علوم غیب اور خفیات امور اور ضمائر قلوب وغیرہا جن کو اب تک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نہیں جانتے تھے تعلیم فرمائے اور یہ اس کا فضل ہے اور تم پر اے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اسکا فضل ہمیشہ رہے گا۔

تفسیر آیت ﴿وَعَلَّمَكَ ما لَمْ تكُنْ تعْلَم﴾ سے آنخضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لئے علم ما کان وما یکون کا ثبوت

تفسیر حسینی میں ہے: ﴿وَعَلَّمَكَ ما لَمْ تكُنْ تعْلَم﴾ انچہ نبودی کہ بخود بدانی از خفیات امور و مکنونات ضمائر و جمہور گفتہ اند کہ آں علم است بربوبیت حق سبحانہ وجلال او وشناختن عبودیت نفس و قدر حال او ودر بحر الحقائق میفرماید کہ آن علم ما کان وما سیکون است کہ حق سبحانہ تعالیٰ در شب اسریٰ بداں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا فرمودہ چنانچہ در احادیث معراجیہ آمدہ است کہ در زیر عرش قطرہ در حلق من ریختند فعلمت ما کان وما سیکون پس دانستم انچہ بود و انچہ خواہد بود۔[1] حاصل یہ کہ خفیات امور اور مکنونات ضمائر[2] جو تم نہ جانتے تھے ہم نے تعلیم فرمائے اور جمہور مفسرین نے کہا ہے کہ وہ

۔۔۔منافقوں کے احوال ومکر وفریب جو کچھ تم نہ جانتے تھے سب سکھادیا (اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے) یعنی اے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم! اللہ کا فضل عظیم تم پر ہمیشہ رہے گا۔

[1]....قرآن مجید مترجم (فارسی) مع تفسیر حسینی،پارہ5،سورة النساء(4)،تحت الآیة﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾[آیت113]، صفحہ157،مطبع محمدی، بمبئی، ہند،طبع 1312ھ

ترجمہ: ﴿وَعَلَّمَكَ﴾ اور تعلیم کردیا ﴿مَا لَمْ تكُنْ تَعْلَم﴾ جو نہ تھا تُو کہ آپ سے جان لیتا چھپی ہوئی باتیں اور دلوں کے بھید اور بہت علما نے کہا ہے کہ وہ علم ہے ربوبیت حق اور اس کے جلال کا اور پہچاننا عبودیت نفس اور اس کے حال کا اور بحر الحقائق میں لکھا ہے کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا یہ اس کا علم ہے کہ حق سبحانہ وتعالی نے شب معراج میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا جیسا کہ معراج کی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ میں عرش کے نیچے تھا ایک قطرہ میرے حلق میں ڈال دیا پس جان لیا میں نے جو کچھ ہوگیا اور جو کچھ ہونے والا ہے۔

تفسیر قادری ترجمہ اردو تفسیر حسینی،پارہ27،سورة الرحمن(55)،تحت الآیة﴿عَلَّمَهُ الْبَیَان﴾ [آیت4]، الجزء1، صفحہ192 مطبع منشی نولکشور، لکھنو، ہند،بار دہم1347ھ/1928م

[2].... حاصل یہ کہ خفیات اور اور مکنونات ضمائر (م،ص62)

ربوبیت وجلال حق کا جاننا اور اپنے نفس کی عبودیت اور اس کی قدر حال کا پہچاننا ہے اور بحر الحقائق میں فرماتے ہیں کہ وہ علم ماکان وما سیکون کا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کو عطا فرمایا۔ چنانچہ احادیث معراجیہ میں آیا ہے کہ عرش کے نیچے ایک قطرہ میرے حلق میں ٹپکایا گیا کہ اس کے وفور فیضان سے ماکان اور ماسیکون یعنی گذشتہ اور آئندہ کے سب امور کا عالم ہو گیا۔

آیت ﴿وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا﴾ پر

جانب مخالف کا اعتراض اور اس کا جواب

اس کے بعد جانب مخالف نے آیۃ کریمہ ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾[1] کہ جس سے امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قیامت میں دوسری اُمتوں پر گواہ ہونا ثابت ہے اور مفسرین نے وسعت علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے تحت میں بیان کی ہے اس کی نسبت یہ لکھا ہے۔

قَوْلُهٗ: اگر اس آیہ کریمہ کا وہی مطلب ہے جو زید کا اجتہاد ہے تو لازم آتا ہے کہ زید جس نے آیت کے ترجمہ میں ایک زمانہ خامہ فرسائی کی مگر نصیب نے یاوری نہ کی علام الغیوب ہو جائے۔

اَقُوْلُ: جانب مخالف کا یہ منشاء ہے کہ اگر شہید کا لفظ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعت علمی پر دال ہو تو یہی لفظ ﴿لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ﴾ میں تمام امتیان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے لئے استعمال کیا گیا ہے وہاں بھی اگر تمام امتیوں کے وسعتِ علم پر دال ہو تو لازم آئے گا کہ سب عالم ماکان و مایکون ہوں۔

---

[1]....القرآن الکریم، پارہ 2، سورۃ البقرۃ (2)، آیت 143

ترجمۂ کنز الایمان: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

جانب مخالف کے اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ سب جانب مخالف کا قیاس ہے اور قیاس اس زمانے والوں کا خود جانب مخالف کے نزدیک نا قابل اعتبار نہ آیت کا یہ مطلب نہ مفسر کا قول سب سے پہلے تفسیر قرآن ہاتھ میں لیجئے اور اس سے دریافت کر لیجئے کہ اس آیہ میں وسعت علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دلالت ہے یا نہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر معالم التنزیل کہ اس میں محی السنہ امام بغوی رحمہ اللہ نے اس آیت کے تحت میں یہ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ ''قال: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَعْدَ الْعَصْرِ، فَمَا تَرَكَ شَيْئًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ فِي مَقَامِهِ ذٰلِكَ، حَتَّى إِذَا كانت الشمس على رؤوس النخل وأطراف الحيطان، قال أما انَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا فِيمَا مَضَى مِنْهَا إِلَّا كَمَا بَقِيَ مِنْ يَوْمِكُمْ هٰذَا''[1] الحدیث خلاصہ یہ ہے کہ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت نے ایک روز عصر کے بعد ہم میں کھڑے ہو کر قیامت تک ہونیوالی چیزیں سب ہی بیان کر دیں اور کوئی چیز چھوڑ نہ دی یہاں تک کہ جب دھوپ کھجوروں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کناروں پر پہنچی تو فرمایا کہ دنیا کے احوال میں سے صرف اس قدر باقی رہ گیا جتنا دن باقی رہ گیا ہے امام بغوی رحمہ اللہ کا اس حدیث شریف کو اس آیہ شریفہ کے تحت میں لانا صاف بتا رہا ہے کہ آیہ شریفہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعت علمی مذکور ہے جب تفسیر سے یہ ثابت ہوا کہ یہ آیت علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دال ہے تو ایک ایسے شخص کے قیاس پر کیا توجہ کی جائے جو آج تک آیت کی تفسیر سے غافل ہے۔[2]

غرض کہ جب ہمارا مدعا آیت سے اور تفسیر و حدیث سے ثابت پھر کسی منکر کا اعتراض قابل سماعت نہیں۔ لیکن پھر بھی ہم اس کی طرف توجہ کرتے ہیں جاننا چاہئے کہ صحت شہادت کے

---

[1]....معالم التنزیل (تفسیر بغوی)، پارہ 2، سورۃ البقرۃ (2)، تحت الآیۃ ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ [آیت 143]، الجزء 1، صفحہ 175، دار إحياء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الأولی: 1420ھ۔

[2]....جو آیت کی تفسیر سے غافل ہے۔ (م، ص 64)

لئے شاہد کو مشہود علیہ پر علم یقینی ہونا چاہئے اور یہ بواسطہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے امت کو حاصل اور اس جناب کی بدولت انکا یقین کامل یہی جواب جو جانب مخالف پر پیش کیا گیا ان شاء اللہ العزیز روز شہادت اُن اُمتوں پر پیش کیا جاویگا جو تبلیغ انبیاء کا انکار کریں گی چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تفسیر عزیزی میں تحریر فرمایا ہے۔ ”ولھذا چوں امم دیگر درمقام رد شہادت ایشاں خواہند گفت کہ شما از چہ رو شہادت مید ہید حال آنکہ دروقت مانبودید و حاضر واقعہ نشدید ایشاں جواب خواہند گفت کہ ماراخبر خدا بو ساطت پیغمبر خود رسید و نزد ما در افادہ یقین بہتر از دیدن و حاضر شدن گردید و در شہادت علم یقینی بہ مشہود علیہ می باید بہر طریق کہ حاصل شود“[1] تعجب ہے کہ جانب مخالف نے آنحضرت سراپا رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو جملہ امت محمدیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے برابر سمجھ لیا اور کچھ فرق نہ کیا شہادت کا لفظ جب اُمت کی طرف منسوب دیکھا اور پھر اسی کو صاحب اُمّت کی صفت پایا فوراً مرتبہ برابر سمجھ لیا اور یہ کچھ خیال نہ کیا کہ امت کا علم تعلیم نبی کریم سے ہے اور نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا علم تعلیم الٰہی سے پھر منصب رسالت کے لائق کہ جس سے تمام عالم کا نظام متعلق اور یہ رتبہ عبدیت کے موافق جو فقط اپنی اصلاح کے لئے ہے اس شہادت پر پھر نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شہادت ضروری جیسا کہ ارشاد ہوا ﴿وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا﴾[2] یہ شہادت خود ہی

---

[1]....تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی)، پارہ 2، سورۃ البقرۃ (2)، تحت الآیۃ ﴿لِّتَکُوْنُوْا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ﴾ [آیت 142]، صفحہ 517، مطبع مجتبائی، دھلی، طبع جمادی الثانی 1311ھ

(دونوں نسخوں میں ”و حاضر واقعہ نشدید ایشاں“ تھا، ہم نے تصحیح کردی ہے۔)

ترجمہ: اسی لئے جب ان کی گواہی کے رد میں امتیں کہیں گی کہ تم کس طرح گواہی دیتے ہو حالانکہ تم ہمارے وقت میں نہیں تھے اور واقعہ کے وقت تم حاضر نہ تھے۔ وہ جواب میں کہیں گے کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے اللہ تعالی کی خبر پہنچی اور ہمارے نزدیک یقین کا فائدہ دینے کے لئے یہ خبر دیکھنے اور حاضر ہونے سے کہیں بہتر ہے اور گواہی میں مشہود علیہ کے متعلق یقینی علم چاہیے جس طرح بھی حاصل ہو جائے۔

(جواہر عزیزی اردو ترجمہ تفسیر عزیزی، پارہ 2، سورۃ البقرۃ (2)، تحت الآیۃ ﴿لِّتَکُوْنُوْا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ﴾ [آیت 142]، جلد دوم، صفحہ 403، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور، باشاعت: جمادی الاول 1429ھ، جون 2008ء)

[2]....القرآن الکریم، پارہ 2، سورۃ الانبیاء (2)، آیت 143

کافی جو اور کسی دوسری شہادت کی محتاج نہیں ان سب سے قطع نظر کیجیے اور یہ غور فرمایئے کہ ایک ہی لفظ کے معنی ہر شخص کی نسبت سے ایک ہی ہونے ضروری نہیں بلکہ کبھی ایک لفظ کے معنی ایک شخص کی نسبت سے کچھ ہوتے ہیں اور دوسرے کی نسبت سے کچھ اور چنانچہ صلوٰۃ اور ہدایت وغیرہا الفاظ مختلف موقعوں پر مختلف معانی میں مستعمل ہوتے ہیں اور ان کی بھی کوئی تخصیص نہیں بلکہ تمام الفاظ مختلف مواقع پر مختلف معانی میں مستعمل ہوتے ہیں۔ کریمہ ﴿وَمَکَرُوْا مَکْرَ اللّٰہُ﴾[1] میں ایک ہی لفظ مکر ہے جو ایک جگہ کفار کے لئے اور دوسری جگہ حق تعالیٰ کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور ایک جگہ معنی کچھ ہیں اور دوسری جگہ کچھ اور حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت کلام اللہ میں لفظ ظلم وارد ہے فرمایا ﴿لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾[2] وقولہ تعالیٰ ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا﴾[3] ان دونوں مقاموں میں ظلم بمعنی ترک اولی ہے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں ''مذاق جمہور اہل تفسیر آنست کہ ظلمی کہ ایں ہر دو بزرگ بخود نسبت فرمودہ اند ظلم حقیقی نبود بلکہ ترک اولی''[4]

دوسری آیت: ﴿لَا یَنَالُ عَہْدِی الظّٰلِمِیْنَ﴾[5] میں ظلم کے معنی حقیقی جو فسق ہیں مراد ہیں چنانچہ یہی شاہ صاحب رحمہ اللہ اسی تفسیر میں آیہ ﴿لَا یَنَالُ عَہْدِی الظّٰلِمِیْنَ﴾ کی نسبت فرماتے ہیں ''در آیت مراد ظلم حقیقی است کہ فسق است''[6]

---

[1]....القرآن الکریم ، پارہ3، سورۃ آل عمران(3)، آیت54 (دونوں نسخوں میں فقط کریمہ ''مَکْرَ اللّٰہُ'' درج تھا)

[2]....القرآن الکریم ، پارہ17، سورۃ الانبیاء(21)، آیت87

[3]....القرآن الکریم ، پارہ8، سورۃ الاعراف(7)، آیت23

[4]....تفسیر فتح العزیز (تفسیرعزیزی)، پارہ1، سورۃالبقرۃ(2)، تحت الآیۃ ﴿لَا یَنَالُ عَہْدِی الظّٰلِمِیْنَ﴾ [آیت124]، صفحہ447، مطبع مجتبائی، دھلی، طبع جمادی الثانی 1311ھ

ترجمہ: جمہور اہل تفسیر کے ذوق کے مطابق جس ظلم کو ان دونوں بزرگوں نے اپنی طرف منسوب کیا ہے حقیقی ظلم نہ تھا بلکہ ترک اولی ہے۔

(جواھر عزیزی اردو ترجمہ تفسیر عزیزی، پارہ1، سورۃالبقرۃ(2)، تحت الآیۃ ﴿لَا یَنَالُ عَہْدِی الظّٰلِمِیْنَ﴾ [آیت124]، جلد دوم، صفحہ281، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاھور، اشاعت: جمادی الاول1429ھ، جون2008ء)

[5]....القرآن الکریم ، پارہ1، سورۃ البقرۃ(2)، آیت124

[6]....تفسیر فتح العزیز (تفسیرعزیزی)، پارہ1، سورۃالبقرۃ(2)، تحت الآیۃ ﴿لَا یَنَالُ عَہْدِی الظّٰلِمِیْنَ﴾---

غرض کہ ایک جگہ ایک لفظ سے کچھ مراد ہوتی ہے اور دوسری جگہ کچھ اور اسی لفظ شہادت کو نہ دیکھ لیجئے کہ یہاں امت کے لئے بمعنی گواہی مستعمل ہوا اور ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾[1] میں بمعنی علیم کے۔ اگر جانب مخالف کے قاعدہ کے بموجب لفظ شہید بمعنی علیم ہو ہی نہ سکے تو اس آیت سے اللہ جل شانہ کا علیم ہونا بھی ثابت نہ ہو سکے گا (معاذ اللہ العلیم) پس جانب مخالف کو یہ خیال کر لینا تھا کہ جائز ہے کہ اُمت کی نسبت جو لفظِ شہادت مستعمل ہوا وہ اور معنی میں ہوا اور سرور اکرم کی نسبت جو مستعمل ہوا وہ علم کے معنی میں ہوا جیسا کہ مفسرین نے فرمایا ہے۔ حضرت مولانا مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی جن کو جانب مخالف معتبر اور بزرگ سمجھتے ہیں اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں" بلکہ میتواں گفت کہ شہادت درینجا بمعنی گواہی نیست بلکہ بمعنی اطلاع و نگہبانی است تا از جادہ حق بیروں نروید چنانچہ ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾ و در مقولہ حضرت عیسیٰ کہ ﴿كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾ وچوں ایں نگہبانی و اطلاع طریق تحمل شہادت است و تحمل شہادت برائے ادائے شہادت میباشد و در احادیث ایں شہادت را بگواہی روز قیامت تفسیر فرمودہ اند بَیَانًا لِحَاصِلِ الْمَعْنٰى لَا تَفْسِیْرَ اللَّفْظِ"[2]

---[آیت 124]، صفحہ 447، مطبع مجتبائی، دھلی، طبع جمادی الثانی 1311ھ

ترجمہ: اور آیت ﴿لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ﴾ میں حقیقی ظلم مراد ہے۔

(جواھر عزیزی اردو ترجمہ تفسیر عزیزی، پارہ 1، سورۃ البقرۃ (2)، تحت الآیۃ ﴿لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ﴾ [آیت 124]، جلد دوم، صفحہ 281، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاهور، اشاعت: جمادی الاول 1429ھ، جون 2008ء)

[1] ....القرآن الکریم، پارہ 28، سورۃ المجادلۃ (58)، آیت 6

[2] ....تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی)، پارہ 1، سورۃ البقرۃ (2)، تحت الآیۃ ﴿وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا﴾ [آیت 143]، صفحہ 522، مطبع مجتبائی، دھلی، طبع جمادی الثانی 1311ھ

ترجمہ: بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں شہادت گواہی کے معنوں میں نہیں ہے بلکہ اطلاع اور نگہبانی کے معنوں میں ہے۔ تا کہ راہِ حق سے باہر نہ نکلیں جیسا کہ ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾ [المجادلۃ، آیت 6] میں اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مقولہ ﴿كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾ [المائدۃ، آیت 117] میں ہے۔ اور---

پس اب بخوبی ظاہر ہو گیا کہ لفظ شہادت جوامت مرحومہ کے لئے استعمال فرمایا گیا ہے گواہی کے معنی میں ہے جیسا کہ اوپر تفسیر سے نقل کیا گیا ہے اور اس موقع پر کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد ہوا ہے اطلاع اور نگہبانی کے معنی میں ہے چنانچہ ﴿وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْد﴾ اور ﴿کُنْتُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا﴾ میں کلام اللہ میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے چونکہ نگہبانی اور اطلاع طریق تحمل شہادت کو روز قیامت کی گواہی سے تعبیر فرمایا اور یہ حاصل معنی کا بیان ہے نہ الفاظ کی تفسیر بس زید کا مدعا بخوبی ثابت ہو گیا اور جانب مخالف کو کوئی محل اعتراض نہ رہا۔

ثانیاً جانب مخالف کو یہ بھی معلوم نہیں کہ مفسرین نے آیہ شریفہ ﴿وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا﴾[1] سے کیا مراد لی ہے اس لئے کہ ان کا یہ خیال ہے کہ شہید دونوں جگہ ایک ہی معنی میں ہے اور جہاں امت کے لئے ارشاد ہوا ہے اس سے تمام امت مراد ہے پس اگر ہم اس موقع پر جانب مخالف کے فرمانے کے بموجب فرض بھی کر لیں کہ لفظ شہید دونوں جگہ ایک ہی معنی کے لئے ہے تو بھی ان کا مقصود ثابت نہ ہو سکے گا اس لئے کہ تمام امت اول سے آخر تک سب کا گواہ ہونا مراد نہیں ہے جو جانب مخالف یہ اعتراض کر سکے کہ سب کے لئے علم غیب کا ثبوت لازم آئے گا بلکہ یہاں اُمت سے مہاجرین اولین اور انصار سابقین یا علماء مجتہدین مراد ہیں کہ جن کا اجماع خطا پر ممکن نہیں وہ حضور رب العالمین میں شہادت کے لئے منظور فرمائے گئے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِتِّبَاعَھُمْ[2] وَاحْشُرْنَا مَعَھُمْ۔ چنانچہ شاہ صاحب موصوف اسی تفسیر میں فرماتے ہیں "و در اینجا تفسیرے است بغایت دلچسپ کہ از بعضے قدمائے مفسرین

* * *

---جب یہ نگہبانی اور اطلاع تحمل شہادت کا راستہ ہے اور تحمل شہادت ادائے شہادت کے لئے ہوتی ہے۔ تو احادیث میں اس شہادت کی جو قیامت کے دن گواہی کے ساتھ تفسیر کی گئی ہے حاصل معنی کو بیان کرنے کے لئے ہے نہ کہ لفظ کی تفسیر کے لئے۔

(جواہر عزیزی، جلد دوم، صفحہ 412، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور، اشاعت: جمادی الاول 1429ھ، جون 2008ء)

---

[1]....القرآن الکریم ، پارہ 2، سورۃ البقرۃ (2)، آیت 143

[2]....اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِتِّبَاعَھُم (م، ص 66)

منقول شدہ واز اکثر اشکالات مذکورہ نجات میدھد حاصلش آنکہ در ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا﴾ مخاطب کسانے اند کہ نماز بسوئے قبلتین[1] گذاردہ اند یعنی مهاجرین اولین وانصار سابقین کہ علو درجہ آنها در ایمان معروف و مشهور است ۔[2] اور اس سے کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں ”لیکن اگر دراینجا تمام امت را از اوّل تا آخر اعتبار کنیم قائدہ تکلیف برہم میگرد وزیرا کہ بعد انقضائے[1] تمام اُمت هیچکس باقی نخواهد ماند کہ قول ایشاں بروے حجت تواند شد پس معلوم شد کہ مراد اهل ہر زمانہ اند وچوں اهل ہر زمانہ مخلوط می باشند عالم و جاهل و صالح و فاسق همہ در آنها موجود می شوند بقرائن عقلیہ معلوم شد کہ اعتبار بہ گفتہ علمائے مجتهدان متدین است نہ غیر ایشاں بهر حال اجماع ایشاں بر خطا ممکن نیست والا ایں امت خیار و عدول نباشد و درمیان ایشاں وامم دیگر فرقے نماند وایں شرفے است عظیم کہ ایں امت را بہ هیئت اجتماعیہ حکم پیغمبر دادہ اند چنانچہ حکم پیغمبر معصوم از خطا واجب القبول است همچناں حکم ایں امت باجتماع معصوم از خطا واجب القبول۔[3] اس عبارت سے بخوبی ظاہر ہو

---

[1]....قبلتن ـــ بعد از القضائے (م، ص66,67)

[2]....تفسیر فتح العزیز(تفسیر عزیزی)، پارہ1، سورۃالبقرۃ(2)، تحت الآیة ﴿وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا﴾ [آیت143]، صفحہ522، مطبع مجتبائی، دهلی، طبع جمادی الثانی 1311ھ۔

ترجمہ: اور یہاں ایک نہایت ہی دلچسپ تفسیر ہے جو کہ بعض قدیم مفسرین سے منقول ہے اور یہاں مذکور اکثر اعتراضات سے نجات دیتی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا﴾ میں خاص مخاطب وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز گزاری ہے یعنی پہلے مہاجرین اور پہلے انصاری جن کا ایمان میں مرتبۂ بلند معروف ومشہور ہے۔

(جواہر عزیزی اردو ترجمہ تفسیر عزیزی، پارہ1، سورۃالبقرۃ(2)، تحت الآیة ﴿وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا﴾ [آیت143]، جلد دوم، صفحہ410، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور، اشاعت: جمادی الاول1429ھ، جون2008ء)

[3]....تفسیر فتح العزیز(تفسیر عزیزی)، پارہ1، سورۃالبقرۃ(2)، تحت الآیة ﴿ وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا﴾ [آیت143]، صفحہ 522,523، مطبع مجتبائی، دهلی، طبع جمادی الثانی 1311ھ۔

ترجمہ: لیکن اگر یہاں ہم تمام امت سے مراد اول سے آخر تک لیں تو تکلیف کا قاعدہ دگرگوں ہو جاتا ہے۔۔۔

گیا کہ تمام امت اول سے آخر تک مراد نہیں بلکہ کبرائے امت مراد ہیں پس ہم کو تسلیم کہ کبرائے امت کو بھی امور غیب پر اطلاع فرمائی جاتی ہے اور یہی عقیدہ اہل سنت کا ہے البتہ معتزلی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سوائے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی ولی کو علم حاصل نہیں۔ زرقانی شرح مواہب لدنیہ، جلد ۷، ص ۲۲۸ میں ہے ''قال فی لطائف المنن اطلاع العبد علی غیب من غیوب اللہ تعالی بنور منہ، بدلیل خبر "اتقوا فراسة المؤمن، فإنه ينظر بنور الله " لا يستغرب، وهو معنى "كُنْتُ بَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهِ"، فمن كان الحق بصره أطلعه على غيب الله، فلا يستغرب''[1] واقعی امر یہ ہے کہ حسب مضمون حدیث شریف پروردگار جس کی بینائی ہو اس کا غیب پر مطلع ہونا کیا بعید ہے۔

غوث اعظم کا ارشاد کہ لوح محفوظ میرے سامنے ہے اور میں علم الٰہی کے سمندروں میں غوطہ زن ہوں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ زبدۃ الاسرار میں حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر

۔۔۔اس لئے کہ تمام امت کے گزر جانے کے بعد کوئی شخص باقی نہ رہے گا جس پر ان کا قول حجت ہو سکے تو معلوم ہوا کہ مراد ہر زمانہ کے لوگ ہیں اور چونکہ ہر زمانہ کے لوگ مخلوط ہوتے ہیں ان میں عالم وجاہل، صالح و فاسق سب موجود ہوتے ہیں اس لئے عقلی قرائن سے معلوم ہوا کہ اعتبار علماء مجتہدین دینداروں کے کہے ہوئے کا ہے نہ کہ ان کے غیر کا بہرحال ان کا غلطی پر اجماع ممکن نہیں ہے ورنہ یہ امت بہترین اور عادل نہ ہوگی اور ان میں اور دوسری امتوں میں کوئی فرق نہ رہے گا اور یہ ایک بہت بڑا شرف ہے کہ اس امت کو اجماعی صورتوں میں رسول علیہ السلام کے حکم کی طرح قرار دیا گیا ہے جس طرح رسول علیہ السلام کا حکم غلطی سے معصوم واجب القبول ہے اسی طرح اس امت کا اجماع غلطی سے معصوم اور واجب القبول ہے۔ ف

(جواہر عزیزی اردو ترجمہ تفسیر عزیزی، پارہ1، سورۃالبقرۃ(2)، تحت الآیۃ ﴿وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ [آیت143]، جلد دوم، صفحہ413، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور، اشاعت: جمادی الاول1429ھ، جون2008ء)

ف۔۔۔ جیسا کہ پیغمبر معصوم کا حکم واجب القبول ہے ایسے ہی امت کے اجماع کا حکم واجب القبول ہے۔

[1]....شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیه، المقصد الثامن فی طبه صلی الله علیه وسلم لذوی الأمراض والعاهات وتعبیره الرؤیا وإنبائه بالأنباء المغیبات، الفصل الثالث في إنبائه صلی الله علیه وسلم بالأنباء المغیبات، الجزء10، صفحه112، دار الکتب العلمیة، الطبعة :الأولی 1417ھ/1996م

- ترجمہ: لطائف المنن میں فرمایا کہ ''اتقوا فراسة المؤمن، فإنه ينظر بنور الله''(مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔) کی دلیل کے پیش نظر بندے کا اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور کے۔۔۔

جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں "قال رضی اللہ عنہ یا ابطال یا اطفال ھلموا وخذ وا عن البحر الذی لا ساحل لہ وعزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء لیعرضون علی وان بوبوءۃ عینی فی اللوحِ المحفوظ انا الغائص فی بحار علم اللہ"[1] اب بمنہ تعالیٰ وکرمہ اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ سعداء اور اشقیاء اولیا پر پیش کئے جاتے ہیں اور ان کی آنکھ کی پتلی لوحِ محفوظ میں رہتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے دریا میں غوطہ زن رہتے ہیں۔

اولیاء کے سامنے زمین ایسے ہے جیسے ناخن

مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں "حضرت عزیزان ۔علیہ الرحمۃ والرضوان۔ می گفتہ اند کہ: زمین در نظر ایں طایفہ چوں سفرہ ای ست و مامی گوییم چوں روئے ناخنے است ہیچ چیز از نظر ایشاں غایب نیست"[2] یعنی حضرت عزیزان رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ زمین اولیاء کے گروہ کے سامنے ایک دستر خوان کی مثل ہے اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند فرماتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ روئے ناخن کی مثل ہے اور کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔ امام انام حضرتِ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ اکبر میں اور شیخ جلال الدین سیوطی نے جامع کبیر میں حارث بن مالک اور حارثہ بن نعمان

۔۔۔ذریعے غیوب خداوندی میں سے کسی غیب پر مطلع ہو جانا کچھ عجب نہیں، اور حدیث قدسی "کُنْتُ بَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ" (میں اپنے بندے کی بینائی ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔) کا بھی یہی معنی ہے پس حق تعالیٰ خود جس کی بینائی ہو اسے اپنے غیب پر مطلع فرمادے تو کچھ بعید نہیں۔

[1] ....زبدۃ الاسرار، صفحہ 66، مطبع بکسلنك کمپنی
ترجمہ: حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں: اے جوانو! اے نونہالو! آؤ اور اس سمندر سے اکتسابِ فیض کرو جس کا کوئی ساحل نہیں، میرے رب کی عزت کی قسم سعداء و اشقیاء مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں، میری آنکھ کی پتلی لوحِ محفوظ میں ہے اور میں علم خداوندی کے سمندروں میں غوطہ زن ہوں۔

[2] ....نفحات الانس فی حضرات القدس، 446 خواجہ بہاؤ الدین نقشبند۔ قدس اللہ روحہ، صفحہ 392، 393 موسسہ اطلاعات، تہران، چاپ سوم 1375ھ۔

انصاری سے اور طبرانی[1] اور ابو نعیم نے حارث ابن مالک انصاری سے روایت کی ہے ”قال مررت بالنبی صلی الله علیه وسلم فقال: کیف أصبحت یا حارث؟ قال أصبحت مؤمنا حقا، فقال انظر ما تقول! فإن لکل شیء حقیقة فما حقیقة إیمانك؟ قلت قد عزفت نفسی عن الدنیا و أسهرت لذلك لیلی وأظمأت نهاری وکأنی أنظر إلی عرش ربی بارزا وکأنی أنظر إلی أهل الجنة یتزاورون فیها وکأنی أنظر إلی أهل النار یتضاغون وفی روایة یتعاودون فیها فقال یا حارث عرفت فالزم قالها ثلاثا وفی روایة ابن عساکر قال علیه السلام وأنت امرء نور الله قلبه عرفت فالزم“[2]

---

[1]…. مطبوعہ نسخوں میں ”طبری“ تھا جو غالبا کاتب کی غلطی ہے کیونکہ یہ حدیث ابن جریر طبری کی کسی کتاب کی بجائے امام طبرانی کی المعجم الکبیر میں مذکور ہے۔

[2]…. الفقه الاکبر (امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہ اکبر کے دستیاب نسخوں میں یہ روایت مذکور نہیں۔)

جامع الکبیر فی ضمن جامع الاحادیث (وهویشتمل علی جمع الجوامع للسیوطی والجامع الأزهر وکنوز الحقائق للمناوی، والفتح الکبیر للنبهانی)، قسم الافعال، حرف الفا، مسند الحارث بن مالك الأنصاری، رقم الحدیث 37212، الجزء 34، صفحه 222، المکتبة الشاملة

☆المرجع السابق، حرف الهمزة، مسند، أنس بن مالك خادم رسول الله صلی الله علیه وسلم، رقم الحدیث 35695، الجزء 32، صفحه 492، المکتبة الشاملة [وفیه: ”قال لحارثة بن النعمان: کیف أصبحت“]

☆معرفة الصحابة لابی نعیم، باب الحاء، من اسمه الحارث، الحارث بن مالك الانصاری وقیل حارثة، روی عنه زید بن اسلم وجماعة، رقم الحدیث 2069، الجزء 2، صفحه 777، دار الوطن للنشر، الریاض، الطبعة الأولی: 1419هـ / 1998 م

☆المعجم الکبیر للطبرانی، کتاب، باب الحاء، الحارث بن مالك الانصاری، رقم الحدیث 3367، الجزء 3، صفحه 266، مکتبة ابن تیمیة - القاهرة الطبعة: الثانیة

☆تاریخ مدینة دمشق لابن عساکر، حرف العین، عتبة بن العباس بن الولید بن عتبة أبو الولید، رقم الحدیث 7654، الجزء 38، صفحه 274، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، عام النشر 1415هـ 1995م [وفیه: ”وإلی أهل النار یتعاوون قال فقال له النبی (صلی الله علیه وسلم) أنت امرء نور الله قلبه عرفت فالزم“]

ترجمہ: حضرت حارث بن مالک انصاری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نبی مکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا تو آپ نے فرمایا: اے حارث! تو نے کس حال میں صبح کی؟ عرض کی: اس حال میں صبح کی کہ مومن برحق ہوں، فرمایا: ذرا اپنی بات پہ غور کر لو، ہر شے کی کوئی حقیقت ہوتی ہے، تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ میں نے عرض کی: میں نے اپنے نفس کو دنیا سے پھیر لیا راتوں عشق میں جاگا، دنوں بھوکا پیاسا رہا اب گویا کہ میں اپنے رب کے عرش کو ظاہر دیکھتا ہوں اور جنتیوں کو جنت میں۔۔۔

اسی قصہ کو مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ نے مثنوی معنوی میں نظم فرمایا ہے جو بطریق اختصار اس مختصر میں نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ھذا

گفت پیغمبر صباحے زید را
کیف اصبحت اے رفیق باصفا

گفت عبداً مومنا بازوش گفت
گو نشاں از باغ ایمان گر شگفت

گفت تشنہ بودہ ام من روزھا
شب نخفتم من زعشق و سوزھا

تازروز وشب جدا گشتم چناں
کہ زا سپر بگزرد نوک سناں

کہ ازاں سو جملہ ملت یکیست
صد ہزاراں سال و یکساعت یکیست

ہست ازل را وابد را اتحاد
عقل راہِ نیست الاّ افتقاد

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من
ہست پیدا ہمچوبت پیش شمن

یك بیك وامی شناسم خلق را
ہمچو گندم من ز جو در آسیا

کہ بہشتی کہ وبیگانہ کے ست
پیشِ من پیدا چو مور وماھی ست

۔۔۔۔ایک دوسرے کی زیارت کرتے اور اہل دوزخ کو دوزخ میں بلبلاتے دیکھتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ دوزخیوں کا دوزخ میں ایک دوسرے کے پاس جانا دیکھتا ہوں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا: اے حارث! تو نے معرفت پالی اب اسے لازم کرلے۔ اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو وہ شخص ہے کہ جس کا دل اللہ نے روشن ومنور فرما دیا ہے، تو نے معرفت پالی ہے اب اسے لازم کرلے۔

من بگویم یا فرو بندم نفس
لب گزیدش مصطفےٰ یعنی کہ بس [1]

اب ثابت ہوا کہ اطلاع غیب سوائے انبیاء کے اکابر امت کو بھی عنایت الٰہی سے میسر ہوتی ہے چنانچہ جب سید کائنات سرور موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے زید تم نے کس حال میں صبح کی۔ عرض کیا کہ اس حال میں کہ عبد مومن تھا فرمایا حقیقۃ ایمان کا کیا نشان رکھتے ہو۔ عرض کیا کہ میں نے اپنے نفس کو دنیا سے پھیر لیا راتوں عشق میں جاگا۔ دنوں بھوکا پیاسا رہا اب گویا کہ میں اپنے رب کے عرش کو ظاہر دیکھتا ہوں اور اہل جنت اور اہل دوزخ کو پہچانتا ہوں۔

اولیاء کا علم

اور یہی مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ اسی مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

لوح محفوظ است پیش اولیاء
ازچہ محفوظ است محفوظ از خطا [1]

---

[1]…. مثنوی مولوی معنوی، دفترِ اول، پرسیدن پیغمبر علیہ السلام مرزید اکہ امروز چونی وچون برخاستی…. ،صفحہ 89 ،النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی۔ لاہور، ملتقطاً [بیت 2500 تا 2527]

ترجمہ: ایک صبح پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت سیدنا زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے مخلص رفیق! تم نے صبح کس حالت میں کی؟ انہوں نے عرض کی: اس حال میں کہ میں بندہ مومن ہوں، تو پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان سے فرمایا: اگر باغ ایمان کھلا ہوا تو اس کی کوئی نشانی بیان کرو، انہوں نے عرض کی: میں دنوں میں پیاسا رہا ہوں اور عشق وسوز کی وجہ سے راتوں کو نہیں سویا، یہاں تک کہ میں روز وشب سے اس طرح سے گذر گیا کہ جس طرح نیزہ کی نوک ڈھال سے گذر جاتی ہے، کیونکہ وہاں تمام ملتیں ایک ہی ہیں، لاکھوں سال اور ایک ساعت یکساں ہے، وہاں ازل اور ابد میں اتحاد ہے، اور وہاں عقل کے لئے گم ہونے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے، جس طرح بت پرست کے سامنے صنم ہوتا ہے یونہی آٹھوں جنتیں اور ساتوں دوزخیں میرے سامنے پیش ہیں، میں مخلوق کو یک بیک اور جدا جدا یوں پہچانتا ہوں جس طرح چکی میں جو اور گندم کی شناخت کرتا ہوں، کہ ان میں سے کون بہشتی ہے اور کون جنت سے بیگانہ ہے؟ مرے سامنے وہ یوں پیش ہیں جس طرح مور اور مچھلی ہوتے ہیں، (یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم) میں ان کے بارے میں عرض کروں یا سانس روک لوں تو مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے لئے اپنے لب مبارک کو دبایا کہ بس (اتنا ہی کافی ہے)

[2]…. مثنوی مولوی معنوی، دفتر چہارم، زادن ابوالحسن خرقانی بعداز وفات….. ،صفحہ 46، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور

ترجمہ: لوح محفوظ اولیا کے سامنے ہے اور وہ کس چیز سے محفوظ ہے؟ غلطی سے محفوظ ہے۔

اور امام شعرانی کبریت احمر میں فرماتے ہیں ''واما شیخنا السّید علی الخواص رضی اللہ تعالٰی عنہ فسمعتہ یقول لا یکمل الرجل عندنا حتی یعلم حرکات مریدہٗ فی انتقالہٖ فی الاصلاب وھو نطفۃ من یوم الست بربکم الٰی استقرارہ فی الجنۃ اوفی النار''[1] یعنی ہمارے شیخ سید علی خواص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک تو آدمی جب تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس کو اپنے مرید کی حرکتیں اس کے آباء کی پیٹھ میں نہ معلوم ہوں یعنی جب تک یہ نہ معلوم کرلے کہ یوم الست سے کس کس کی پیٹھ میں ٹھہرا اور اس نے کس وقت حرکت کی یہاں تک کہ اس کے جنت یا دوزخ میں قرار پکڑنے تک کے حالات جانے۔ ف

قصیدہ غوثیہ میں حضرت پیران پیر دستگیر حضرت محبوب سبحانی سیدنا الشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا
کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ[2]

جب اللہ کے اولیاء کو تمام بلاد اللہ مثل رائی کے دانے کے معلوم ہوں تو اگر جانب مخالف کا قول[3] تھوڑی دیر کے لئے تسلیم بھی کرلیا جائے اور لفظ شہادت کے دونوں جگہ ایک ہی معنی لئے جائیں تو بھی کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ جب کبرائے امت گواہ ٹھہرے اور ان کو یہ اطلاع غیب بعطائے عالم حقیقی میسر تو اگر شہادت کا لفظ ان حضرات کے لئے بھی مثبت علم ہوگا تو بیشک حق اور بجا ہے اب جانب مخالف کو ذرا چون و چرا کا موقع نہیں تسلیم کریں یا خاموش رہیں۔

آیت ﴿وَ مَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ﴾ کی بحث

اس کے بعد جانب مخالف نے آیۃ کریمہ ﴿وَ مَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ﴾[4] کی

---

[1]....الکبریت الاحمر فی بیان علوم الشیخ الاکبر، صفحہ 99، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الاولی: 1431ھ/2010م

[2]....قصیدۃ غوثیۃ (قصیدۂ خمریہ)، بیت 25
ترجمہ: میں تمام بلاد اللہ کو برابر رائی کے دانے کی طرح دیکھتا ہوں۔

[3]....یعنی یہ قول کہ ''اگر لفظ شہادت سرور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم کو ثابت کرتا ہے تو امت کے علم کو بھی ثابت کرتا ہے۔ ۱۲

إليه ويخبره ببعض المغيبات ‘‘[1] نقص علم آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر ہرگز دال نہیں اس لئے کہ جائز ہے کہ ایامِ نزول وحی میں وقتاً فوقتاً بعض بعض مغیبات پر مطلع فرمایا جاتا ہو اور جب تمام کلام اللہ نازل ہو چکا تو تمام اشیاء پر اطلاع ہو گئی ہو چنانچہ ﴿تِبیٰنًا لِّكُلِّ شَیْءٍ﴾ تمام کلام اللہ کی صفت ہے نہ بعض کی۔ پس جائز ہے کہ ایام نزول قرآن شریف میں بعض بعض مغیبات کا جتنا کلام اللہ اترتا تھا علم ہوتا ہو۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ تمام کلام اللہ کے نزول کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو جمیع اشیاء کا علم نہ ہوا، ایک۔

دوسرے یہ کہ تفسیر میں نفی کا کونسا لفظ ہے یا جانب مخالف ثبوت شے کو نفی ماعدا جانتے ہیں اہل علم کے نزدیک کسی طرح اس عبارت سے حضور کے عدم علم یا نقص علم پر استدلال ممکن نہیں مگر جانب مخالف تو بحکم ’’اَلْغَرِیْقُ یَتَشَبَّثُ بِالْحَشِیْشِ‘‘ تنکے کا سہارا ڈھونڈتے ہیں اور عبارات اثبات کو نفی کی برہان سمجھتے ہیں۔

کچھ ایسی سمائی ہے آنکھوں میں ان کی   جدھر دیکھتے ہیں نفی ہی نفی ہے

ع   انچہ پیدا می شود از دور پندار و نفی است [2]

علاوہ بریں جمیع اشیاء بے شبہ غیوب کا بعض ہیں تو جس کو حق تعالیٰ جمیع اشیاء کا علم مرحمت فرمائے کہہ سکتے ہیں کہ اس کو بعض غیوب کا علم ہے سلیقہ بھی تو درکار ہے تاکہ یہ سمجھ میں آسکے کہ بعض غیوب جمیع اشیاء کے منافی نہیں۔

هنوز طفلی واز نوش و نیش بیخبری
زعلم غیر چه ازجهل خویش بیخبری [3]

---

[1]....أنوار التنزيل وأسرار التأويل(تفسير البيضاوى)، پاره4، سورة آل عمران(3)، تحت الآية ﴿وَمَا كَانَ اللهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ﴾[آیت 179]، الجزء2، صفحه51، دار إحياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولى 1418ھ
ترجمہ: اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی فرمائی اور بعض مغیبات کی خبر دی۔

[2].... ترجمہ: جو وجود میں آچکا ہے اسے دور خیال کرتے ہیں اور اور سمجھتے ہیں کہ وہ ہے ہی نہیں۔ (محمد مدثر رضا المدنی)

[3].... ترجمہ: بچے کو تو ابھی شہد اور ڈنگ کی خبر ہی نہیں اس سے کسی کے بارے میں کیا پوچھنا جو خود سے بے خبر ہو۔ (محمد مدثر رضا المدنی)

طرف توجہ فرمائی ہے اور اس میں اختلاف قراء اور اختلاف مرجع ضمیر ہو کو محض بے فائدہ نقل کیا ہے یہ ہم کو قطعاً مضر نہیں نہ اس سے ان کا مدعا ثابت نہ ہمارے مدعا کو نقصان بلکہ وہ ہمارے مؤید ہے اس لئے کہ اگر جانب مخالف کی مرضی کے موافق ظنین ظا سے مان لیں تو جانب مخالف کے نزدیک آیت کے یہ معنی ہونگے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب کی بات بتانے پر متہم نہیں کہ بغیر علم کہدیں کہ مجھ کو یہ علم ہے۔ یہ تہمت کسی کی ان پر نہیں لگ سکتی پس جانب مخالف کی اس تقریر سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت کو امور غیب کا علم اللہ نے مرحمت نہ فرمایا تھا۔ بلکہ اس سے یہی ظاہر ہے کہ آپ کو علم تھا اور اسی وجہ سے آپ پر بغیر علم کہہ دینے کی تہمت نہیں لگ سکتی اور اگر جانب مخالف کی رائے کے موافق ھو کا مرجع قرآن ہو تو بھی کچھ مضر نہیں بلکہ ہمارا ہی مدعا ثابت ہے اس لئے کہ کلام اللہ میں جمیع اشیاء کا علم ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾[1] یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے تم پر کتاب نازل فرمائی جو ہر چیز کا بیان واضح ہے اور یہ مسلّم کہ حضرت اس کے عالم تو بیشک جمیع اشیاء کے عالم ہوئے نہ معلوم کہ اس آیت کے متعلق جانب مخالف نے کیوں بحث کی جبکہ وہ اس سے اپنے مدعا کے موافق ایک حرف ثابت نہ کر سکے البتہ اپنے خلاف مدعا کی تائید کی ہم ان کی اس عنایت کے ممنون ہیں۔

آیت ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ﴾ الآیۃ کی بحث

ایسے ہی جانب مخالف نے آیہ شریفہ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾[2] کے متعلق بھی وہ بے فائدہ تقریر کی ہے جس سے ان کے مدعا کو کچھ ربط نہیں بلکہ خلاف مدعا ثابت ہوتا ہے کسی مفسر کا یہ کہہ دینا کہ ''فیوحی

---

[4]....القرآن الکریم ، پارہ30،سورۃ التکویر(81)،آیت24

[1]....القرآن الکریم ، پارہ14،سورۃ النحل(16)،آیت89

[2]....القرآن الکریم ، پارہ4،سورۃ آل عمران(3)،آیت179
ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چُن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیز گاری کرو تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔

ہنوز جناب کو یہ خبر نہیں کہ بعض غیوب جمیع اشیاء سے وسیع ہو سکتے ہیں کیوں کہ جمیع اشیاء متناہی اور غیوب غیر متناہی اور نیز ہم خوب اچھی طرح ثابت کر آئے ہیں کہ مفسرین کا نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نسبت بعض غیب یا اس کی مثل اور کوئی لفظ لکھنا اس عظمت کے منافی نہیں اس لئے کہ وہ بہ نسبت علم الٰہی کے لکھتے ہیں اور بے شک تمام آسمانوں اور زمینوں کے غیوب جناب باری عز اسمہ کے علم کا ایک قطرہ ہیں اور تمام مخلوق کا علم اس کے مقابلہ میں قلیل، چنانچہ ارشاد ہوا۔ ﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾[1] چونکہ ابتداء رسالہ ہذا میں اس مطلب پر کافی بحث کر چکا ہوں اسلئے یہاں چھوڑتا ہوں۔

یہی صاحب روح البیان جن سے آپ نے بعض کا لفظ نقل کر کے اپنے مدعا کو جو اس سے کوسوں دور ہے ثابت کرنا چاہا ہے اسی تفسیر روح البیان کی جلد سادس صفحہ ۲۴ میں فرماتے ہیں "وَكَذَا صَارَ عِلْمُهُ مُحِيْطًا بِجَمِيْعِ الْمَعْلُوْمَاتِ الْغَيْبِيَّةِ الْمَلَكُوْتِيَّةِ كَمَا جَاءَ فِيْ حَدِيْثِ اِخْتِصَامِ الْمَلَائِكَةِ"[2] اس عبارت سے مصرح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا علم جمیع معلومات غیبیہ ملکوتیہ پر محیط ہے ف۔ پھر کیا انہی صاحب روح البیان نے اس علم سے انکار کیا ہے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ آپ سے اس عبارت کے سمجھنے میں خطا ہوئی اب یہ بھی ملحوظ رہے کہ اسی آیۃ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ﴾ الآیۃ کے شان نزول میں محی السنہ امام بغوی نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر میری امت کی صورتیں پیش کی گئیں جیسے کہ آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھیں اور مجھے معلوم ہو گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا ف۔ جب یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ تمسخر سے کہنے

---

[1]....القرآن الکریم، پارہ 15، سورۃ بنی اسرائیل (17)، آیت 85

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

[2]....روح البیان، پارہ 27، سورۃ النجم (53)، تحت الآیۃ ﴿لقد رأى من آيات ربه الكبرى﴾ [آیت 18]، الجزء 9، صفحہ 232، دار الفکر - بیروت

ترجمہ: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف تمام معلومات غیبیہ ملکوتیہ کو محیط ہو گیا جیسا کہ حدیث اختصام ملائکہ میں وارد ہوا ہے۔

ف۔ صاحب روح البیان کے نزدیک حضور کا علم جمیع معلومات غیبیہ ملکوتیہ پر محیط ہے۔

ف۔ حضور کو اپنی امت کے ہر مومن کافر کی اطلاع ہے۔

لگے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گمان ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا ان لوگوں میں سے جو ابھی نہیں پیدا ہوئے اور آئندہ پیدا کیئے جائیں گے یہ تو بڑی بات ہے ہم تو اب موجود ہیں وہ بتائیں کہ ہم میں سے کون مومن اور کون کافر ہے۔ یہ خبر سن کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ کی حمد وثنا کر کے فرمانے لگے کہ ان قوموں کا کیا حال ہے جنھوں نے میرے علم میں طعن کیا آج سے قیامت تک کی کوئی شے ایسی نہیں جس کو مجھ سے تم دریافت کرو اور میں تمہیں نہ بتا سکوں اب سے قیامت تک کی جس چیز کو چاہو مجھ سے دریافت کرو میں تمہیں اس کی خبر دوں گا ف۔ پس عبداللہ بن خدافہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ یارسول اللہ میرا باپ کون ہے فرمایا خدافہ۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یارسول اللہ ہم اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے قرآن کے امام ہونے۔ آپ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے پس ہماری تقصیر معاف فرمایئے۔ چنانچہ وہ حدیث یہ ہے[1] وَقَالَ السُّدِّيُّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ أُمَّتِي فِي صُوَرِهَا فِي الطين كما عرضت عَلَى آدَمَ، وَأُعْلِمْتُ مَنْ يُؤْمِنُ وَمَنْ يَكْفُرُ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْمُنَافِقِينَ، فَقَالُوا اسْتِهْزَاءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ وَمَنْ يَكْفُرُ مِمَّنْ يُخْلَقُ بَعْدُ، وَنَحْنُ مَعَهُ وَمَا يَعْرِفُنَا، فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ عَلَى الْمِنبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ طَعَنُوا فِي عِلْمِي لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ إِلَّا أَنْبَأْتُكُمْ بِهِ، فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ، فَقَالَ مَنْ أَبِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: حُذَافَةُ، فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا وَبِكَ نَبِيًّا فَاعْفُ عَنَّا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ؟ ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنبَرِ[2] ف

ف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دعوی سے فرمانا کہ اب سے قیامت تک کا ہم سے سوال کرلو۔

[1]…. یہ حدیث تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۳۳۶ میں بھی موجود ہے۔۱۲۔

[2]….معالم التنزيل (تفسير بغوى)، پاره 4، سورة آل عمران (3)، تحت الآية ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى---

آیت ﴿قُلْ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ﴾ پر مخالفین کا شبہ اور اس کا جواب

جانب مخالف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر آیۂ شریفہ ﴿قُلْ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ﴾[1] نقل کر کے آنحضرت سراپا برکت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کرنا چاہی ہے[2] اور یہ محض ان کا خیال ہے آیت سے اس مدعا پر استدلال محال ہے یہاں جو نفی ہے وہ غیب ذاتی کی ہے یا تو اضعا نفی کی گئی تفسیر خازن میں ہے "اِنَّمَا نَفٰی عَنْ نَفْسِهِ الشَّرِیْفَةِ هٰذِهِ الْاَشْیَاءَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ تَعَالٰی وَاِعْتِرَافًا لَهُ بِالْعُبُوْدِیَّةِ"[3] تفسیر

---الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ﴾[آیت 179]، الجزء 1، صفحہ 545، دار إحیاء التراث العربی - بیروت۔ الطبعة: الأولی، 1420ھ۔

لباب التأویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن)، پارہ 4، سورۃ آل عمران (3)، تحت الآیة ﴿وَمَا كَانَ اللهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ﴾ [آیت 179]، الجزء 1، صفحہ 324، دار الکتب العلمیة - بیروت، الطبعة: الأولی 1415 ھ۔ [وفیهما: مِمَّنْ لَمْ یُخْلَقْ بَعْدُ]

ترجمہ: اور سدی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھ پر مٹی میں میری امت کی صورتیں پیش کی گئیں جیسے آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھیں اور مجھے معلوم ہو گیا کہ کون ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔" یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو وہ تمسخر سے کہنے لگے: محمد (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) یہ گمان رکھتے ہیں کہ جو لوگ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے وہ ان کے بارے میں بھی جانتے ہیں کہ کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا حالانکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں نہیں پہچانتے۔ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ منبر پر تشریف لائے، اللہ تعالی کی حمد وثنا کی اور پھر فرمایا: ان قوموں کا کیا حال ہے جنھوں نے میرے علم میں طعن کیا ہے، تمہارے اور قیامت کے درمیان کوئی ایسی شے نہیں جو تم مجھ سے پوچھو اور میں تمہیں بتا نہ سکوں۔ اس پر عبد اللہ بن خدافہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: خدافہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اللہ کے رب، اسلام کے دین، قرآن کے امام، اور آپ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ اللہ تعالی آپ کو معاف فرمائے ہماری تقصیر سے درگزر کیجئے۔ نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کیا تم لوگ باز آئے؟ پھر منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ ف

ف ـــــ سرور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا قیامت تک کے علوم کا دعوی، اس پر حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سوال کیا جانا اور حضور کا جواب دینا۔

[1]....القرآن الکریم، پارہ 7، سورۃ الانعام (6)، آیت 50

[2]..... مجموعۃ الفتاوی مطبوعہ لاہور اور رسالہ غیبیہ اور تقویہ اور دیگر رسائل مخالفین میں بھی یہی شبہ پیش کیا گیا ہے، یہاں اس کا جواب کافی دیا گیا سب حضرات بغور ملاحظہ فرمالیں۔ ۱۲

نوٹ: یہ حاشیہ مکتبہ مشرق، بریلی اور ازھر بک ڈپو، آرام باغ، کراچی کے نسخہ میں درج نہیں۔

[3]....لباب التأویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن)، پارہ 7، سورۃ الانعام (6)، تحت الآیة ﴿قُلْ لَا اَقُوْلُ---

عرائس البیان میں ہے ﴿وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ﴾ وَتَوَاضَعَ حِیْنَ أَقَامَ نَفْسَهُ مَقَامَ الْاِنْسَانِیَّةِ بَعْدَ أَنْ كَانَ أَشْرَفَ عَنْ خَلْقِ اللّٰهِ مِنَ الْعَرْشِ اِلَى الثَّرٰى وَاَظْهَرَ مِنَ الْكَرُّوْبِیْنَ وَالرُّوْحَانِیِّیْنَ خُضُوْعًا لِجَبَرُوْتِهٖ وَخُشُوْعًا فِیْ اَبْوَابِ مَلَكُوْتِهٖ[1] ان عبارتوں سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ آیت میں نفی بطریق تواضع کے ہے۔ اس سے استدلال کرنا اور اس کو حجت وسند بنا کر پیش کرنا نہایت عجیب وغریب ہے۔ تمام علماء کا دستور ہے کہ وہ اپنے لئے ہیچ میرزا اور ہیچ مداں اور اسی قسم کے انکسار کے الفاظ تحریر فرمایا کرتے ہیں ان الفاظ سے استدلال کر کے جو شخص ان کے علم کا انکار کرے لا یعقل [بے عقل] نہیں تو کون ہے۔؟ تفاسیر میں صاف فرمایا کہ حضور نے تواضعاً نفی فرمائی اس کو حضور کے عدم علم کی دلیل بنانا کیسی دون ہمتی اور فرومایگی ہے۔ علاوہ بریں آیت میں علم غیب کی نفی ہی کب ہے نفی ہے تو قول ودعوے کی۔ یہی تو فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرمادیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا اور دعوے نہیں کرتا کہ میرے پاس خزائن الٰہیہ ہیں اور میں غیب کا عالم ہوں تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے ''ولا اعلم الغیب عطفٌ علی محلِّ عندی خزائنُ اللہ ای ولا أدّعی أیضاً أنی أعلم الغیب الخ (کذا فی روح البیان)''[2]

---لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ﴾[آیت 50]، الجزء 2، صفحہ 114، دار الکتب العلمیة - بیروت، الطبعة الأولی 1415ھ

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کے لئے عاجزی اختیار کرتے اور اپنی بندگی کا اعتراف کرتے ہوئے خود سے ان چیزوں کے علم کی نفی فرمائی ہے۔

[1]....تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن، پارہ 7، سورۃ الانعام (6)، تحت الآیة ﴿قُلْ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ﴾[آیت 50]، الجزء 1، صفحہ 359، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الاولی: 1429ھ/2008م

ترجمہ: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''میں غیب کا علم نہیں رکھتا'' عاجزی وانکساری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرش اعظم سے ثری تک سب خلقِ خدا سے بڑھ کر شرف والے اور سب کروبین و روحانیین (فرشتوں) سے زیادہ غلبہ والے ہونے کے باوجود اللہ تعالی کی قدرت وسلطنت اور وسیع مملکت کے سامنے تواضعاً خود کو (صرف) انسانیت کے مقام پہ قائم فرما رہے ہیں۔

[2]....إرشاد العقل السلیم إلی مزایا الکتاب الکریم (تفسیر أبی السعود)، پارہ 7، سورۃ الانعام (6)، تحت الآیة ﴿قُلْ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ﴾ [آیت 50]، الجزء 3، صفحہ 136، دار إحیاء التراث العربی، بیروت

ان تفاسیر سے صاف معلوم ہوگیا کہ حضور نے دعوے کی نفی فرمائی ہے دعوے کی نفی علم کی نفی کو کب مستلزم ہے میں دعوے نہیں کرتا کہ میں غیب کا عالم ہوں۔ اس کے یہ معنی کس طرح ہوسکتے ہیں کہ مجھے غیب کا علم ہی نہیں بلکہ مطلقاً دعوے کی بھی نفی نہیں ہے جس کی طرف **لکم** مشیر ہے، خطاب کفار ومشرکین سے ہے تفسیر خازن میں ہے ”**یعنی قل یا محمد لھؤلاء المشرکین لا أقول لکم**“[1] تو مطلب آیت کا یہ ہوا کہ فرمادیجئے اے حبیب مکرم علیہ الصلوۃ والسلام ان کفار ومشرکین سے کہ میں تم سے یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس خزائن الٰہیہ ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور فی الواقع [یہ کفار ومشرکین] نا اہل کب اس قابل ہیں کہ ان کے سامنے ایسے دعوے کئے جائیں (کیا وہابیہ بھی اپنے آپ کو ان ہی نا اہلوں میں سے سمجھتے ہیں؟) علامہ نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ تفسیر رغائب القرآن میں فرماتے ہیں ”**﴿قُلْ لا أَقُولُ لَكُمْ﴾ لم یقل لیس عِنْدِی خَزائِنُ اللَّهِ لیعلم أن خزائن اللہ وھی العلم بحقائق الأشیاء وماھیاتھا عندہ ولکنہ یکلم الناس علی قدر عقولھم ﴿وَلا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ أی لا أقول لکم ھذا مع أنہ قال صلی اللہ علیہ وسلم علمت ما کان وما سیکون**“[2] یعنی اللہ تعالیٰ

☆روح البیان، پارہ7، سورۃ الانعام(6)، تحت الآیۃ ﴿لَا اَقُولُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللهِ﴾ [آیت50]، الجزء 3، صفحہ33، دار الفکر، بیروت [ولا أعلم الغیب عطف علی محل عندی خزائن اللہ ولا مزیدہ مذکرۃ للنفی ای ولا ادعی ایضا انی اعلم الغیب]

ترجمہ: ﴿لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ﴾ کا عطف ﴿عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللهِ﴾ کے محل پر ہے یعنی (معنی یہ ہوگا کہ) میں اس بات کا بھی دعویٰ نہیں کرتا کہ میں غیب جانتا ہوں۔

[1]....لباب التأویل فی معانی التنزیل(تفسیر الخازن)، پارہ7، سورۃ الانعام(6)، تحت الآیۃ ﴿لَا اَقُولُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللهِ وَلَآ اَعْلَمُ﴾ [آیت 50]، الجزء 2، صفحہ 113، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی 1415ھ۔

ترجمہ: یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان مشرکین سے فرمادیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں کہ میں غیب جانتا ہوں۔

[2]....غرائب القرآن ورغائب الفرقان(تفسیر نیسابوری)، پارہ7، سورۃ الانعام(6)، تحت الآیۃ ﴿لَا اَقُولُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللهِ وَلَآ اَعْلَمُ﴾ [آیت50]، الجزء3، صفحہ83، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الأولی 1416ھ [والعبارۃ فیہ: ﴿قُلْ لا أَقُولُ لَكُمْ﴾ لم یقل لیس عِنْدِی خَزائِنُ اللَّهِ لیعلم أن خزائن اللہ وھی العلم بحقائق الأشیاء وماھیاتھا عندہ بإراءۃ سَنُرِيهِمْ آياتِنا فِي الْآفاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ وباستجابۃ دعائہ فی قولہ أرنا الأشیاء کما ھی ولکنہ یکلم الناس علی قدر عقولھم. وَلا أَعْلَمُ الْغَيْبَ أی لا أقول لکم ھذا مع أنہ کان یخبرھم عما مضی وعما سیکون بإعلام الحق، وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم فی قصۃ لیلۃ المعراج نظرت خلفی نظرۃ علمت ما کان وما سیکون۔]

نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب مکرم آپ کفار و مشرکین سے فرما دیجئے کہ اے کفار نابکار! میں تم سے یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں یہ نہیں فرمایا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں (بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے نہیں کہتا) تا کہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے خزانے حضور کے پاس ہیں۔ لیکن حضور لوگوں سے بقدر ان کی عقل و فہم کے کلام فرماتے ہیں اور وہ خزانے تمام چیزوں کی حقیقت و ماہیت کا علم ہے (اس کے بعد ارشاد ہوا) ﴿وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ یعنی میں تم سے یہ دعوٰے نہیں کرتا کہ مجھے غیب کا علم ہے۔ باوجودیکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم مجھے عطا ہوا۔

اب ان تفاسیر کی عبارات پر غور فرما کر انصاف فرمایئے کہ جانب مخالف نے ان آیات سے حضور کے علم کے انکار پر استدلال کرنے میں کیسا ظلم صریح کیا ہے۔ تواضع کو عدم علم کی دلیل بنانا اور عدم دعوے سے عدم علم پر استدلال کرنا اس درجہ کی انتہائی جہالت ہے۔

قَوْلُهٗ: ''عَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ'' میں جو لفظ کان ماضی کا صیغہ ہے یہ باعتبار اپنے حدوثی معنی کے زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے گذشتہ زمانہ میں زمانی چیزوں کا تحقق ثابت ہوتا ہے۔ اگر علم انہی چیزوں کے ساتھ متعلق ہوا ہے جیسا کہ ''عَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ'' سے واضح ہے تو وہ علم ازلی نہیں کیونکہ نہ وہ خود زمانہ ہے۔ نہ زمانیات کا ظرف الخ۔

اَقُوْلُ: اس موقع پر جانب مخالف کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے علم سے جو زمانہ سے متعلق ہے یعنی بدء الخلق سے قیامت تک جس کا زید کو دعویٰ ہے انکار نہیں اور نہ باوجود اس صراحت کے انکار ہو سکتا ہے ف مگر اسی رسالہ میں انہی حضرت کی تقاریر سے انکار بھی ملے گا یہ ایک حیرتناک قصہ ہے۔

ف جانبِ مخالف کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بدء الخلق سے قیامت تک کے ''عَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ'' کے علم کا اقرار ہے۔

لطیفہ: ماکان اور ماسیکون کی بحث

رہا اس موقع پر جناب کا ''کان'' کے معنی میں جدت طبع کو صرف فرمانا اس کو بھی ملاحظہ فرمایئے کہ عجب سے خالی نہ ہوگا۔ چونکہ اس موقع پر عربیت سے بحث کرنے میں طول ہوتا ہے اس لئے اس سے درگذر کر کے یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر جانب مخالف کے فرمانے کے بموجب تسلیم کرلیا جائے کہ لفظ کان زمانہ گذشتہ پر ہی دلالت کرتا ہے اور اس سے گذشتہ زمانہ میں زمانی چیزوں کا ثبوت ہوتا ہے تو آیۂ شریفہ ﴿وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا﴾[1] میں کیونکر لفظ کان زمانہ گذشتہ پر دلالت کرے گا کہ یہاں تو استقبال پر دال ہے اور آیۂ کریمہ ﴿کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا﴾[2] میں اگر جانب مخالف کے فرمانے کے بموجب ''کان'' سے زمانۂ گذشتہ مراد لیا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ نہ ثابت ہو سکے۔[3] اس لئے کہ حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان سے دریافت کرلو تو یہودیوں نے کہا کہ ہم کیونکر ایسے شخص سے دریافت کریں جو اپنے ہنڈولے میں بچہ ہے یہاں وہی لفظ کان ہے ذرا جانب مخالف صاحب اب ماضی کا صیغہ فرما کر مطلب تو کہیں اور آیۂ شریفہ ﴿وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا﴾[4] میں بھی اگر حسب رائے جانب مخالف کے ''کان'' زمانہ ماضی میں زمانی چیزوں کے ثبوت کے لئے ہو تو نعوذ باللہ خدائے کریم کے اوصاف علم وغیرہ بھی زمانی ہو جائیں گے بلکہ بعض مواضع میں ''کان'' کو اس معنی پر محمول کرنے سے وجود الٰہی کو بھی ایسا ہی کہنا پڑے گا چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے ((کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ))[5]

---

[1]....القرآن الکریم، پارہ 29، سورۃ الدھر (76)، آیت 7

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

[2]....القرآن الکریم، پارہ 16، سورۃ مریم (19)، آیت 29

ترجمۂ کنز الایمان: اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔

[3]....تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ثابت ہو سکے۔ (م، ص 75)

[4]....القرآن الکریم، پارہ 22، سورۃ الاحزاب (33)، آیت 40

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

[5]....کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، حرف العین، کتاب العظمة من قسم الأقوال، رقم الحدیث...---

اب اس فقیر کا التماس ہے کہ مؤلف رسالہ اعلاء کلمۃ الحق توبہ کریں کہ انہوں نے اعتراض کرنے کے شوق میں ایک ایسی نازیبا تقریر کی جس سے ازلیت صفات الٰہی کا اور معجزۂ نبی کا بلکہ خود وجودِ الٰہی کا انکار لازم آتا ہے۔ ف— ایسی دقتیں جب ہی پیش آتی ہیں جبکہ آدمی باوجود علم نہ ہونے کے محض طباعی سے مسائل دینیہ میں دخل دے اور اسی لئے سرورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ((أَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا))[1]

ثانیاً یہ کہ محدثین کے نزدیک یہی مقرر و مشہور ہے اور جمہور کا یہی مذہب ہے کہ لفظ کان دوام و استمرار کے معنی میں آتا ہے چنانچہ یہی شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۱۲۷ میں فرماتے ہیں "در لفظ 'کان' محدثان را سخن است مقرر و مشہور درمیانِ جمہور آنست 'کہ' افادۂ دوام و استمرار میکند"[2] ف— پس جناب نے کس طرح سے علم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر "کان" کا زمانی ہونا ضروری سمجھ لیا ہے۔ حضرت محض ایجاد سے کام نہ

---29850، الجزء10، صفحه370، مؤسسة الرسالة، الطبعة :الطبعة الخامسة، 1401ھ/1981م

الصحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول الله تعالی(وَهُوَ الَّذِی يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ)، رقم الحدیث 3191، صفحه 783، دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعة: 1425,1426ھ/2005م [بلفظ: كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ]

ترجمہ: بس ایک خدا کی ذات تھی اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔

ف— لفظ کان کو زمانی کہنے سے جانبِ مخالف کو کیا کیا دقتیں پیش آئیں گی۔

[1]....الصحیح البخاری، کتاب العلم، بَابٌ كَيْفَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ، رقم الحدیث 100، صفحه 46، دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعة: 1425,1426ھ/2005م

الصحیح المُسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم و قبضه و ظهور الجهل والفتن فی آخر الزمان، الرقم المسلسل 6691، صفحه 1314، دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعة: 1424ھ/2004م

ترجمہ: بغیر علم کے فتوی دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

[2]....اشعة اللمعات، کتاب العلم، الفصل الاول، تحت حدیث انس ((کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا تکلم بکلمة اعادها ثلثا))، الجزء1، صفحه155، کتب خانه مجیدیه، ملتان

ترجمہ: اور کان کے لفظ میں محدثین نے گفتگو کی ہے جمہور کے نزدیک مقرر و مشہور یہ ہے کہ یہ لفظ دوام و استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔ (شرح مشکوٰۃ ترجمہ اشعۃ اللمعات، جلد1، صفحہ490، فرید بک سٹال، لاہور، الطبع الثانی: صفر 1424ھ/ اپریل 2003ء)

ف— محدثین کے نزدیک کان مفید دوام و استمرار ہے۔

لیجئے کہ دین کے مسائل میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے فقیر اس موقع پر اس بحث کو اختصار کے لئے چھوڑتا ہے کہ مقربان بارگاہ زمانہ میں فرق نہیں کرتے جیسا کہ احادیث سے ثابت اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے مصرح ہے۔

”سیکون“ کے قرب پر دلالت کرنے کی بحث

رہا جانب مخالف کا ”سیکون“ کو سین کی وجہ سے استقبال قریب کے لئے بتانا تو یہ خود ظاہر ہے کہ جب یکون کو زمانہ سے تعلق کامل ضرور نہیں تو سین اس پر داخل ہو کر اپنا پورا اثر کرے یہ بھی کچھ ضرور نہیں پھر نہ معلوم کہ جانب مخالف کے نزدیک سین کیا معنی دیتا ہے اور کس موقع پر کس طرح اپنے معنی بتاتا ہے برتقدیر استقبال قریب[1] مراد ہونے کے اس کے قُرب کی کیا حد ہے آیا ایک دن یا دو دن یا چھ مہینے قریب۔ اور اس سے زیادہ زمانہ بعید ہے۔ یا کیا؟ پہلے قرب اور بعد کی مقدار سمجھانی ضرور ہے تا کہ دریافت ہو جائے کہ اس سے برتقدیر لحاظ معنی قرب کے کتنا زمانہ مفہوم ہوتا ہے۔ شاید آپ نے کبھی سنا ہو کہ رب العزة تبارک تعالیٰ نے فرمایا ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ﴾[1] قریب آئی قیامت اور پھٹ گیا چاند، اور فرمایا ﴿یَرَوْنَه بَعِیْدًا وَّ نَرٰیهُ قَرِیْبًا﴾[2] کفار قیامت کو دور سمجھ رہے ہیں اور ہم قریب جان رہے ہیں بلکہ فرمایا ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾[3] قریب آیا ان کے لئے ان کا حساب اور وہ غفلت میں روگرداں پڑے ہیں دیکھئے رب العزت ساعة وحساب کو قریب بتا رہا ہے اور زید کا دعوی اسی قدر تھا کہ بدء الخلق سے یوم آخر تک کا تمام ما کان وما یکون حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے پھر اس کے قرب سے اس کے دعوے میں کیا بعد پیدا کیا۔

صیغہ مضارع پر سین کیا معنی دیتا ہے؟

شاید جانب مخالف کہ نہایت ذہین ہیں اپنی کمال ذہانت سے یہ وہم تراش لیں کہ لفظ

---

[1]....بہ تقدیر استقبال قریب (م،ص76)

[2]....القرآن الکریم ، پارہ 27،سورۃ القمر(54)،آیت 1

[3]....القرآن الکریم ، پارہ 29،سورۃ المعارج(70)،آیت 6,7

[4]....القرآن الکریم ، پارہ 17،سورۃ الانبیاء(21)،آیت 1

قرب جو خاص نزدیکی کے معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے اتنی وسعت رکھتا ہے کہ قیامت وحساب تک کے لئے اطلاق کیا جائے مگر سین اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہرگز قیامت تک کی وسعت نہیں بلکہ وہ زمانہ جس پر فعل مدخول سین دلالت کرتا ہے ایک دو روز سے زیادہ نہیں، اس لئے میں دو ایک مثالیں اس کی بھی پیش کروں کہ جس فعل پر سین داخل ہوا اُس میں بھی قیام قیامت تک تو داخل ہے بلکہ اس سے زیادہ بھی۔ چنانچہ پروردگار عالم نے ان لوگوں کے بارے میں کہ جو ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں ارشاد فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوٰلَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا﴾[1] یعنی بے شبہ جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں، جزیں نیست کہ وہ کھاتے ہیں اپنے پیٹو میں آگ اور قریب ہے کہ وہ داخل ہوں گے آگ میں۔

دوسری آیت ﴿سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا﴾[2] یعنی اب چڑھاؤں گا اُسے بری چڑھائی۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صعود آگ کا ایک پہاڑ ہے اس پر ستر برس چڑھایا جاتا ہے پھر گرایا جاتا ہے۔

تیسری آیت ﴿سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ﴾[3] یعنی قریب ہے کہ داخل کروں گا میں اس کو سقر میں اور سقر جہنم کا نام ہے ان تینوں آیتوں میں جو وعید فرمائی ہے ان میں مضارع کے صیغہ پر سین داخل ہے جو جانب مخالف کے نزدیک قرب کے معنی کے لئے آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قرب میں بھی اتنا بعد ہے کہ اس کا تحقق بعد قیام قیامت کے ہوگا غرض کہ جب سین کے داخل ہونے کے بعد بھی اس میں اتنا قرب نہ پیدا ہوا کہ جس سے علم الٰی یوم القیمہ کی نفی ہوسکتی تو زید کے قول کا کیا رد ہوا۔ اس کے علاوہ اور بہت سی تحقیقات اس مسئلہ سین کے متعلق تھیں جو بنظر اختصار چھوڑ دی گئیں۔

قَوْلُهٗ: ”عَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَیَكُوْنُ“[4] کے یہ معنی ہوئے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ

---

[1]....القرآن الکریم، پارہ4، سورۃ النساء(4)، آیت10

[2]....القرآن الکریم، پارہ29، سورۃ المدثر(74)، آیت17

[3]....القرآن الکریم، پارہ29، سورۃ المدثر(74)، آیت26

والسلام نے فرمایا جان لیا میں نے جو کچھ زمانہ گذشتہ میں ہوگیا اور جو عنقریب زمانہ آئندہ میں ہوگا۔ وہ حدیث ہے اور یہ معنی ہیں۔

اَقُوْلُ: ذرا تو انصاف فرمایئے جب زید کا بھی یہی مدعا ہے کہ آنحضرت سراپا برکت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اللہ جل جلالہٗ نے دنیا میں جو کچھ ہوا اس کا یا جو کچھ آئندہ ہوگا حتےٰ کہ بدء الخلق یعنی ابتدائے آفرینش یعنی مخلوق کے پیدا ہونے کے وقت سے لے کر جنت اور دوزخمیں داخل ہونے تک کا تمام احوال اور امت کا سب خیر وشر تعلیم فرمایا اور آپ بھی اس وقت یہی تسلیم فرمارہے ہیں۔ پھر کیا ضرورت رسالہ تحریر کرنے کی ہوئی کہ بے فائدہ کاغذ سیاہ کیے چند مسئلے غلط لکھ کر ان کا بار گردن پر لیا۔ علماء کی جناب میں گستاخیاں کیں خیراب تسلیم فرماتے ہو۔ اب ہی اپنی تمام گذشتہ حرکتوں سے توبہ کرو۔

کریمہ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ پر مخالفین کا اعتراض اور اُس کا جواب

وہم جانب مخالف[1]: جانب مخالف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۴ پر جو وہم کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ آیۂ شریفہ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾[2] کے نزول کے بعد بھی وحی نازل ہوئی تو اگر اس آیۂ شریفہ ہی سے جمیع اشیاء کا علم آنحضرت سراپا برکت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لئے ثابت ہو تو نزول وحی اس آیۂ شریفہ کے نزول کے بعد کیوں ہوا۔ اور اس کا کیا فائدہ ہے؟ اللہ اللہ کیا عجب تقریر ہے بھلا ان حضرات کو ابھی تک خبر نہیں کہ کلام اللہ میں احکام مکرر نازل ہوئے ہیں آیتیں مکرر آئیں۔ کئی سورتوں کا نزول علماء نے مکرر بتایا ہے۔ پھر کیا شبہ اور جو شبہ بیان کر کے علم نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا انکار کیا ہے وہی شبہ ان آیتوں میں کر کے ان کے کلام

---

[4]...روح البیان ، پارہ7، سورۃ الانعام (6)، تحت الآیۃ ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَه---﴾، [آیت52]، الجزء3، صفحہ35، دار الفکر -بیروت

[1].... سہم الغیب وازالۃ الخفار سائل جو مخالفین کے ہیں ان میں یہ شبہ لکھا ہے یہاں سب کا جواب دیا گیا ہے۔

نوٹ: یہ حاشیہ مکتبہ مشرق، بریلی اور ازھر بک ڈپو، آرام باغ، کراچی کے نسخہ میں درج نہیں۔

[2]....القرآن الکریم ، پارہ5، سورۃ النساء (4)، آیت110

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

اللہ ہونے کا انکار کرنا ممکن ہے خدا محفوظ رکھے ایسے تعصب سے کہ جو حق اور ناحق میں تمیز نہ ہونے دے۔ ایسی خرافات تو کب اس قابل تھی جس کی طرف توجہ کی جاتی مگر صرف اس نظر سے کہ لوگ دھوکہ نہ کھائیں ایک عبارت لکھی جاتی ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ آیات کے نزول میں بھی تکرار ہوتی ہے اور کیوں اور کس لئے مشکوٰۃ شریف کی حدیث معراج کے جملہ ((فَأُعْطِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَأُعْطِيَ خَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ))[1] کی شرح میں علامہ علی قاری رحمہ الباری اپنی کتاب مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰہ المصابیح میں تحریر فرماتے ہیں ”يُشْكِلُ هَذَا بِكَوْنِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةً، وَقِصَّةُ الْمِعْرَاجِ بِالِاتِّفَاقِ مَكِّيَّةٌ“[2] یعنی معراج میں خواتیم سورۂ بقرہ دیئے جانے پر یہ اشکال آتا ہے کہ سورۃ بقر مدنی ہے۔ مدینہ میں نازل ہوئی اور قصہ معراج بالاتفاق مکی ہے کہ معراج مکہ سے ہوئی تو جب خواتیم سورۂ بقرہ معراج میں عطا ہو چکی تھی تو پھر مدینہ میں ان کا نزول کیوں ہوا اور اس سے کیا فائدہ؟ یہ اعتراض بعینہ جانب مخالف کا سا اعتراض ہے اس کے جواب میں ملا علی قاری یہی فرماتے ہیں کہ ”حَاصِلُهُ أَنَّهُ مَاوَقَعَ تَكْرَارُ الْوَحْيِ فِيهِ تَعْظِيمًا لَهُ، وَاهْتِمَامًا بِشَأْنِهِ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ بِلَا وَاسِطَةٍ، ثُمَّ أَوْحَى إِلَيْهِ فِي الْمَدِينَةِ بِوَاسِطَةِ جِبْرِيلَ، وَبِهَذَا يَتِمُّ أَنَّ جَمِيعَ الْقُرْآنِ نَزَلَ بِوَاسِطَةِ جِبْرِيل“[3] اب ثابت ہوا کہ اول

---

[1]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الفتن، باب فی المعراج، الفصل الاول، رقم الحدیث5612، صفحہ539، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعۃ:2005م [بلفظ: فَأُعْطِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا: أُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَأُعْطِيَ خَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پانچ نمازیں اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات (بطور خاص) عطا کی گئیں۔

[2]....مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الفضائل، باب فی المعراج، الفصل الاول، تحت رقم الحدیث5865، الحزء9، ضفحہ3773، دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعة الأولى، 1422ھ 2002م (دونوں نسخوں کے الفاظ مختلف تھے ہم نے مرقاۃ کے مطابق درج کر دیئے ہیں۔)

[3]....مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الفضائل، باب فی المعراج، الفصل الاول، تحت رقم الحدیث5865، الحزء9، صفحہ3773، دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعة الأولى، 1422ھ 2002م (یہ عبارت دونوں نسخوں میں چند الفاظ کی کمی کے ساتھ درج تھی ہم نے مکمل کر دی ہے)

ترجمہ: حاصل یہ کہ سورۃ فاتحہ کے وحی فرمانے میں جو تکرار واقع ہوئی وہ اس کی عظمت شان اور اہتمام کے باعث تھی پس شب معراج اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ حضور پر سورۃ فاتحہ وحی فرمائی اور پھر مدینۂ طیبہ میں بواسطۂ جبریل امین وحی فرمائی اور یوں جمیع قرآن کریم کا بواسطہ جبریل امین نازل ہونا پورا ہوا۔

شب معراج میں بلا واسطہ وحی ہوئی پھر بواسطہ جبرئیل علیہ السلام کے تعظیم اور اہتمام شان حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لئے وحی نازل ہوئی۔ پس صاحب عقل دریافت کرسکتا ہے کہ ایسے اعتراض بر بنائے تعصب وعناد ہیں۔ تفسیر مدارک التنزیل مطبوعہ مصر کے ص ۱۰ میں ہے ’’(فاتحة الكتاب) مكية وقيل مدنية والأصح أنها مكية ومدنية نزلت بمكة حين فرضت الصلاة[1] ثم نزلت بالمدينة حين حولت القبلة إلى الكعبة‘‘[2] اب جانب مخالف سے استفسار ہے کہ سورۃ فاتحہ دوسری مرتبہ جب مدینہ میں نازل ہوئی تو اس کے نزول سے کچھ فائدہ ہوا یا نہیں، فما هو جوابكم فهو جوابنا[3]

معہذا قرآن عظیم وحی دائم مستمر اور الی یوم القیامۃ اس کا ایک ایک لفظ امت مرحومہ کے لئے قراءۃً وسماعۃً وکتابۃً وحفظاً ونظراً وفکراً بیشمار برکات کا مثمر اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا استنباط احکام میں پہلا مرجع ومفزع اور جس قدر سے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو علوم حاصل ہوئے مجتہدین واولیاء وعلماء کو بھی اسی قدر کافی ہونا اور اپنی استعداد کے لائق قرآن عظیم سے اخذ علوم کے لئے زیادہ کی حاجت نہ پڑنا محض باطل وممنوع علاوہ بریں یہ اس تقدیر پر ہے ’’عَلَّمَ‘‘ تمامی تعلیم کو زمانہ نزول آیہ سے پہلے منقضی ہو جانے پر دلالت کرے حالانکہ یہ ممنوع ہے خود قرآن پاک میں ارشاد ہوا﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ﴾[4] کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ جس وقت یہ آیت اتری تمام کتاب نازل ہو چکی تھی اس کے بعد کچھ نہ اترا ’’ولكن النجدية قوم يجهلون‘‘[5]

---

[1]....نزلت بمكة خبر فرضت الصلاة (م، ص79)

[2]....مدارك التنزيل وحقائق التأويل (تفسير النسفى)، فاتحة الكتاب، مقدمة، الجزء 1، صفحه 25، دار الكلم الطيب، بيروت، الطبعة الأولى 1419ھ/1998م

ترجمہ: سورۃ فاتحہ مکی ہے جبکہ ایک قول یہ ہے کہ مدنی ہے اور اصح یہ ہے کہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی، جب نماز فرض ہوئی تو یہ سورت مکۃ المکرمہ میں نازل ہوئی اور جب قبلہ کعبۃ المشرفہ کی طرف منتقل ہوا تو پھر دوسری بار مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔

[3]....ترجمہ: پس جو تمہارا جواب ہوگا وہی ہمارا جواب ہے۔ [5]....ترجمہ: لیکن نجدی جاہل قوم ہے۔

[4]....القرآن الكريم، پارہ 14، سورة النحل (16)، آیت 89

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

مسئلہ ظہار سے متعلق جانب مخالف کا شبہ اور اسی کے قول سے اس کا جواب

جانب مخالف نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظہار کے مسئلہ میں بعد کفارہ کے عود کا جائز ہونا معلوم نہیں تھا یہ اعتراض جانب مخالف ہی کے قول سے رد ہوتا ہے چنانچہ وہ اپنے رسالہ اعلاء کلمۃ الحق کے صفحہ ۳۶ میں تفسیر خازن سے یہ عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں ''﴿وَعَلَّمَكَ ما لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ يعنى من أحكام الشرع وأمور الدين ''[1] تو ''ما'' سے شرع کے احکام اور دین کے کام مراد ہوئے۔ انتھی بلفظہ

اب فرمائیے کہ جب آپ کے نزدیک بھی اس آیۂ شریفہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے شرع کے احکام کا علم ثابت ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد کفارہ کے عود کا جائز ہونا جو ایک شرعی حکم ہے کیوں معلوم نہ تھا۔ جانب مخالف اسی رسالہ کے صفحہ ۳۸ میں فرماتے ہیں ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾[2] میں ما سے وہی امور حقہ اور کلمات حکمیہ اور احکام شرعیہ اور علوم کمالیہ جو شان مصطفوی کے شایاں اور ختم رسالت کے سزاوار ہیں مراد ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ آیۂ شریفہ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾[2] سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام احکام شرعیہ کی تعلیم ہوئی اس لئے کہ کوئی حکم شرعی ایسا نہیں ہے جو شان مصطفوی کے شایاں نہ ہو۔[3] پس لامحالہ تمام احکام شرعی کا علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہونا جانب مخالف کو بھی مسلم اور ان کے نزدیک اس آیۂ شریفہ سے ثابت لیکن تعجب ہے کہ پھر یہ کہہ دیا کہ بعض احکام شرعیہ کا علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس آیہ کے نزول تک نہ تھا اب صاحبان عقل انصاف فرمائیں کہ ایک جگہ اُس آیت سے تمام احکام شرعیہ کا علم سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تسلیم کر لینا اور پھر اسی کا انکار کر جانا کسی ذی ہوش کا کام ہے۔

---

[2]....لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن)، پارہ 5، سورة النساء (4)، تحت الآیة ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ [آیت 113]، الجزء 1، صفحہ 426، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولى 1415ھ

[1].... القرآن الکریم، پارہ 5، سورة النساء (4)، آیت 110

[2].... مگر معترض کی فہم سے کچھ بعید نہیں جو یہ کہہ بیٹھے کہ بعضے احکام شرعیہ شان مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شایاں نہیں۔ ١٢۔ شفقت حسین تلمیذ حضرت مصنف مدظلہ۔ ١٢

مخالفین کا یہ قول کہ "ہر عام مخصوص البعض ہے" اور اس کا جواب

اور لیجئے جانب مخالف کو یہ وہم ہوا کہ کوئی عام ایسا نہیں ہے جو خاص نہ کرلیا گیا ہو اور امام شافعی رحمہ اللہ کا مقولہ "وما من عام الا وقد خص منه البعض"[1] استدلال میں پیش کیا[2] اس سے معلوم ہوا کہ مستدل صاحب کو کتب دینیہ کے دیکھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا اور اگر ہوا بھی تو تعصب نے سمجھنے سے محروم رکھا اس لئے کہ کتب اصول فقہ میں جہاں یہ قاعدہ مذکور ہے وہیں اس کا رد بھی ہے اور یہ مصرح ہے کہ حنفیوں کے نزدیک یہ قاعدہ معتبر نہیں اور نہ شافعیوں کے نزدیک اس کی کلیت صحیح اس لئے کہ کہ اگر ہر عام خاص ہو جائے تو وضع کیا معتبر اور لغت کیا قابل اعتبار رہے جس صیغہ کو واضع نے عموم کے لئے وضع کیا وہ اگر کبھی عموم کے لئے استعمال نہ کیا جائے تو واضع کی وضع کس کام آئے۔ تمام صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عمومات قرآن سے استدلال کرتے آئے ہیں ذرا نور الانوار صفحہ ۶۸ ملاحظہ ہو "**وقوله: قطعا رد على الشافعي (رحمه الله تعالى) حيث ذهب الى ان العام ظني لانه ما من عام الا وقد خص عنه البعض فيحتمل ان يكون مخصوصا منه البعض وان لم نقف عليه**[3] **فيوجب العمل لا العلم كخبر الواحد والقياس ونقول هذا احتمال ناش بلا دليل وهو لا يعتبر واذا خص عنه البعض، كان احتمالا ناشيا عن دليل فيكون معتبرا فعندنا العام قطعي فيكون مساويا للخاص**"[4] اور قمر الاقمار میں مسطور

* * *

[1]....نور الانوار فی شرح المنار، بحث حکم العام فیما یتناوله قطعا، صفحه76، مكتبة رحمانية، لاهور
ترجمہ: ہر عام میں سے بعض افراد کو خاص کیا گیا ہوتا ہے۔

[2]....یہ شبہ مولوی محمد ادریس صاحب نے رسالہ تحقیق الحق میں اور مولوی عبد المجید بریلوی نے سہم الغیب میں اور دیگر حضرات نے اپنی تصانیف میں کیا ہے۔ (**نوٹ:** یہ حاشیہ از ہر بک ڈپو، آرام باغ، کراچی کے نسخہ میں درج نہیں۔)
(م،ص80)

[3]....وان لم نتن علیه

[4]....نور الانوار فی شرح المنار، بحث حکم العام فیما یتناوله قطعا، صفحه 76,77، مكتبة رحمانية، لاهور
ترجمہ: اور ماتن کا قول "قطعا" امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر رد ہے کیونکہ آپ کی رائے کے مطابق عام ظنی ہے اور یہ اس لئے کہ ہر عام میں سے بعض افراد مخصوص ہوتے ہیں پس اگرچہ ہمیں تخصیص پر اطلاع نہ ہو مگر یہ احتمال موجود ہے کہ اس عام میں سے بھی بعض افراد مخصوص ہوں، لہٰذا خبر واحد اور قیاس کی طرح عام پر عمل کرنا۔۔۔

ہے"(قوله هذا احتمال الخ) توضيحه ان دلالة صيغ العموم على العموم بحسب الوضع فانه قد تواتران الصحابة رضوان الله عليهم يستدلون بالعمومات ولا يحتاجون الى القرائن فلولم يكن تلك الالفاظ موضوعة للعموم لاحتيج في فهم العموم الى القرائن ودلالة اللفظ على المعنى بدون ظهور القرينة الصارفة قطعي واما هذا اى احتمال الانصراف عن المعنى الموضوع له فهو ناش بلا دليل فلا يعتبروالا يلزم ان لا يقطع بمطلوب في جميع العقود والفسوخ وان يرتفع الامان عن اللغة والحس فيقال لا يجوز اكل ما في بيتك لا حتمال ان يكون غير ملكك ولا يحكم علىٰ شيئى لشيئى لا حتمال ان يكون هو غيره وما ابصرناه يحتمل ان يكون غير مبصرنا وهذا كله سفه فاحتمال التخصيص في العام كاحتمال المجاز في كل خاص[1] ثم اذالم يضر هذا في قطعية الخاص كمامر لم يضر ذالك في قطعية العام ايضا"[2] اور توضیح مطبوعہ مطبع نو لکشور کے صفحہ ۱۷ میں مسطور ہے۔" وَعِنْدَنَا هُوَ قَطْعِيٌّ مُسَاوٍ

۔۔۔تو واجب ہوگا لیکن اس کے ذریعے علم یقینی حاصل نہیں ہوگا (یعنی عام قطعی نہیں، بلکہ ظنی ہو گا۔) جبکہ ہم (احناف) یہ کہتے ہیں کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا بیان کردہ احتمال، احتمال بلا دلیل ہے اور ایسا احتمال معتبر نہیں ہوتا، سو ہمارے نزدیک عام قطعی ہے لہٰذا یہ خاص کے مساوی ہوگا۔ البتہ جب عام کے بعض افراد کو (کسی دلیل قطعی کے ذریعے) خاص کر دیا جائے تو اب اس کے دیگر افراد کے مخصوص ہونے کا احتمال دلیل سے پیدا ہوگا اور یہ معتبر ہے۔

[1]....فاحتمال التخصيص فى كل خاص (م،ص81)

[2]....قمر الاقمار على هامش نور الانوار، بحث حكم العام فيما يتناوله قطعا، حاشية نمبر25، صفحه76، مكتبة رحمانية، لاهور

ترجمہ: ماتن کے قول (هذا احتمال ناش بلا دليل الخ) کی وضاحت یہ ہے کہ عموم کے صیغوں کی معنی عموم پر دلالت باعتبارِ وضع ہے کیونکہ یہ بات متواتر ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان عمومات سے استدلال کیا کرتے تھے اور انھیں قرائن کی بھی حاجت نہیں ہوتی تھی، پس اگر یہ الفاظ معنی عموم کے لئے موضوع نہ ہوتے تو پھر صحابہ کرام کو ان الفاظ سے معنی عموم سمجھنے کے لئے قرائن کی حاجت ضرور ہوتی۔ اور کوئی قرینہ صارفہ موجود نہ ہو تو لفظ کی دلالت اس کے معنی موضوع لہ پر قطعی ہوتی ہے (لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ" قرینۂ صارفہ کی عدم موجودگی میں صیغۂ عموم کی دلالت معنی عموم پر قطعی ہوگی۔") بہر حال معنی موضوع لہ سے انصراف کا احتمال (بلفظِ دیگر عام میں تخصیص کا احتمال) تو یہ ایک ایسا احتمال ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اور ایسا احتمال معتبر نہیں ہوتا کیونکہ اگر۔۔۔

لِلْخَاصِّ وَسَيَجِيءُ مَعْنَى الْقَطْعِيِّ فَلَا يَجُوزُ تَخْصِيصُهُ بِوَاحِدٍ مِنْهُمَا مَا لَمْ يُخَصَّ بِقَطْعِيٍّ؛ لِأَنَّ اللَّفْظَ مَتَى وُضِعَ لِمَعْنًى كَانَ ذَلِكَ الْمَعْنَى لَازِمًا لَهُ إِلَّا أَنْ تَدُلَّ الْقَرِينَةُ عَلَى خِلَافِهِ، وَلَوْ جَازَ إِرَادَةُ الْبَعْضِ بِلَا قَرِينَةٍ يَرْتَفِعُ الْأَمَانُ عَنِ اللُّغَةِ وَالشَّرْعِ بِالْكُلِّيَّةِ؛ لِأَنَّ خِطَابَاتِ الشَّرْعِ عَامَّةٌ وَالِاحْتِمَالُ الْغَيْرُ النَّاشِئِ عَنْ دَلِيلٍ لَا يُعْتَبَرُ، فَاحْتِمَالُ الْخُصُوصِ هُنَا كَاحْتِمَالِ الْمَجَازِ فِي الْخَاصِّ فَالتَّأْكِيدُ يَجْعَلُهُ مُحْكَمًا“[1] اور اس کے تحت تلویح میں مسطور ہے ”هَذَا جَوَابٌ عَمَّا قَالَهُ الْوَاقِفِيَّةُ أَنَّهُ يُؤَكَّدُ بِكُلٍّ أَوْ أَجْمَعَ وَأَيْضًا جَوَابٌ عَمَّا قَالَهُ الشَّافِعِيُّ -رَحِمَهُ اللَّهُ- أَنَّهُ يَحْتَمِلُ التَّخْصِيصَ، فَنَقُولُ نَحْنُ لَا نَدَّعِي أَنَّ الْعَامَّ لَا احْتِمَالَ فِيهِ أَصْلًا، فَاحْتِمَالُ التَّخْصِيصِ فِيهِ كَاحْتِمَالِ الْمَجَازِ فِي الْخَاصِّ، فَإِذَا أُكِّدَ يَصِيرُ مُحْكَمًا أَيْ: لَا يَبْقَى فِيهِ احْتِمَالٌ أَصْلًا لَا نَاشِئٌ عَنْ دَلِيلٍ وَلَا غَيْرُ نَاشِئٍ عَنْ دَلِيلٍ، فَإِنْ قِيلَ

۔۔۔ایسے احتمالات بھی معتبر ہوں تو سب عقود وفسوخ کے مقصود کا غیر قطعی ہونا لازم آئے گا اور لغت وحس دونوں سے امان اٹھ جائے گی اور یوں کہا جائے گا کہ جو چیز تیرے گھر میں ہے تجھے اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ تیری ملک نہ ہو اور کسی شے پر اس شے کے ہونے کا حکم بھی نہ لگایا جاسکے گا کیونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ کوئی اور چیز ہو اور جسے ہم دیکھ رہے ہیں محتمل ہے کہ وہ چیز ہمیں نظر آنے والی چیز کا غیر ہو اور یہ سب حماقت ہے پس عام مین تخصیص کا احتمال ایسے ہی ہے جیسے ہر خاص میں مجاز کا احتمال پھر جب یہ احتمالِ مجاز خاص کی قطعیت میں مضر نہیں جیسا کہ ماقبل میں گزرا تو یہ احتمالِ تخصیص بھی عام کی قطعیت میں مضر نہیں ہوگا۔

[1]....التوضیح (فی متن ”شرح التلویح علی التوضیح“)، القسم الاول من الکتب فی الادلة الشرعیة و هی علی اربعة ارکان، ارکان الاول فی الکتاب ای القرآن، الباب الاول فی افادته المعنی، قسم اللفظ بالنسبة الی المعنی اربع تقسیمات، التقسیم الاول باعتبار وضع اللفظ، فصل الحکم العام، الجزء 1، صفحه 73، مکتبة صبیح بمصر

ترجمہ: عام ہمارے نزدیک قطعی اور خاص کے مساوی ہے۔ اور قطعی کا معنی آگے آئے گا۔ لہٰذا جب تک کسی دلیل قطعی کے ذریعے اس کی تخصیص نہ کی گئی ہو خبر واحد یا قیاس کسی کے ذریعے بھی اس کی تخصیص کرنا جائز نہیں، کیونکہ جب لفظ ایک معنی کے لئے موضوع ہے تو جب تک کوئی قرینہ اس معنی کے خلاف پر دلالت نہ کرے وہ معنی اس لفظ کو لازم ہے۔ اور اگر بغیر کسی قرینہ کے لفظِ عام سے بعض مسمیات مراد لینا جائز ہو جائے تو لغت اور شرع سے امان بالکل اٹھ جائے گی کیونکہ (اکثر) خطابات شرع عام ہیں۔ پس بغیر دلیل کے پیدا ہونے والا احتمال معتبر نہیں لہٰذا لفظ عام میں خصوص کا احتمال ایسا ہی ہے جیسے لفظ خاص میں مجاز کا احتمال ہے (کہ دونوں نا معتبر ہیں) اور (لفظ کل وغیرہ کے ساتھ لگائی جانے والی تاکید کا مقصد عام کو ظنی سے قطعی بنانا نہیں ہوتا بلکہ یہ) تاکید عام کو محکم کردیتی ہے۔

احْتِمَالُ الْمَجَازِ الَّذِى فِى الْخَاصِّ ثَابِتٌ فِى الْعَامِّ مَعَ احْتِمَالٍ آخَرَ، وَهُوَ احْتِمَالُ التَّخْصِيصِ فَيَكُونُ الْخَاصُّ كَالنَّصِّ وَالْعَامُّ كَالظَّاهِرِ، قُلْنَا لَمَّا كَانَ الْعَامُّ مَوْضُوعًا لِلْكُلِّ كَانَ إِرَادَةُ الْبَعْضِ دُونَ الْبَعْضِ بِطَرِيقِ الْمَجَازِ، وَكَثْرَةُ احْتِمَالَاتِ الْمَجَازِ لَا اعْتِبَارَبِهَا الخ"[1] اور تلویح کے صفحہ ۷۲ میں موجود ہے۔ قَوْلُهُ (لٰكِنْ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ-رَحِمَهُ اللّٰهُ -) قَدْ سَبَقَ أَنَّ الْقَائِلِينَ بِأَنَّ الْعَامَّ يُوجِبُ الْحُكْمَ فِيمَا يَتَنَاوَلُهُ مِنْهُمْ مَنْ ذَهَبَ إِلَى أَنَّ مُوجِبَهُ ظَنِّيٌّ، وَمِنْهُمْ مَنْ ذَهَبَ إِلَى أَنَّهُ قَطْعِيٌّ بِمَعْنَى أَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ الْخُصُوصَ احْتِمَالًا نَاشِئًا عَنْ الدَّلِيلِ تَمَسَّكَ الْفَرِيقُ الْأَوَّلُ بِأَنَّ كُلَّ عَامٍّ يَحْتَمِلُ التَّخْصِيصَ، وَالتَّخْصِيصُ شَائِعٌ فِيهِ كَثِيرٌ بِمَعْنَى أَنَّ الْعَامَّ لَا يَخْلُو عَنْهُ إِلَّا قَلِيلًا بِمَعُونَةِ الْقَرَائِنِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى﴿إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ﴾وَ﴿لِلّٰهِ مَا فِى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾حَتَّى صَارَ بِمَنْزِلَةِ الْمَثَلِ أَنَّهُ مَا مِنْ عَامٍّ إِلَّا وَقَدْ خُصَّ مِنْهُ الْبَعْضُ، وَكَفَى بِهَذَا دَلِيلًا عَلَى الِاحْتِمَالِ، وَهَذَا بِخِلَافِ احْتِمَالِ الْخَاصِّ الْمَجَازَ فَإِنَّهُ لَيْسَ بِشَائِعٍ فِى الْخَاصِّ شُيُوع

---

[1]....شرح التلويح على التوضيح،القسم الاول من الكتب فى الادلة الشرعية و هى على اربعة اركان، اركان الاول فى الكتاب اى القرآن، الباب الاول فى افادته المعنى،قسم اللفظ بالنسبة الى المعنى اربع تقسيمات، التقسيم الاول باعتبار وضع اللفظ، فصل الحكم العام، الجزء1، صفحه73، مكتبة صبيح بمصر

ترجمہ: یہ واقفیہ کی اس دلیل کا جواب ہے کہ عام کو کل اور اجمع کے ساتھ مؤکد کیا جاتا ہے (لہٰذا یہ قطعی نہیں) اور یونہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس دلیل کا بھی جواب ہے کہ عام تخصیص کا احتمال رکھتا ہے (لہٰذا قطعی نہیں) تو ہم کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے دعویدار نہیں کہ عام میں اصلاً کوئی احتمال نہیں پایا جاتا (احتمال تو ہے مگر) عام میں تخصیص کا احتمال ایسا ہی ہے جیسے خاص میں مجاز کا احتمال (کہ قطعیت کے منافی نہیں) پس جب اس کے ساتھ تاکید لگائی جاتی ہے تو یہ محکم ہو جاتا ہے یعنی اب اس میں کسی طرح کا کوئی احتمال باقی نہیں رہتا، نہ ناشی عن الدلیل نہ غیر ناشی عن الدلیل۔ پھر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خاص میں جو مجاز کا احتمال پایا جاتا ہے عام میں اس کے ساتھ ایک اور احتمال یعنی احتمالِ تخصیص بھی پایا جاتا ہے لہٰذا خاص (کو عام پر ترجیح ہوگی کیونکہ اس میں ایک احتمال ہے اور عام میں دو پس خاص) نص کے مشابہ ہوا اور عام ظاہر کے (اور نص کو ظاہر پر ترجیح ہے) تو جواباً ہم کہتے ہیں کہ جب عام اپنے تمام مسمیات کے لئے وضع کیا گیا ہے تو بعض کو چھوڑ کر عام سے دیگر بعض مسمیات مراد لینا بھی مجاز ہی ہے (لہٰذا عام میں بھی دو طرح کے احتمالات نہیں بلکہ مجاز ہی کے متعدد احتمال ہیں) اور مجاز کے کثیر احتمالات ہونے کا کوئی لحاظ نہیں۔

التَّخْصِيصِ[1] فِي الْعَامِّ حَتَّى يَنْشَأَ عَنْهُ احْتِمَالُ الْمَجَازِ فِي كُلِّ خَاصٍّ، فَإِنْ قِيلَ، بَلْ لَا مَعْنَى لِاحْتِمَالِ الْمَجَازِ عِنْدَ عَدَمِ الْقَرِينَةِ؛ لِأَنَّ وُجُودَ الْقَرِينَةِ الْمَانِعَةِ[2] عَنْ إِرَادَةِ الْمَوْضُوعِ لَهُ مَأْخُوذٌ فِي تَعْرِيفِ الْمَجَازِ .قُلْنَا احْتِمَالُ الْقَرِينَةِ كَافٍ فِي احْتِمَالِ الْمَجَازِ[2] وَهُوَ قَائِمٌ، إِذْ لَا سَبِيلَ لِلْقَطْعِ بِعَدَمِ الْقَرِينَةِ إِلَّا نَادِرًا، وَلَمَّا كَانَ الْمُخْتَارُ عِنْدَ الْمُصَنِّفِ أَنَّ مُوجَبَ الْعَامِّ قَطْعِيٌّ اسْتَدَلَّ عَلَى إِثْبَاتِهِ أَوَّلًا وَعَلَى بُطْلَانِ مَذْهَبِ الْمُخَالِفِ ثَانِيًا وَأَجَابَ عَنْ تَمَسُّكِهِ ثَالِثًا. أَمَّا الْأَوَّلُ فَتَقْرِيرُهُ أَنَّ اللَّفْظَ إِذَا وُضِعَ لِمَعْنًى كَانَ ذَلِكَ الْمَعْنَى لَازِمًا ثَابِتًا بِذَلِكَ اللَّفْظِ عِنْدَ إِطْلَاقِهِ حَتَّى يَقُومَ الدَّلِيلُ عَلَى خِلَافِهِ وَالْعُمُومُ مِمَّا وُضِعَ لَهُ اللَّفْظُ فَكَانَ لَازِمًا قَطْعًا حَتَّى يَقُومَ دَلِيلُ الْخُصُوصِ كَالْخَاصِّ يَثْبُتُ مُسَمَّاهُ قَطْعًا حَتَّى يَقُومَ دَلِيلُ الْمَجَازِ. وَأَمَّا الثَّانِي فَتَقْرِيرُهُ أَنَّهُ لَوْ جَازَ إِرَادَةُ بَعْضِ مُسَمَّيَاتِ الْعَامِّ مِنْ غَيْرِ قَرِينَةٍ لَارْتَفَعَ الْأَمَانُ عَنِ اللُّغَةِ؛ لِأَنَّ كُلَّ مَا وَقَعَ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ مِنَ الْأَلْفَاظِ الْعَامَّةِ يَحْتَمِلُ الْخُصُوصَ فَلَا يَسْتَقِيمُ مَا يَفْهَمُ السَّامِعُونَ مِنَ الْعُمُومِ وَعَنِ الشَّارِعِ؛ لِأَنَّ عَامَّةَ خِطَابَاتِ الشَّرْعِ عَامَّةٌ فَلَوْ جَوَّزْنَا إِرَادَةَ الْبَعْضِ مِنْ غَيْرِ قَرِينَةٍ لَمَا صَحَّ فَهْمُ الْأَحْكَامِ بِصِيغَةِ الْعُمُومِ الخ[3] اور تلویح کے حاشیہ صفحہ ۲۷ میں مسطور ہے" (۴) قوله ما من

ترجمہ: جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ "عام جن افراد کو شامل ہوتا ہے ان میں حکم کو ثابت کرتا ہے۔" ان میں سے بعض کی رائے یہ ہے کہ عام کا موجَب ظنی ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عام کا موجَب ان معنوں میں قطعی ہوتا ہے کہ تخصیص کا کوئی ایسا احتمال نہیں رکھتا جو دلیل سے پیدا ہو۔ فریق اول کا تمسک اس دلیل سے ہے کہ ہر عام تخصیص کا احتمال رکھتا ہے اور اس میں تخصیص بہت شائع ہے مطلب یہ کہ عام تخصیص سے خالی نہیں ہوتا سوائے ان چند ایک صورتوں کے جن میں کوئی قرینہ موجود ہو جیسے فرمان باری تعالی ﴿إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ اور ﴿وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ یہاں تک کہ جملہ "مامن عام الا وقد خص منه البعض" (ہر عام میں سے کچھ نہ کچھ افراد مخصوص ہوتے ہیں۔) ضرب المثل بن چکا ہے، اور عام۔۔۔

---

[1]…. مکتبہ مشرق، بریلی کے نسخہ میں اس سے قبل کی تین سطریں مکرر ہیں۔

[2]…. لِا وُجُودَ الْقَرِينَةِ الْمَانِعَةِ ـــ احْتِمَالُ الْقَرِينَةِ كَافٍ فِي احْتِمَالِ الْمَجَازِ (م، ص82)

[3]…. شرح التلويح على التوضيح، القسم الاول من الكتب فى الادلة الشرعية و هى على اربعة اركان، اركان الاول فى الكتاب اى القرآن، الباب الاول فى افادته المعنى، قسم اللفظ بالنسبة الى المعنى اربع تقسيمات، التقسيم الاول باعتبار وضع اللفظ، فصل الحكم العام، الجزء 1، صفحه 72، مكتبة صبيح بمصر

عام الا وقد خص منه البعض قيل هذا المثال لا يخ اما ان يكون مخصصا او لا فعلى الاول لايكون حجة وعلى الثانى يكون مناقضا واجيب عنه باختيار الشق الاول لانه مخصص بعدم التخصيص مع انه مخصص من بين العموم بانه لا تخصيص بخلاف سائر الفاظ العموم وهومردود بان هذا المثال ايضا مخصص بالمعنى المتعارف لخروج مثل قوله تعالىٰ ﴿إِنَّ اللهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ وقوله تعالى﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ عن عمومه والحق فى الجواب ان يقال انه محمول على المبالغة والحاق القليل بالعدم فيصح موئد الدليل وان لم يصلح للاستدلال بالاستقلال ''[1] اور مسلم الثبوت میں ہے ''قد اشتہرما من عام إلا وقد خص منه

۔۔۔ میں تخصیص کا احتمال موجود ہونے پر یہی دلیل کافی ہے نیز یہ احتمال، خاص میں پائے جانے والے مجاز کے احتمال سے مختلف ہے کیونکہ خاص میں پایا جانے والا مجاز کا احتمال، عام میں موجود احتمالِ تخصیص کی طرح شائع ذائع نہیں کہ ہر خاص میں دَر آئے، پھر اگر یہ کہا جائے کہ ''لفظ سے معنیٰ موضوع لہ مراد لینے سے مانع قرینہ کی عدم موجودگی کے وقت احتمالِ مجاز کے پائے جانے کا کوئی معنیٰ نہیں، کیونکہ ''معنیٰ موضوع لہ مراد لینے سے مانع قرینہ کا موجود ہونا'' مجاز کی تعریف کا حصہ ہے۔'' تو جواباً ہم کہتے ہیں کہ احتمال مجاز کے لئے قرینہ کا احتمال بھی کافی ہے، اور وہ قائم ہے کیونکہ قرینہ کی غیر موجودگی کا یقین شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ اور مصنف کا مذہب مختار جب عام کے موجَب کا قطعی ہونا ہے تو اولاً انہوں نے اس کے اثبات پر اور پھر مخالف کے مذہب کے بطلان پر استدلال کیا اور تیسرے نمبر پر مخالف کے تمسک کا جواب دیا۔ اول (اپنے مذہب کے اثبات) کی تقریر یہ ہے کہ ''لفظ جب کسی معنیٰ کے لئے وضع کیا جائے تو جب تک اس لفظ سے وہ معنیٰ مراد لینے کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ ہو اس لفظ کے اطلاق کے وقت اس کے لئے وہی معنیٰ ثابت ولازم ہوتا ہے اور عموم بھی انہی معانی میں سے ہے کہ جن لئے لفظ کو وضع کیا جاتا ہے پس جب تک تخصیص پر کوئی دلیل قائم نہ ہو تو لفظِ عام کو معنیٰ عموم قطعی طور پر لازم ہوگا جیسا کہ لفظ خاص کا معاملہ ہے کہ جب تک مجاز پر دلیل قائم نہ ہو لفظ خاص اپنے مسمیٰ کو قطعی طور پر ثابت کرتا ہے۔'' اور ثانی (مخالف کے مذہب کے بطلان) کی تقریر یہ ہے کہ ''اگر بغیر کسی قرینے کے عام کے بعض مسمیات مراد لینا جائز ہو جائے تو لغت سے امان اٹھ جائے گی کہ کلام عرب میں واقع تمام الفاظ عامہ تخصیص کا احتمال رکھتے ہیں پس سامعین نے ان الفاظ سے جو عموم سمجھا وہ غلط قرار پائے گا یونہی شرع سے بھی امان اٹھ جائے گی کہ اکثر خطابات شرع عام ہیں پس اگر ہم بغیر کسی قرینے کے بعض مسمیات مراد لینے، کو جائز قرار دیں تو ہمارا عموم کے صیغوں سے احکام کا سمجھنا صحیح نہ رہے گا۔

[1]....مجموعة الحواشى النادرة على "التوضيح و التلويح"، حاشية الفنرى، القسم الاول من الكتب فى الادلة الشرعية و هى على اربعة اركان، اركان الاول فى الكتاب اى القرآن، الباب الاول فى افادته۔۔۔

البعض وقد خص بنحو ﴿ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ''[1] اور اسی مسلم الثبوت میں قطعیت عام کی بحث میں مسطور ہے ''لنا انه موضوع للعموم قطعافهومدلول له وثابت به قطعا کالخاص إلا بدلیل واستدل لو جاز ارادة البعض بلا دلیل لارتفع الامان عن اللغة والشرع الخ ''[2] اور شرح مسلم الثبوت میں علامہ بحر العلوم عبارت اول کے متعلق یہ تحریر فرماتے ہیں ''قد اشتهر (ما من عام إلا وقد خص منه) البعض (وقد خص) هذا العام (بنحو) قوله تعالی ﴿ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ حتی صار مثلا

---المعنی، قسماللفظ بالنسبة الی المعنی اربع تقسیمات، التقسیم الاول باعتبار وضع اللفظ، فصل الحکم العام، ،تحت قوله" ما من عام الا وقد خص منه البعض"،جلد1،صفحه201,202، دارالکتب الشرعیة والادبیة، کانسی روڈ، کوئٹہ (دونوں نسخوں میں چند الفاظ کم اور مختلف تھے ہم نے عبارت درست و مکمل کر دی ہے۔)

ترجمہ: ''ما من عام الا وقد خص منه البعض '' پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ مثال دو حال سے خالی نہیں، یا تو خود مخصوص البعض ہے یا نہیں، بصورت اول (عام کے موجَب کی قطعیت کے خلاف) حجت نہیں اور بصورت ثانی خود اپنے مفاد کے مخالف ہے اور شق اول کو اختیار کرتے ہوئے اس کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ ''یہ مثال مخصوص ہونے کے باوجود دیگر الفاظ عموم کے برخلاف عموم سے بایں طور مخصوص ہے کہ اس میں کسی قسم کی تخصیص نہیں۔'' لیکن یہ جواب مردود ہے کیونکہ یہ مثال تو معنی متعارف کے لحاظ سے بھی مخصوص ہے کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ اور ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ﴾ جیسے فرامین باری تعالی اس کے عموم سے خارج ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ اس کے جواب میں یوں کہا جائے کہ یہ مثال مبالغہ آرائی اور قلیل کو معدوم سے ملحق کرنے پر محمول ہے پس یہ مثال اگرچہ مستقل دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی پر اسے کسی دلیل کی تائید کے لئے وارد کرنا صحیح ہے۔

[1]....مسلم الثبوت، المقالة الثالثة ،الفصل الخامس فی الخاص والعام ،مسئلة للعموم صیغ، صفحه73، مطبع انصاری، دهلی ["قد اشتهر" کے لفظ مسلم الثبوت میں درج نہیں ہیں البتہ فواتح الرحموت میں موجود ہیں۔]

ترجمہ: مشہور ہے کہ ''ہر عام میں سے کچھ نہ کچھ افراد مخصوص ہوتے ہیں۔'' اور یہ جملہ خود ﴿وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ جیسی مثالوں کے سبب مخصوص ہے۔

[2]....مسلم الثبوت، المقالة الثالثة ،الفصل الخامس فی الخاص والعام ،مسئلة موجب العام قطعی، صفحه 74، مطبع انصاری ،دهلی.

ترجمہ: ہمارے نزدیک لفظ عام معنی عموم کے لئے وضع کیا گیا ہے پس معنی عموم اس کا مدلول اور اس سے قطعی طور پر ثابت ہے جیسے خاص کا مدلول اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے ہاں اگر لفظ عام سے معنی عموم مراد لینے کے خلاف کوئی دلیل قائم ہو تو معاملہ جدا ہے اور ہمارے موقف پر دلیل یہ ہے کہ اگر لفظ عام سے بلا دلیل بعض مسمیات مراد لینا جائز ہو تو لغت و شرع دونوں سے امان اٹھ جائے گی۔

فالعموم مغلوب والخصوص غالب (والمغلوب هو المجاز فالعموم مجاز وفی قوله وقد خص دفع لما يتوهم التشكيك بأن هذه القضية مبطلة لنفسها فإنها أيضا مشتملة على العموم و وجه الدفع أن هذا العام مخصوص فلا يبطل”[1]

اور یہی علامہ عبد العلی بحر العلوم عبارت دوم کی شرح میں فرماتے ہیں: (لنا أنه موضوع للعموم قطعا) للدلائل القطعية التی مرت (فهو) أی العموم (مدلول له وثابت به قطعا) لأن اللفظ لا يحتمل غير الموضوع له (كالخاص إلا بدليل) صارف عنه وحينئذ لا نزاع فی الخصوص اعترض عليه أن ثبوت المدلول للفظ قطعا مطلقا ممنوع وإنما يثبت لو لم يحتمل الانصراف عنه بدليل وههنا قد دل كثرة التخصيص حتى صار ما من عام إلا وقد خص منه البعض مثلا على أن احتمال التخصيص قائم فی كل عام وأن أريد أن الدلالة على العموم لازمة قطعا فلا كلام فيه إنما الكلام فی الإرادة وليست لازمة قطعا للكثرة المذكورة والجواب عنه أن من ضروريات العربية أن اللفظ المجرد عن القرينة الصارفة الظاهرة يتبادر منه الموضوع له ولا يحتمل غيره فی العرف والمحاورة ومن أراد منه غير الموضوع له ينسب إلى المكروه وأما كثرة وقوع التخصيص

---

[1]....فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، المقالة الثالثة، الفصل الخامس فی الخاص و العام، مسئلة للعموم صيغ، الجزء 1، صفحه 251، قديمی كتب خانه، كراچی

ترجمہ: مشہور ہے کہ ”ہر عام میں سے بعض افراد مخصوص ہوتے ہیں۔“ اور یہ جملۂ عام خود فرمان باری تعالی ﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ﴾ جیسی مثالوں کے سبب مخصوص ہے۔ (اور عام میں تخصیص بہت شائع ہے) حتی کہ جملہ ”مامن عام الا وقد خص منه البعض“ ضرب المثل بن گیا ہے پس عموم مغلوب ہے اور خصوص غالب ہے اور مغلوب ہی مجاز ہوتا ہے لہذا عموم مجاز ہے۔ اور ماتن کے قول ”وقد خص“ میں ایک وہم کا دفعیہ ہے، وہم یہ کہ ”مامن عام الا وقد خص منه البعض“ سے شک ہوتا ہے کہ یہ جملہ خود اپنے مفاد کو باطل کر رہا ہے کیونکہ یہ جملہ بھی تو عموم پر مشتمل ہے اور اس کا دفعیہ یوں کہ یہ عام بھی مخصوص البعض ہے لہذا اپنے مفہوم کو باطل نہیں کرتا۔ (اس کے بعد علامہ بحر العلوم نے مغلوب (عموم) کو مجاز قرار دینے کی بھی تردید فرمائی ہے، لکھتے ہیں: مغلوب کو مطلقا مجاز قرار دینا ممنوع ہے کیونکہ اقل یعنی مغلوب کبھی دلیل سے لازم ہوتا ہے اور یہاں عموم پہ دلالت کرنے کو دلیل (وضع) موجود ہے۔)

بالأنواع المختلفة حسب اقتضاء القرائن الصارفة لا يورث الاحتمال فی العام المجرد أصلا والكلام ههنا فی العام المجرد عن القرائن فلا مجال للاحتمال كالخاص فإن قلت كثرة وقوع التخصيص قرينة على احتماله قلنا إنما تصح الكثرة قرينة لو كانت[1] بحيث يكون كثير الاستعمال فی بعض معين بحيث يفهم مع عدم الصارف كما إذا صارت الحقيقة مهجورة أو المجاز متعارفا وليس الأمر ههنا كذلك فإن كثرة التخصيص فی العام ليست إلا بأن يراد فی استعمال بعض بقرينة وفی بعض آخر بقرينة أخرى فلا تكون هذه الغلبة قرينة وهل هذا إلا كما يكون للفظ خاص[2] معان مجازية يستعمل فی كل منها مع قرينة ولا تصلح هذه الكثرة قرينة وأيضا نقول لو كان الكثرة قرينة للتخصيص لما صح إرادة العموم أصلا فی عام ما وهذا خلاف رأيكم أيضا فاحفظ هذا فإنه بالحفظ حقيق[3]اور بعد ایک تقریر طویل کے لکھتے ہیں'' وثالثا أن غاية ما لزم منه أن

---

[1]....إنما تصح الكثرة لو كانت (م، ص84)

[2]....دونوں نسخوں میں'' وهل هذا إلا ما يكون للفظ خاص ''تھا ہم نے تصحیح کر دی ہے۔

[3]....فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، المقالة الثالثة، الفصل الخامس فی الخاص والعام، مسئلة موجب العام قطعی، الجزء 1، صفحه 252,253، قدیمی کتب خانه، کراچی

ترجمہ: ہمارے نزدیک ماسبق میں مذکور دلائل قطعیہ کے باعث لفظ عام معنی عموم کے لئے وضع کیا گیا ہے پس معنی عموم اس کا مدلول ہے اور جس طرح خاص کا مدلول اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے اسی طرح عام کا مدلول (معنی عموم) بھی اس سے قطعی طور پر ثابت ہوگا کیونکہ کوئی لفظ اپنے معنی موضوع لہ کے علاوہ کا احتمال نہیں رکھتا۔ ہاں اگر لفظ عام سے معنی عموم مراد لینے کے خلاف کوئی دلیل قائم ہو تو یہ ایک جدا امر ہے اور اندریں صورت تخصیص کے معاملہ میں کوئی نزاع نہیں۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ لفظ کے لئے اس کے مدلول کا ثبوت مطلقاً قطعی ہونا ممنوع ہے بلکہ لفظ کے لئے اس کا مدلول اسی صورت قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے جب وہ لفظ اپنے معنی موضوع لہ (مدلول) سے انصراف کا کوئی پُر دلیل احتمال نہ رکھے اور یہاں اس کی دلیل تخصیص کی کثرت ہے حتی کہ جملہ ''ما من عام الا وقد خص منه البعض'' ضرب المثل بن گیا ہے مزید یہ کہ تخصیص کا احتمال ہر عام میں قائم ہے پس اگر یہ مراد ہے کہ لفظ عام کی عموم پر دلالت لازمی اور قطعی ہے تو اس میں تو کلام ہی نہیں کلام تو عموم مراد لینے میں ہو رہا ہے اور کثرت مذکورہ کی وجہ سے عموم مراد لینا لازم قطعی نہیں ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ عربی کے قواعد ضروریہ میں سے ایک یہ ہے کہ لفظ جب قرینہ ــ

بقاء العموم مغلوب من المخصص و (المغلوب إنما يحمل على الأغلب إذا كان مشكوكا) وليس العام الواقع فى الاستعمال المجرد عن القرينة الصارفة مشكوكا فى عمومه كيف وقد دلت الأدلة القاطعة على أنه موضوع للعموم والضرورة العربية شهدت بأن اللفظ المجرد عن القرينة يتبادر منه الموضوع له ولا يخطر بالبال معناه المجازى البتة (فتأمل) فإنه دقيق لا يتجاوز الحق عنه‘‘[1]

اور غایۃ التحقیق شرح حسامی کے صفحہ ۱۱ میں مسطور ہے ’’ثم صيغة العموم موضوعة له وحقيقة فيه فكان معنى العموم ثابتا بها قطعا حتى يقوم الذليل على خلافه‘‘[2]

۔۔۔صارفہ ظاہرہ سے خالی ہو تو اس سے معنی موضوع لہٗ ہی متبادر ہوتا ہے اور عرف و محاورہ کے اعتبار سے وہ لفظ کسی اور معنی کا محتمل نہیں ہوتا بلکہ اگر کوئی شخص ایسے لفظ سے معنی موضوع لہٗ کے سوا کوئی اور معنی مراد لے تو اسے ایک مکروہ و ناروا امر کے ارتکاب سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اور قرائن صارفہ کے تقاضوں کے مطابق عام کی مختلف انواع میں تخصیص کا بکثرت واقع ہونا، قرائن سے خالی الفاظِ عام میں ہرگز کوئی احتمال پیدا نہیں کرتا اور یہاں کلام اسی عام میں ہے جو قرائن سے خالی ہو پس خاص کی طرح ایسے عام میں بھی احتمال کی کوئی گنجائش نہیں۔

پھر اگر تم کہو کہ عام میں بکثرت تخصیص کا واقع ہونا، تخصیص کے احتمال کا قرینہ ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ کثرت اگر اس طور پر ہو کہ ایک لفظ معین میں کوئی معنی اس قدر کثیر الاستعمال ہو کہ قرینہ صارفہ کی غیر موجودگی میں بھی یہی مفہوم ہوتا ہو جیسا کہ حقیقت کے مہجور یا مجاز کے متعارف ہونے کی صورت میں ہوتا ہے تو اس صورت میں کثرت کا قرینہ ہونا بالکل صحیح ہے لیکن یہاں معاملہ ایسا نہیں کیونکہ عام میں تخصیص کی کثرت فقط اس طرح سے ہے کہ بعض الفاظ کے استعمال میں ایک قرینہ کے باعث تخصیص مراد ہوتی ہے تو دیگر بعض میں کسی دوسرے قرینہ کے باعث، پس ایسا غلبہ قرینہ نہیں اور یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک لفظِ خاص کے متعدد مجازی معانی ہوں اور وہ ان میں سے ہر معنی میں کسی قرینہ کے ساتھ مستعمل ہو، تو یہ کثرت قرینہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ مزید ہم کہتے ہیں کہ اگر کثرت تخصیص کا قرینہ ہو تو کسی بھی عام سے عموم مراد لینا صحیح نہ ہوگا حالانکہ یہ بات تمہاری رائے کے بھی خلاف ہے پس اس بحث کو حفظ کر لو کیونکہ یہ حفظ ہی کے لائق ہے۔

[1] ....فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، المقالة الثالثة، الفصل الخامس فى الخاص و العام، مسئلة موجب العام قطعى، الجزء 1، صفحه 254، قديمى كتب خانه، كراچى

ترجمہ: سوم یہ کہ اس تقریر سے غایت درجہ یہی لازم آتا ہے کہ ’’عموم کا باقی رہنا تخصیص کی نسبت مغلوب ہے اور مغلوب جب مشکوک ہو تو اسے اغلب پر محمول کیا جاتا ہے۔‘‘ لیکن قرینہ صارفہ کے بغیر استعمال ہونے والا عام اپنے عموم میں مشکوک نہیں، اور مشکوک ہو بھی کیسے؟ کہ اس کا معنی عموم کے لئے وضع کیا جانا ادلۂ قطعیہ سے ثابت ہے اور ضرورت عربیہ شاہد ہے کہ قرینہ سے خالی لفظ کے اطلاق سے اس کا معنی موضوع لہٗ ہی متبادر ہے بلکہ معنی مجازی کا تو خیال ہی نہیں گزرتا پس اس میں غور و فکر کرو کہ یہ بحث دقیق ہے پر حق اس سے متجاوز نہیں۔

قاعدہ ''ما من عام الخ'' علماے حنفیہ کے نزدیک درست نہ شافعیہ کے نزدیک صحیح

یہ تو حنفیوں کی تقریریں تھیں جن سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ عام اپنے عموم پر رہیگا جب تک کہ دلیل اس کے خلاف پر قائم نہ ہو۔ اب شافعیوں سے سنئے کہ وہ بھی اس امر کو تسلیم نہیں کرتے کہ ہر عام میں تخصیص کا احتمال ہے۔ بلکہ انھوں نے اس بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ قاعدہ احکام فرعیہ کے بارے میں ہے اور احکام فرعیہ کے سوا ہر جگہ یہ قاعدہ جاری نہیں ہوتا۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اتقان کے صفحہ ۲۴۴ میں فرمایا ''اَلْعَامُّ عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ: اَلْأَوَّلُ الْبَاقِي عَلَى عُمُومِهِ قَالَ: اَلْقَاضِي جَلَالُ الدِّينِ الْبُلْقِينِيُّ وَمِثَالُهُ عَزِيزٌ إذ مامن عَامٍّ إِلَّا وَيُتَخَيَّلُ فِيهِ التَّخْصِيصُ فقوله: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ﴾ قَدْ يَخُصَّ مِنْهُ غَيْرُ الْمُكَلَّفِ وَ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ خُصَّ مِنْهَا حَالَةُ الِاضْطِرَارِ وَمَيْتَةُ السَّمَكِ وَالْجَرَادِ و ﴿حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ خُصَّ مِنْهُ الْعَرَايَا وَذَكَرَ الزَّرْكَشِيُّ فِي الْبُرْهَان أَنَّهُ كَثِيرٌ فِي الْقُرْآنِ وَأَوْرَدَ مِنْهُ ﴿وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا﴾ ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾ و ﴿اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ﴾ ﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَاب ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ﴾ ﴿اللَّهُ الَّذِى جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا﴾ قُلْتُ: هٰذِهِ الْآيَاتُ كُلُّهَا فِي غَيْرِ الْأَحْكَامِ الْفَرْعِيَّةِ فَالظَّاهِرُ أَنَّ مُرَادَ الْبُلْقِينِيِّ أَنَّهُ عَزِيزٌ فِي الْأَحْكَامِ الْفَرْعِيَّةِ وَقَدِ اسْتَخْرَجْتُ مِنَ الْقُرْآنِ بَعْدَ التَّفَكُّرِ آيَةً فِيهَا وَهِيَ قَوْلُهُ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ الْآيَةَ فَإِنَّهُ لَا خُصُوصَ فِيهَا'' [1] اب روشن ہو گیا کہ قاعدہ'' وما من عام

---

[2]....كتاب التحقيق شرح الحسامى المعروف بغاية التحقيق، بحث العام، تحت قوله "وحكمه انه يوجب الحكم"، صفحه13، جان محمد بستى كتب خانه، آرك بازار گندهار، افغانستان

ترجمہ: عموم کا صیغہ معنیٰ عموم کے لئے موضوع ہے اور اس معنی میں اس کا استعمال حقیقت ہے لہذا جب لفظِ عام سے معنیٰ عموم مراد لینے کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ ہو تو اس کے لئے معنیٰ عموم کا ثبوت قطعی ہوگا۔

[1]....الإتقان في علوم القرآن، النبوع الخامس و الاربعون فى عامة و خاصة الجزء3، صفحه48، الهيئة المصرية العامة للكتاب، الطبعة1394 :هـ/ 1974 م

ترجمہ: عام کی تین قسمیں ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم وہ عام ہے جو اپنے عموم پر باقی رہے، اور قاضی جلال۔۔۔

الاوقد خص منه البعض ”جس سے جانب مخالف نے آیۃ کریمہ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾[1] کے ”ما“ کے عام مخصوص البعض ہونے پر تمسک کیا ہے نہ علمائے حنفیہ کے نزدیک درست ہے نہ شافعیہ کے نزدیک ف حتی کہ یہ قاعدہ احکام فرعیہ میں بھی کلیہ نہیں جیسا کہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہے پس اس موقع پر یہ آیہ شریفہ علم نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مثبت ہے اور اس آیۃ سے وہ مسئلہ دریافت ہوتا ہے جو احکام فرعیہ کا غیر ہے تو یہاں اس میں شافعیوں کے نزدیک بھی احتمال تخصیص کا نہیں ہے بلکہ اوپر کی عبارت سے ثابت ہوا کہ عام افادہ عموم میں قطعی ہے اس لئے اس آیہ شریفہ سے آنحضرت سراپا رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لئے جمیع اشیاء کا علم قطعی طور پر ثابت ہوا۔ اب ضرور ہوا کہ جانب مخالف اس آیت کا ناسخ لائے مگر نہ لاسکے گا اور ہرگز نہ لاسکے گا اس لئے کہ اخبار کا نسخ ناممکن ہے۔

اب ذرا غور فرمایئے کہ جانب مخالف اپنے اس قاعدہ ”ومامن عام الخ“ پر کہاں تک جمتا ہے جس سے آیت کو خاص کر کے تنقیص علم نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کرتا تھا۔ ہاں ذرا کوئی بنے تو مرد میدان۔ قرآن شریف میں ہے۔ ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾[2] یعنی خدا ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے کیا جانب مخالف کو جرأت

۔۔۔الدین بلقینی نے فرمایا ہے کہ اس کی مثالیں بہت نادر ہیں کیونکہ ہر عام میں تخصیص کا احتمال ہوتا ہے پس فرمان باری تعالی ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ﴾ سے غیر مکلف خاص ہے ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ سے اضطرار کی کیفیت خاص ہے اور ﴿حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ سے عرایا خاص ہے۔ لیکن علامہ زرکشی نے ”البرہان“ میں فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں اس عام کی مثالیں بکثرت ہیں اور پھر درج ذیل آیات ذکر کی ہیں ﴿وَأَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا﴾ ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾ ﴿اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ﴾ ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ﴾ ﴿اللّٰهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا﴾ میں (عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی شافعی) کہتا ہوں کہ یہ سب کی سب آیات احکام فرعیہ کے علاوہ سے متعلق ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ بلقینی کی مراد احکام فرعیہ میں اس کی مثالوں کا نادر ہونا ہے اور میں نے غور و فکر کے بعد احکام فرعیہ سے متعلق ایک ایسی آیت کا استخراج کیا ہے، اور وہ آیت یہ ہے ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ پس اس آیت میں کسی فرد کی تخصیص نہیں۔

[1]....القرآن الکریم ، پارہ 5، سورۃ النساء (4)، آیت 110
ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

[2]....القرآن الکریم ، پارہ 3، سورۃ البقرۃ (2)، آیت 284

ہے کہ یہاں بھی ما کو اپنے قاعدہ مامن الخ سے خاص کر کے کہہ دے کہ بعض چیزیں اللہ کی ہیں بعض نہیں (نعوذ باللہ من ذالك) ف؎ کیا ہمت ہے کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾[1] کو بھی اسی قاعدہ سے خاص کر کے لکھ ڈالے کہ اللہ کو بھی بعض چیزوں کا علم نہیں (معاذ اللہ) پس جب قرآن شریف میں وہی ''ما'' کا کلمہ اس قاعدہ سے خاص نہیں کیا جا سکتا تو آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے کیا دشمنی ہے کہ ان کا علم گھٹانے کو وہی کلمہ ما اسی قرآن شریف میں اسی مردود قاعدہ سے خاص کیا جاتا ہے جو بالکل نا معتبر ہے اور جس کی کلیت کسی طرح ٹھیک نہیں جو خود باطل ہے جس کو قرآن شریف ہی میں جاری نہیں کیا جا تا رہا آیہ ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ﴾ الآیة[2] کو قرینہ تخصیص بنانا یہ صحیح نہیں اسلئے کہ یہ آیت نافی علم نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نہیں ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے اب جانب مخالف کا یہ کہنا کہ آنحضرت علوم ضارہ کے ساتھ کیونکر متصف ہو سکتے ہیں اسکا جواب بھی گزر چکا۔

حدیث تلقیح پر جانب مخالف کا شبہ اور اس کا جواب

اور جانب مخالف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۹ پر لکھا ہے۔

قَوْلُهٗ: آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود زبان فیض ترجمان سے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دنیا کے امور میں تم مجھ سے زیادہ جاننے والے ہو۔

اَقُوْلُ: یہ کسی حدیث میں نہیں بلکہ جانب مخالف نے اپنی طبیعت کے زور سے، ایجاد کر دیا غالبًا حدیث تلقیح کے ترجمہ میں تصرف بے جا کیا۔ اب میں وضاحت کے لئے اس حدیث کو مع شرح ملا علی قاری رحمہ اللہ کے نقل کرتا ہوں۔ شرح شفا قاضی عیاض کے صفحہ ۲۰ے جلد اول میں علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے روشن معجزات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے واسطے

ف؎ جانب مخالف کے قاعدے ''مامن عام الخ'' سے لازم آتا ہے کہ بعض چیزیں اللہ کی ہوں اور بعض غیر کی اور اللہ تعالیٰ کو بعض اشیاء کا علم ہو اور بعض کا نہ ہو۔ (معاذ اللہ)

[1]....القرآن الکریم، پارہ10، سورۃ الانفال(8)، آیت75

[2]....القرآن الکریم، پارہ23، سورۃ یس(36)، آیت69

معارف جزئیہ اور علوم کلیہ اور مدرکات ظنیہ اور یقینیہ اور اسرار باطنہ اور انوار ظاہرہ جمع کئے اور آپ کو دنیا و دین کی تمام مصلحتوں پر اطلاع دے کر خاص کیا اس پر یہ اشکال[1] وارد ہوسکتا ہے ایک مرتبہ حضرت نے ملاحظہ فرمایا کہ انصار تلقیح نخل کر رہے تھے یعنی خرما کے نر کی کلی کو مادہ کی کلی میں رکھتے تھے تاکہ وہ حاملہ ہو اور پھل زیادہ آئے آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر ایسا نہ کرتے تو شاید بہتر ہوتا۔ لوگوں نے چھوڑ دیا پس پھل نہ آئے یا کم اور خراب آئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے دنیوی کاموں کو خوب جانتے ہو۔ اس اشکال کے جواب میں کہا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے خود گمان فرمالیا تھا اور کوئی وحی اس بارہ میں نازل نہ ہوئی تھی۔ شیخ سنوسی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان کو خرق و خلاف عوائد پر برانگیختہ کرنے اور باب توکل کی طرف پہنچانے کا ارادہ کیا تھا۔ انہوں نے اطاعت نہ کی اور جلدی کی تو حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمادیا کہ ”تم اپنے دنیا کے کام کو خود ہی جانو۔“ اگر وہ سال دو سال اطاعت کرتے اور تلقیح نہ کرتے اور امر نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا امتثال کرتے تو انہیں تلقیح کی محنت نہ اُٹھانی پڑتی چنانچہ وہ عبارت یہ ہے۔“ (ومن معجزاته الباهرة) أى آياته الظاهرة (ما جمعه الله له من المعارف) أى الجزئية (والعلوم) أى الكلية والمدركات الظنية واليقينية أو الاسرار الباطنية والأنوار الظاهرية (وخصّه مِنْ اِلاطّلَاعِ عَلَى جَمِيعِ مَصَالِحِ الدُّنْيَا والدّين) أى ما يتم به إصلاح الأمور الدنيوية والأخروية واستشكل بأنه صلى الله تعالى عليه وسلم وجد الأنصار يلقحون[2] النخل فقال لو تركتموه فتركوه فلم يخرج شيئا أو أخرج شيئا فقال أنتم اعلم بامر دنياكم وأجيب بأنه كان ظنا منه لا وحيا

---

[1] .... یہ شبہ کشف الغطا اور سہم الغیب وغیرہا رسائل مخالفین میں کیا ہے۔

نوٹ: یہ حاشیہ مطبع شمس المطابع، مرادآباد کے سوا کسی نسخہ میں درج نہیں تھا۔

[2] .... وجد الأنصار يلحقون (م، ص 87)

وقال الشيخ سيدى محمد السنوسى أراد أنه يحملهم على خرق العوائد فى ذلك إلى باب التوكل وأما هنالك فلم يمتثلوا فقال أنتم أعرف بدنياكم ولوامتثلوا وتحملوا فى سنة او سنتين لكفوا أمر هذه المحنة''[1]

اب علامہ سنوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جیسا فرمایا تھا وہ حق اور بجا تھا اگر اس کے موافق عمل کیا جاتا تو بے شک تمام تکلیفیں رفع ہو جاتیں جو تلقیح میں اٹھانی پڑتی ہیں چنانچہ علامہ علی قاری رحمہ الباری اسی شرح شفا کی جلد ثانی میں صفحہ ۳۳۸ پر تحریر فرماتے ہیں ''وعندى أنه عليه الصلاة والسلام أصاب فى ذلك الظن ولو ثبتوا على كلامه لفاقوا فى الفن ولارتفع عنهم كلفة المعالجة فإنما وقع التغير بحسب جريان العادة ألا ترى أن من تعود بأكل شىء أو شربه يتفقده فى

---

[1]....شرح الشفا لملا علی القاری، القسم الأول (فی تعظیم العلی الأعلی جل وعلا)، الباب الرابع فیما اظهره الله تعالی علی یدیه من المعجزات --- الخ، فصل (ومن معجزاته الباهرة ما جمعه الله تعالی له من المعارف والعلوم)، الجزء1، صفحه 721، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی، 1421ھ

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روشن معجزات میں سے وہ معارف وعلوم یعنی جزئیات وکلیات اور مدرکات ظنیہ ویقینیہ نیز وہ اسرار باطنیہ اور انوار ظاہریہ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں جمع فرمائے ہیں مزید آپ کے معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین ودنیا کی تمام تر مصلحتوں پر اطلاع سے خاص فرمایا ہے یعنی ان سب امور کا علم دیا ہے کہ جن کے ذریعے دینی واخروی معاملات اصلاح پاتے ہیں۔ اس پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو تلقیح نخل (درختوں میں پیوندکاری) کرتے پایا تو فرمایا: کاش! تم اسے ترک کر دو۔ انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا تو درختوں پر پھل نہ آیا یا بہت کم آیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے امور دنیا کو خوب جانتے ہو۔ اس کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انصار کو یوں فرمانا آپ کا اپنا گمان تھا، وحی نہیں تھی اور سیدی شیخ محمد سنوسی نے فرمایا کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خرق وخلاف عوائد پر ابھارنے اور باب توکل کی طرف پہنچانے کا ارادہ فرمایا تھا، لیکن جب انصار اس حکم کی پیروی نہ کر سکے تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنی دنیا کو خوب جانتے ہو۔ ہاں اگر وہ آپ کی پیروی کرتے اور ایک دو سال صبر کرتے تو (آئندہ) انھیں یہ مشقت نہ اٹھانی پڑتی۔

ف۔۔۔۔ حضور کو دنیا ودین کا علم مرحمت ہوا۔

وقته وإذا لم يجده يتغير عن حالته فلو صبروا على نقصان سنة أو سنتين لرجع النخيل إلى حاله الأول وربما أنه كان يزيد على قدره المعول وفي القضية إشارة إلى التوكل وعدم المبالغة في الأسباب. وغفل عنها أرباب المعالجة من الأصحاب والله تعالى اعلم بالصواب"[1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے یہ فرما کر کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اس طرف التفات نہ تھا یہ فرمایا کہ "آنحضرت صلی الله علیه وسلم دانا تر ست از همه در همه کارهائے دنیا و آخرت"[2] فصل الخطاب میں علامہ قیصری سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر زمین و آسمان میں کچھ ذرہ بھر بھی پوشیدہ نہیں اگرچہ بشریت کے اعتبار سے یہ فرماویں کہ تم دنیا کا کام خوب جانتے ہو وہ عبارت فصل الخطاب کی یہ ہے "ولا يغرب عن علمه صلى الله تعالى عليه وسلم مثقال ذرة في الارض ولا في السماء من حيث مرتبة وان كان يقول انتم اعلم بامور دنياكم"[3]

---

[1]....شرح الشفا لملا علی القاری، القسم الثالث فيما يجب للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم وما يستحيل في حقه وما يمتنع، الباب الثاني فيما يخصهم في الامور الدنيوية، فصل (هذا حاله عليه الصلاة والسلام في جسمه)، الجزء2، صفحه338، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1421هـ.

ترجمہ: میرا موقف یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا یہ گمان درست تھا اور اگر وہ لوگ اس پر ثابت قدم رہتے تو اس فن میں ترقی پاتے اور معالجت کی مشقت ان سے اٹھ جاتی، کیونکہ ایک نئی عادت (تلقیح نخل) جاری ہو جانے کی وجہ سے ان درختوں کی حالت متغیر ہو چکی تھی، کیا تم دیکھتے نہیں کہ ایک شخص کسی چیز کے کھانے پینے کا عادی ہو جائے اور پھر کسی وقت اسے وہ چیز نہ ملے تو اس کی حالت متغیر ہو جاتی ہے۔ پس اگر وہ لوگ ایک دو سال کا نقصان برداشت کرتے تو درخت اپنی پہلی حالت پر لوٹ آتے اور مقدارِ معول سے بھی زیادہ پھل لاتے اور اس واقعہ میں اللہ تعالی پر توکل کرنے اور اختیارِ اسباب میں مبالغہ نہ کرنے کی جانب اشارہ ہے کہ درختوں کی معالجت کرنے والے اصحاب اس سے غافل تھے۔

[2]....اشعة اللمعات، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الاول، تحت حديث رافع بن خديج قال ((قَدِمَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وهم يأبرون النَّخل.....الخ))، الجزء1، صفحه129، کتب خانه مجيديه ، ملتان

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیوی واخروی ہر کام کا علم تمام انسانوں سے زیادہ رکھتے تھے۔

(شرح مشکوٰۃ ترجمہ اشعۃ اللمعات، جلد1، صفحہ432، فرید بک سٹال، لاہور، الطبع الثانی: صفر1424ھ/اپریل2003ء)

پھر کسی سادہ لوح کا یہ کہنا کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”دنیا کے امور میں تم مجھ سے زیادہ جاننے والے ہو“ بالکل ناانصافی ہے۔ بھلا (مجھ سے) کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ جانب مخالف نے اس کو قرینۂ تخصیص بنایا ہے۔ کوئی پوچھے کہ کتاب کے عموم کی تخصیص خبر واحد سے ہو سکتی ہے اور خبر واحد بھی ایسی جس سے وہ مراد حاصل نہیں جس کے لئے جانب مخالف نے اس کو نقل کیا۔

ایں گل دیگر شگفت: جانب مخالف کو تخصیص عام میں وہ جوش آیا کہ آیۂ کریمہ ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ﴾[1] میں بھی ”ما“ کو خاص کر ڈالا اور کہہ دیا:

قَوْلُهٗ: اگر اس عام کو ظاہر سے نہ پھیریں اور خاص کسب سرقہ مراد نہ لیں لازم آتا ہے کہ جس سارق نے سرقہ کے ساتھ زنا بھی کیا اور شراب خمر وغیرہ مختلف منہیات شرعیہ کا مرتکب ہوا۔ سب کی جزا میں فقط قطع ید کافی ہو جائے۔ انتہی ملخصاً

اَقُوْلُ: کسی اسلامیہ مدرسہ کا ایک چھوٹا سا لڑکا جو اصول شاشی شروع کر چکا ہو سنتے ہی کہہ دے گا کہ اس آیہ میں ما کو اصولیوں نے عام کہا اور اس کے عموم سے استدلال کر کے مسائل دینیہ نکالے ہیں مجھے تعجب ہے کہ جانب مخالف کیسے عقلمند ہیں جنہوں نے ایسی لچر بات لکھی سنو صاحب سارق کے معنی شاید آپ کو معلوم نہیں ہیں وہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل اس اسم مشتق کا نام ہے کہ جو من قام بہ الفعل کے لئے وضع کیا گیا ہو تو سارق کا مدلول مطابقی ”من قام به السرقة“ ہے اور اس کو سارق صرف سرقہ کے اس کے ساتھ قائم ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں پس ”سارق من حیث هو

---

[3]....فصل الخطاب

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ ”انتم اعلم بامور دنیاکم“ (تم اپنے دنیاوی امور خوب جانتے ہو۔) فرمائیں لیکن زمین وآسمان میں کچھ ذرہ بھر بھی آپ کے علم سے خارج نہیں۔

[1]....القرآن الکریم، پارہ6، سورۃ النساء(5)، آیت38

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو ان کے کئے کا بدلہ اللہ کی طرف سے سزا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

سارق ''[چور بحیثیت چور] کا کسب بجز سرقہ یا اس کے متعلق کے اور کچھ ہو نہیں سکتا۔ زنا زانی کا فعل ہے نہ'' سارق من حیث ھو سارق ''کا وعلیٰ ھذا القیاس، پس'' سارق من حیث ھو سارق '' کا کسب جو کچھ بھی ہے وہ سرقہ یا متعلق سرقہ ہے اس پر بے شک حد سرقہ جاری ہوگی اسی واسطے جناب باری تعالیٰ نے'' الرجل والمرأۃ فاقطعوا ایدیھما بعد سرقتھما جزاء بما کسبا ''نہ فرمایا کہ'' ما '' کو خاص کرنا پڑتا۔ اصول فقہ میں مصرح ہے'' ان القطع جزاء جمیع ما اکتسبه السارق ''[1] اس سے بھی ظاہر کہ ''سارق میں حیث ھو سارق '' کا کسب بجز سرقہ اور اس کے متعلقات کے کچھ بھی نہیں اگر اس کا سمجھنا دشوار ہے تو کسی جاہل سے ہی دریافت کرلو کہ چور کا کیا کام ہے وہ فوراً کہہ دے گا کہ چوری۔ اب تو جانب مخالف کو بے قرینہ ہی عام کے خاص کرڈالنے میں بڑی مشق ہو گئی ہے مجھے خوف ہے کہ کہیں ﴿لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾[2] کے'' ما '' کے عموم پر ہاتھ نہ صاف کریں۔ اللہ ہدایت نصیب کرے۔

اس کے بعد جانب مخالف نے اور کچھ کاغذ بے فائدہ سیاہ کرکے یہ لکھا ہے:

قَوْلُهٗ: ﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ﴾[3] یعنی کہواے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ نہیں جانتا جو کوئی کہ آسمانوں اور زمین میں ہے غیب کی بات کو مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔[4][5]

---

[1]....اصول الشاشی، البحث الاول فی کتاب الله تعالی، فصل فی الخاص والعام، بحث عموم کلمۃ "ما"، صفحہ9، مکتبۃ المدینۃ، کراچی، الطبعۃ الاولی: 1429ھ/2008م)
ترجمہ: چور نے جو کچھ (عمل سرقہ) کیا اس سب کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔

[2]....القرآن الکریم، پارہ3، سورۃ البقرۃ(2)، آیت284

[3]....القرآن الکریم، پارہ20، سورۃ النمل(27)، آیت65

[4]....یہ شبہ مجموعہ فتاوی مطبوعہ مطبع صدیقی ص۵۲ اور مسئلہ علم غیب از مولوی یحیی مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی ص۲، اور غیبی رسالہ ص۲، اور کشف الغطاص ۸۵ وغیرہ رسالوں میں کیا ہے۔ سب حضرات جواب یہاں ملاحظہ فرمائیں (۱۲)
نوٹ: یہ حاشیہ مکتبہ مشرق، بریلی اور ازھر بک ڈپو، آرام باغ، کراچی کے نسخہ میں درج نہیں۔

[5]....مسئلہ در علم غیب مطبوعہ مع علم غیب از قاری محمد طیب، ص154، ادارہ اسلامیات 190 انارکلی، لاہور، بار دوم، مارچ 1981

أَقُوْلُ: اس آیۂ شریفہ میں بھی نفی علم ذاتی ہی کی ہے اور یہی مطلب ہے کہ خود بخود نہیں جانتے یہ مطلب نہیں کہ بتانے سے بھی نہیں جان سکتے جیسا کہ عجیب الفہم جانب مخالف نے سمجھا ہے چنانچہ روض النضیر شرح جامع صغیر میں امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”وأما قوله ﴿لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ فمفسر بأنه لا يعلمها أحد بذاته ومن ذاته إلا هو“[1] امام نووی کے فتاوی میں ہے ”مسئلة ما معنى قول الله تعالٰى ﴿لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ واشباه ذالك مع انه قد علم ما فى غد من معجزات النبى عليه الصلوة والسّلام وفى كرامات اولياء رضى الله عنهم الجواب معناه لا يعلم ذالك استقلالاً و اما المعجزات والكرامات فحصلت باعلام الله لا استقلالا“[2]

اور امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ کے فتاوے حدیثیہ میں ہے ”مَعْنَاهَا لَا يعلم ذٰلك

---

[1]....فيض القدير شرح الجامع الصغير، حرف الميم، تحت رقم الحديث 10824، الجزء 5، صفحه 525، المكتبة التجارية الكبرى -مصر، الطبعة :الأولى، 1356

ترجمہ: ﴿لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ کے سوا ذاتی طور پر کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔

[2]....فتاوى الامام النووى المسمى المسائل المنثورة، باب فى التفسير، آيات علم الغيب المعجزات و الكرامات، صفحه 173، انصار السنة المحمدية، المركز الرئيسى: 11 كليا روڈ رستم پارك نواں كوٹ، لاهور[ولفظه: (مسألة)ما معنى قوله تعالى قل لا يعلم من فى السمٰوٰت والارض الغيب الاالله وقول النبى صلى الله عليه وسلم((لا يعلم ما فى غد الا الله)) و اشباه هٰذا من القرآن والحديث مع انه قد وقع علم ما فى غد من معجزات الانبياء صلوات الله عليه وسلامه وفى كرامات الاولياء رضى الله عنهم (الجواب) معناه لا يعلم ذالك استقلالاً واماالمعجزات والكرامات فحصلت باعلام اللّٰه للانبياء والاولياء لا استقلالا]

ترجمہ: مسئلہ: فرمان باری ﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ) اور اس جیسی دیگر آیات کا کیا معنی ہے؟ کیونکہ انبیائے کرام کے معجزات اور اولیاء عظام کی کرامات سے آئندہ کی باتوں کا علم ہو جانا ایک امر واقعی ہے۔ جواب: اس کا معنی یہ ہے کہ (اللہ تعالی کے سوا) کوئی بھی مستقل اور ذاتی طور پر غیب کا علم نہیں رکھتا، رہی بات معجزات و کرامات کی تو انبیاء و اولیاء کو حاصل ہونے والا علم مستقل نہیں بلکہ اللہ کے بتائے سے ہے۔

اسْتِقْلَالا وَعلم إحاطة بِكُل المعلومات إِلَّا الله تعالى وَأما المعجزات والكرامات فبإعلام الله لَهُم علمت وَكَذَا مَا علم بإجراء الْعَادة[1] شرح شفاء خفاجی میں ہے هذا لا ينافي الآيات الدالة على انه لا يعلم الغيب الا الله تعالى فان المنفى علمه من غير واسطة واما اطلاعه عليه باعلام الله تعالى له فامر متحقق بقوله تعالى ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾"[2] ان عبارات سے خوب واضح ہوگیا کہ آیۂ شریفہ مسطورہ بالا میں علم بذاتہ و من ذاتہ کی نفی کی ہے اور جو تعلیم الٰہی سے ہو اس کی نفی نہیں بلکہ ایسا علم انبیاء و اولیاء کو حاصل ہے اور پچھلی عبارت نے تو فیصلہ کردیا کہ جتنی آیتوں میں غیب کی نفی ہے ان کا یہی مطلب ہے کہ غیب بے واسطہ سوائے خداوند کریم کے اور کسی کے لئے نہیں لیکن بواسطہ تعلیم الٰہی بیشک انبیا اور اولیاء کے لئے ثابت ہے چنانچہ آیۂ کریمہ ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾[3] سے ظاہر

---

[1] ....الفتاوى الحديثية، باب فى التصوف، مطلب فى الفراسة، صفحہ 411,412، قدیمی کتب خانہ کراچی

ترجمہ: اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مستقل طور پر غیب جانتا ہے اور نہ غیب کا ایسا علم رکھتا ہے جو سب معلومات کا احاطہ کئے ہو، رہے معجزات و کرامات تو انبیا و اولیاء کا علم اللہ کے بتائے سے ہوتا ہے یا عادتِ جاریہ سے۔

[2] ....نسیم الریاض فی شرح الشفا للقاضی عیاض، القسم الاول فی تعظیم العلی الاعلی لقدر النبی المصطفی ـــ الخ، الباب الرابع فیما أظهره الله على يديه ـــ الخ، الفصل الرابع والعشرون ما اطلع عليه من الغيوب وما يكونُ، الجزء 3، صفحہ 151، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان [هذا لا ينافى الآيات الدالة على انه لا يعلم الغيب الا الله وقوله ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير فان المنفى علمه من غير واسطة واما اطلاعه عليه باعلام الله له فامر متحقق بقوله تعالى ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾]

(دونوں نسخوں میں آیت طیبہ "فلا يظهر على غيبه احدا" تک مذکور تھی، ہم نے اگلے کلمات بھی شامل کردیئے ہیں۔)

ترجمہ: انبیا و اولیا کے لئے علم غیب کا اثبات ان آیات طیبہ کے منافی نہیں جو اس بات پہ دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا کیونکہ (ان آیات میں) جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے وہ علم غیب بے واسطہ ہے جبکہ رسل کرام کا اللہ تعالٰی کے بتائے سے غیب پر اطلاع پانا ایک ایسا امر ہے جو ارشاد باری تعالٰی ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ (ترجمۂ کنز الایمان: تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔) سے ثابت ہے۔

[3] ....القرآن الكريم، پارہ 29، سورۃ الجن (72)، آیت 26,27

ترجمۂ کنز الایمان: تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

ہے، حق تو بحمد اللہ تعالیٰ واضح ہے مگر منکر متعصب کی چشم بصیرت وا نہیں۔

قَوْلُہٗ: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴾[1] بیشک اللہ جو ہے اسی کے پاس ہے قیامت کی خبر اور برساتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے لڑکا لڑکی، پورا ناقص، اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کیا کمائی کرے گا کل اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کس زمین میں مرے گا بے شک اللہ ہی سب جانتا ہے، خبر دار۔[2]

اَقُوْلُ: یہ آیہ شریفہ منکرین کی بڑی دستاویز ہے کہ اس کو ہمیشہ بے سمجھے پڑھ دیا کرتے ہیں ان کے خیال میں یہ ہے کہ یہ آیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم جمیع اشیاء نہ ہونے پر نص ہے فقیر جیسا کہ بار بار کہہ چکا ہے کہ قرآن شریف میں اور نیز احادیث میں جہاں کہیں ایسے کلام ہیں ان سے نفی اس علم کی مقصود ہے کہ جس پر دلیل نہیں اور جو حق سبحانہ تعالیٰ نے خود تعلیم فرمائے ہیں ان کی نفی کیوں کر ہو سکتی ہے کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ ان آیات کا یہ مطلب ہے کہ کسی مخلوق کو غیب کا علم خداوند عالم جل شانہ کے بتانے پر بھی نہیں نعوذ باللہ یہ کوئی ہرگز نہیں کہہ سکتا بیشک اس نے جس کو تعلیم فرمایا اس کے سامنے جمیع اشیاء ظاہر ہیں۔ ہاں اگر یہ مدعا ہے کہ ان اشیاء کا علم بے تعلیم الٰہی کسی کو نہیں تو مسلم اور اگر یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے بتانے سے بھی کسی کو معلوم نہیں ہوتا تو یہ سخت بیدینی ہے اور اگر یہ منشاء ہے کہ اللہ جل شانہ نے کسی کو ان اشیاء کا علم عطا ہی نہیں فرمایا تو بھی غلط۔ چنانچہ مشکوۃ شریف کی کتاب الایمان کی پہلی حدیث میں ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وقت قیام قیامت دریافت کیا تو آنحضرت سراپا رحمت

---

[1].... القرآن الکریم، پارہ 21، سورۃ لقمٰن (31)، آیت 34

[2].... قریب قریب سب مخالفین نے یہ شبہ کیا ہے سب صاحب یہاں جواب بغور ملاحظہ فرمالیں۔

نوٹ: یہ حاشیہ مطبع شمس المطابع، مراد آباد کے سوا کسی نسخہ میں درج نہیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ((مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ))[1] فرما کر یہی آیۂ شریفہ جو جانب مخالف نے نقل کی تلاوت فرمائی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اشعۃ اللمعات میں یہ تحریر فرمایا ''مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچکس اینہا رانداند وآنہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بداناند بوحی و الہام[2] اب ایک فارسی داں بھی سمجھ سکتا ہے کہ جس کو جناب حق سبحانہ تعالیٰ نے یہ علم تعلیم فرمادیا اس سے اس آیت میں علم کی نفی نہیں ہے بلکہ صرف اسی شخص سے ہے جو اٹکل سے ان علوم کے جاننے کا مدعی ہو۔

علامہ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ شرح قصیدۂ بردہ صفحہ ۴۷ میں فرماتے ہیں ''ولم یخرج صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ تعالی بھذہ الامور الخمسۃ''[3] کتاب ابریز صفحہ ۱۵۸ میں ہے ''قلت للشیخ رضی اللہ عنہ فان علماء الظاھر من المحدّثین وغیرھم اختلفوا فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھل کان یعلم الخمس المذکورات فی قولہ ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ الآیۃ

---

[1]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الْإِيمَان، الفصل الاول، رقم الحدیث 1، صفحہ 11، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعۃ: 2005م

ترجمہ: جس سے سوال کیا جارہا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

[2]....اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، الفصل الاول، تحت حدیث ابی ہریرۃ (وَإِذَا رَأَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ.....الخ) [رقم 3]، الجزء 1، صفحہ 44، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ بے تعلیم الٰہی محض عقل کے ذریعے ان مذکورہ چیزوں کو کوئی نہیں جان سکتا اور یہ ان امور غیبیہ میں سے ہیں جن کا صرف خدا تعالیٰ کو ہی علم ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو وحی والہام کے ذریعے بتادے تو یہ امر دیگر ہے۔

(شرح مشکوۃ ترجمہ اشعۃ اللمعات، جلد 1، صفحہ 210، فرید بک سٹال، لاہور، الطبع الثانی: صفر 1424ھ/ اپریل 2003ء)

[3]....حاشیۃ الباجوری علی البردۃ، شرح بیت (فان من جودك الدنیا وضرتھا)، صفحہ 92، شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر۔ الطبعۃ الرابعۃ 1370ھ/1951م

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان امور خمسہ کا علم عطا فرمایا تو اس کے بعد ہی آپ اس دنیا سے تشریف لے کر گئے ہیں۔

فقال کیف یخفی امر الخمس علیه صلی الله علیه وسلم والواحد من اهل التصرف من امته الشریفة لا یمکنه التصرف الا بمعرفة هذه الخمس "[1] یعنی میں نے اپنے شیخ عبدالعزیز عارف رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ علماء ظاہر یعنی محدثین وغیرہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا علم تھا کہ جن میں آیہ ﴿اِنَّ اللهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ الخ وارد ہوئی تو شیخ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ ان پانچوں کا علم حضور پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے جبکہ اک صاحب تصرف اُمتی کو بغیر ان پانچوں کے علم کے تصرف ممکن نہیں۔

اس عبارت نے واضح کر دیا کہ حضور اور حضور کے خدام ان پانچوں کے عالم ہیں خلاصہ یہ ہے کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اس عالم سے تشریف لیجانے کے قبل ان پانچوں چیزوں کا علم عطا ہو گیا تھا چونکہ اب اختصار پر نظر ہے اس لئے اس موقع پر صرف ان تین گواہوں پر کفایت کر کے مزید اطمینان کے لئے جدا جدا ثابت کیا جاتا ہے ان پانچوں میں سے ہر اک کا علم سرور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو حاصل ہے اور سوائے قیامت کے اور چیزوں کی خبریں لوگوں کو اکثر حضرت نے سنائی ہیں تفسیر روح البیان، جلد ۲ کے ص ۳۸۹ پر آیہ ﴿یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا﴾[2] کے تحت میں ہے "قد ذهب بعض المشایخ الی ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یعرف وقت الساعة باعلام الله تعالی وهو لا ینافی الحصر فی الآیة کما لا یخفی "[3] فتوحات وہبیہ شرح اربعین نوویہ کے صفحہ ۶۴ میں ہے" فان قیل قوله صلی الله علیه وسلم بعثت انا والساعة کهاتین یدل علیٰ ان

---

[1] ....الابریز من کلام سیدی عبد العزیز الدباغ، الباب الثانی فی بعض آیات القرآنیة، صفحہ 247,248، دار صادر بیروت، الطبعة الاولی: 1424ھ/2004م

[2] ....القرآن الکریم، پارہ 9، سورة الاعراف (7)، آیت 187

[3] ....روح البیان، پارہ 9، سورة الاعراف (7)، تحت الآیة ﴿یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا﴾ (آیت 187)، الجزء 3، صفحہ 293، دار الفکر - بیروت

ترجمہ: بعض مشائخ کی رائے یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بتائے سے وقت قیامت کا علم بھی رکھتے ہیں اور یہ بات آیت قرآنی میں وارد حصر کے منافی نہیں جیسا کہ مخفی نہیں۔

عندہٗ منها علما والأيات تقتضى ان الله تعالىٰ متفرد بعلمها فالجواب كما قال الحليمى ان معناه انا النبى الاخير فلا يلينى نبى اخر وانما تلينى القيمة والحق كما قال جمع ان الله سبحانه وتعالى لم يقبض نبينا عليه الصلوة السلام حتى اطلعه على كل ماابهمه عنه الا انه امرهٗ بكتم بعض والاعلام ببعض‘‘[1] ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو وقت قیامت بتعلیم الٰہی معلوم تھا بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کا علم دیکر اس عالم سے اٹھایا کہ جن کو آپ سے مبہم رکھا تھا اور بعض علوم کے پوشیدہ رکھنے اور بعض کے ظاہر کرنے کا حکم دیا۔

اور مینہ کے بارے میں بھی آیت کے یہ معنی نہیں کہ بتعلیم الٰہی بھی کوئی مینہ برسنے کا وقت نہیں جان سکتا مشکوۃ شریف صفحہ ۴۵۲ میں ایک طویل حدیث ترمذی کی نواس بن سمعان کی روایت سے، باب العلامات بین یدی الساعۃ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے یہ الفاظ مروی ہیں۔((ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ))[2] جس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد فتنہ یاجوج وماجوج کے اللہ تعالیٰ ایک عالمگیر مینہ بھیجے گا جس سے کسی شہر یا گاؤں کا کوئی مکان خالی نہیں رہے گا اور اسی مشکوۃ شریف کے صفحہ ۴۸۱، باب لاتقوم الساعۃ الاعلی شرار

---

[1]....الفتوحات الوهبية بشرح الاربعين حديثا النووية،رقم 2،تحت قوله صلى الله عليه وسلم "ماالمسؤل عنها باعلم من السائل"،صفحہ176،دار الصميعى للنشر والتوزيع،الطبعة الاولى:1428ھ/2007م

ترجمہ: اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی محترم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے (اپنی انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو باہم ملا کر) ارشاد فرمایا تھا کہ ''میں اور قیامت ان دو کی طرح بھیجے گئے ہیں۔'' یہ حدیث اس بات پہ دلالت کرتی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم حاصل تھا جبکہ آیاتِ قرآنیہ کا تقاضا یہ ہے کہ قیامت کا علم صرف اللہ تعالی ہی کو ہے۔ تو علامہ حلیمی کے بقول اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ''مذکورہ حدیث پاک کا یہ معنی ہے کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا اب میرے بعد قیامت ہی آئے گی۔'' لیکن اس اعتراض کے جواب میں حق بات وہ ہے جو جمہور علماء نے ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھایا جب تک کہ آپ کو (قیامت سمیت) ہر مبہم و پوشیدہ بات پر مطلع نہ فرما دیا، ہاں بعض باتیں مخفی رکھنے اور بعض باتیں لوگوں کو بتانے کا حکم فرمایا تھا۔

[2]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الفتن، باب العلامات بین یدی الساعۃ و ذکر الدجال، الفصل الاول، رقم الحدیث 5238، صفحہ 486، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعۃ: 2005م

☆سنن الترمذی، ابواب الفتن، رقم الحدیث 2240، الجزء 4، صفحہ 83، دار الغرب الإسلامی، بیروت، سنۃ النشر 1998م

الناس میں عبداللہ بن عمرو کی روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں((ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا كَأَنَّهُ الطَّلُّ فَيَنْبُتُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ))[1] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سب آدمی مر جائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ مینہ کو بھیجے گا گویا کہ وہ شبنم ہے پس اس مینہ سے آدمیوں کے جسم اگیں گے۔ اب خوب ثابت ہو گیا کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مینہ برسنے کی خبر قبل از وقت سنائی اور قبل از وقت بھی کیسی سینکڑوں سال پہلے اب یہ بھی خیال رکھئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدولت یہ دولت آپ کے خادموں کو بھی میسر ہے چنانچہ تفسیر عرائس البیان میں اسی آیۂ شریفہ کے تحت میں فرمایا ہے" **ولكن كثيرا ماسمعت من الاولياء يقول يمطر السماء غدا او ليلا فيمطر كما قال كما سمعنا ان يحيىٰ بن معاذ كان علىٰ راس قبرولى وقت دفنه وقال لعامة من حضروا ان هذا الرجل من اولياء الله الهى ان كنت صادقا فانزل علينا المطر قال الراوى فنظرت الى السّمآء وما رأيت فيها راحة سحاب فانشأ الله سبحانه سحابة مثل ترس فمطرت فرجعنا مبتلين**"[2] خلاصہ یہ کہ میں نے اولیاء سے یہ بہت سنا ہے کہ کل کو مینہ برسے یا رات کو پس برستا ہے، یعنی اسی روز کہ جس روز کی انہوں نے خبر دی ہے اور ہم نے سنا ہے کہ یحییٰ بن معاذ ایک ولی کے دفن کے وقت قبر پر موجود تھے اور انھوں نے عام حاضرین سے کہا یہ شخص یعنی جو دفن کئے گئے ہیں ولی ہیں اور یا الٰہی اگر میں سچا ہوں تو مینہ برسا دے راوی نے کہا کہ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو بادل کا پتہ نہ تھا پس اللہ نے بادل پیدا کر کے مینہ برسایا کہ ہم لوٹ کر بھیگے ہوئے آئے۔

(۳) اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے مافی الارحام کی بھی خبر دی یعنی قبل پیدا ہونے کے بتا دیا کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی چنانچہ امام مہدی کے پیدا ہونے کی خبر جو آنحضرت نے سنائی ہے اور صحیح حدیثوں میں مذکور اور عام لوگوں کی زبانوں پر

---

[1]....مشکوة المصابیح، کتاب الفتن، باب لاتقوم الساعة الا علی شرار الناس، الفصل الاول، رقم الحدیث 5283، صفحہ 492، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعة: 2005م

[2]....تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن، پارہ 21، سورة لقمٰن (31)، تحت الآیة﴿ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾ [آیت 34]، الجزء 3، صفحہ 126، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الاولی: 1429ھ/2008م

ہے صاف بتا رہی ہے کہ آپ کو لڑکا پیدا ہونے کی خبر اس وقت سے ہے کہ جب نطفہ بھی باپ کی پیٹھ میں نہیں بلکہ اس سے بھی بہت پہلے ایسے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبر دی چنانچہ مشکوۃ شریف کے صفحہ ۵۷۲، باب مناقب اہلبیت میں بروایت ام فضل وارد ہے کہ ''ام فضل نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے آج شب ایک نہایت ناپسند خواب دیکھا ہے فرمایا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ کیا؟ عرض کیا کہ وہ بہت سخت ہے، فرمایا کیا ہے؟ عرض کیا میں نے دیکھا ہے کہ گویا ایک ٹکڑا حضور کے جسم کا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھا گیا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خواب تو اچھا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لڑکا ہوگا اور وہ تیری گود میں ہوگا۔'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ الفاظ حدیث کے یہ ہیں ((تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ غُلَامًا یَکُوْنُ فِیْ حِجْرِكِ))[1] ذرا تفسیر عرائس البیان میں ﴿وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَام﴾ کے تحت صفحہ ۱۴۸ میں ملاحظہ کیجئے فرماتے ہیں ''وسمعت ایضا من بعض اولیاء اللہ انہ اخبر ما فی الرحم من ذکر وانثی ورأیت بعینی ما اخبر ''[2] حاصل یہ کہ میں نے بعض اولیاء اللہ سے یہ بھی سنا کہ انہوں نے ما فی الرحم کی خبر دی کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اور میں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ انھوں نے جیسی خبر دی ویسا ہی وقوع میں آیا۔ ذرا بستان المحدثین حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی ملاحظہ ہو کہ وہ صفحہ ۱۱۴ میں فرماتے ہیں۔ نقل می کنند کہ والد شیخ ابن حجر را فرزند نہ می زیست کشیدہ خاطر بحضور شیخ رسید شیخ فرمود از پشت تو فرزند مے خواھد بر آمد کہ بعلم خود دنیا را پر کند[3] یعنی شیخ ابن حجر عسقلانی کے والد ماجد کی اولاد زندہ نہیں رہا کرتی

---

[1]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الفتن، باب مناقب اهل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثالث، رقم الحدیث 5917، صفحہ 580، مکتبہ رحمانیہ، لاهور، الطبعۃ: 2005م

[2]....تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن، پارہ 21، سورۃ لقمٰن (31)، تحت الآیۃ ﴿وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَام﴾ [آیت 34]، الجزء 3، صفحہ 126، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی: 1429ھ/2008م

[3]....بستان المحدثین (اردو، فارسی)، (بیان) فتح الباری شرح علی البخاری، صفحہ 304، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

تھی۔ ایک روز رنجیدہ ہو کر اپنے شیخ کے حضور میں پہنچے۔ شیخ نے فرمایا کہ تیری پشت سے ایسا فرزند ارجمند پیدا ہوگا کہ جس کے علم سے دنیا بھر جائیگی چنانچہ ابن حجر پیدا ہوئے۔ اب ذرا انصاف فرمایئے کہ ایک ولی کو تو خبر ہے کہ بیٹا ہوگا اور اس کا عالم ہونا بھی معلوم مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو خبر نہ ہوگی کہ پیٹ میں کیا ہے صاحبو! اللہ انصاف۔

"اوراسی طرح کل کی بات کا جاننا" اس کے متعلق بھی تفسیر عرائس البیان صفحہ ۱۴۹ جلد ۲ میں یوں مسطور ہے "**ربما سمعت واقعة غد منهم قبل المجیء**"[1] یعنی میں نے اولیاء سے اکثر اگلے روز کا واقعہ قبل اس دن کے سنا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو قیامت تک کی خبریں دیدیں چنانچہ مشکوٰہ شریف صفحہ ۵۴۳ باب معجزات میں بروایت عمرو بن اخطب انصاری مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم کو ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام ہو کر نماز فجر پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر ظہر تک خطبہ کیا پھر اتر کر نماز پڑھی پھر منبر پر چڑھ کر عصر تک خطبہ کیا۔ پھر اتر کر نماز پڑھی پھر منبر پر چڑھ کر غروب تک خطبہ کیا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس کی خبر دے دی۔ پس ہم میں وہی سب سے زیادہ عالم ہے جو سب سے زیادہ یادرکھنے والا ہے۔ الفاظ حدیث کے یہ ہیں ((**صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الْفَجْرَ وَصعد عَلَى الْمِنْبَرِ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صعِد الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَأَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ فَأَعْلَمُنَا أحفظنا**)) رَوَاهُ مُسلم[2] دو چار باتیں ہوں تو گن لیں کہ حضرت نے فلاں کی خبر دی جب انہوں نے قیامت تک کے احوال بتادیئے تو کہاں تک گنے جاویں لیکن مخالفین کی سختی دیکھ کر اس موقع پر ایک اور

---

[1]....تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن، پارہ 21، سورۃ لقمٰن (31)، تحت الآیۃ﴿ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَام﴾ [آیت 34]، الجزء 3، صفحہ 126، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی: 1429ھ/2008م

[2]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الفضائل والشمائل، باب فی المعجزات، الفصل الثالث، رقم الحدیث 5936، الجزء 3، صفحہ 1670، المکتب الإسلامی - بیروت، الطبعۃ: الثالثۃ، 1985

الصحیح المُسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما یکون الی قیام الساعۃ، الرقم المسلسل 7161، صفحہ 1415، دار الفکر للنشر والتوزیع بیروت، العلبعۃ: 1424ھ/2004م

حدیث جس میں صاف لفظ ''غد'' موجود ہے، نقل کی جاتی ہے تاکہ پھر کسی طور پر انکار کی مجال نہ ہو وہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یوم خیبر میں فرمایا کہ میں کل کو ضرور یہ جھنڈا ایسے شخص کو دونگا کہ اللہ اس کے ہاتھ پر فتح کرے گا۔[2] اور وہ شخص اللہ اور اللہ کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس شخص کو دوست رکھتے ہیں چنانچہ الفاظ اس حدیث کے کہ بروایت سہل ابن سعد سرور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے مروی ہیں اور مشکوۃ شریف کے صفحہ ۵۶۳، باب مناقب علی بن ابی طالب میں موجود ہیں یہ ہیں ((قَالَ یَوْمَ خَیْبَرَ لَأُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ))[3]

اور یہیں مخالفین کے اس شبہ کا بھی جواب سن لینا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان لڑکیوں کو جنہوں نے اپنے آباء مقتولین یوم بعاث کا مرثیہ گانے میں ''وَفِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ''[3] کہہ دیا تھا یہ فرمایا کہ اس قول کو چھوڑ دے اور جو کچھ کہہ رہی تھی وہی کہے جاؤ۔ یہ بھی وہابیوں کا ایک بڑا اعتراض ہے اس کو انکے مرشد نے تقویۃ الایمان میں بھی لکھا ہے۔[4] اور مولوی غلام محمد راندھیری نے غیبی رسالہ میں اور مخالفین نے اپنی اپنی تحریروں میں لکھا

---

[2]....چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ حدیث میں موجود ہے۔ منہ ۱۲

نوٹ: یہ حاشیہ جمال پریس دہلی، مطبع نعیمی، مراد آباد، مکتبہ مشرق، بریلی اور ازھر بک ڈپو، آرام باغ کراچی کے نسخوں میں درج ہے۔

[3]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الفتن، باب مناقب علی بن ابی طالب، الفصل الاول، رقم الحدیث 5827، صفحہ 571، مکتبہ رحمانیہ، لاهور، الطبعة: 2005م

الصحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب فضل من اسلم یدیه رجل، رقم الحدیث 3009، صفحه 735، دار الفکر للنشر والتوزیع -بیروت، الطبعة: 1425,1426هـ/2005م [بلفظ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُفْتَحُ عَلَى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ] .

الصحیح المُسلم، کتاب فضائل الصحابة رضی الله تعالی عنهم، باب فضائل علی بن ابی طالب رضی الله تعالی عنه، الرقم المسلسل 6117,6118، صفحه 1199، دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعة: 1424هـ/2004م

[3]....مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب اعلان النکاح والخطبة والشرط، الفصل الاول، رقم الحدیث 3002، صفحه 279، مکتبه رحمانیه، لاهور، الطبعة: 2005م

ترجمہ: اور ہم میں وہ نبی موجود ہیں جنہیں علم ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔

[4]....یہ شبہ مجموعہ فتاوی صدیقی، لاہور، غیبی رسالہ ص ۳ اور کشف الغطا ص ۶۰ میں ہے۔

نوٹ: یہ حاشیہ مکتبہ مشرق، بریلی اور ازھر بک ڈپو، آرام باغ، کراچی کے نسخہ میں درج نہیں۔

ہے ہر چند کہ اوپر کی منقولہ عبارات سے منصف مزاج آدمی دریافت کرسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مافی غد بتادیا اور آپ کو اس کا علم تھا پھر یہ اعتراض قابل جواب نہیں۔ مگر وثوق کے لئے مرقاۃ المفاتیح سے اس کی شرح بھی نقل کی جاتی ہے۔ ”وَإِنَّمَا مَنَعَ الْقَائِلَةَ بِقَوْلِهَا وَفِينَا نَبِيٌّ إلَخ لِكَرَاهَةِ نِسْبَةِ عِلْمِ الْغَيْبِ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَإِنَّمَا يَعْلَمُ الرَّسُولُ مِنَ الْغَيْبِ مَاأَعْلَمَهُ أَوْ لِكَرَاهَةِ أَنْ يَذْكُرَ فِي أَثْنَاءِ ضَرْبِ الدُّفِّ وَأَثْنَاءِ مَرْثِيَّةِ الْقَتْلَى لِعُلُوِّ مَنْصِبِهِ عَنْ ذٰلِكَ“[1] اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان لڑکیوں کو اس واسطے منع کر دیا کہ انہوں نے غیب کی نسبت مطلقاً آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف کر دی تھی درآں حالیکہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام بتعلیم الٰہی جانتے ہیں یا اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس بات کو مکروہ جانا کہ دف بجانے میں آپ کا ذکر کیا جائے یا مقتولین کا مرثیہ گانے میں آپ کی ثناء کی جائے اس لئے کہ یہ آپ کے علوئے منصب کے خلاف ہے۔

رہی یہ بات کہ کوئی نہیں جانتا کہ کہاں مرے گا اس کے متعلق بھی تفسیر عرائس البیان میں ملاحظہ کیجئے ”وربما قالوا انی اموت بموضع کذا ومنھم ابو غریب الاصفھانی قدس اللہ رُوحہ مرض فی شیراز فی زمان الشیخ ابی عبداللہ بن حنیف قدس روحہ وقال اذامت فی شیز از فلا تدفنونی الا فی مقابر الیھو دفانی سالت اللہ ان اموت فی طرطوس فبرأ و مضی الی طرطوس ومات بھا رحمۃ اللہ علیہ“[2] حاصل یہ کہ اولیاء اللہ نے اکثر کہا ہے کہ میں فلاں جگہ مرونگا اور انہی میں سے ابوغریب اصفہانی رحمہ اللہ بھی ہیں کہ وہ بھی شیراز میں ابوعبداللہ بن حنیف رحمہ اللہ کے زمانہ میں مریض ہو کر کہنے لگے کہ اگر میں شیراز میں مروں تو مجھ کو مقابر یہود میں دفن کرنا میں نے اللہ سے

---

[1]....مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب اعلان النکاح و الخطبة و الشرط، الفصل الاول، تحت رقم الحدیث 3140، الجزء 5، صفحہ 2065، دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعة الأولی، 1422ھ 2002م [وفیه: "ما اخبره" مقام "ما اعلمه"]

[2]....تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن، پارہ 21، سورۃ لقمٰن (31)، تحت الآیة ﴿ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ﴾ [آیت 34]، الجزء 3، صفحہ 126، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الاولی: 1429ھ/2008م

سوال کیا ہے کہ میں طرطوس میں مروں پس وہ اچھے ہو گئے اور طرطوس جا کر وفات پائی[1]

کیا اب بھی کسی مسلمان کو شک ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو یہ علم بعطائے الٰہی حاصل نہ تھا اب تو آپ کے امتیوں کے لئے بھی ثابت ہو گیا۔ خود ہمارے حضرت نے اپنی وفات کی جگہ بتا دی چنانچہ معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجتے وقت حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خود ان کے ساتھ وصیت فرماتے ہوئے تشریف لائے اور جب وصیت فرما چکے تو فرمایا اے معاذ! قریب ہے کہ اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو اور شاید کہ تم میری اس مسجد اور قبر پر گزرو۔ یہ کلمہ جانگزا سن کر معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فراق رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خیال سے بیقرار ہو کر رونے لگے۔ مشکوۃ شریف میں ہے: وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ((لَمَّا بَعَثَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوصِيهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي تَحْتَ رَاحِلَتِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ إِنَّكَ عَسَى أَنْ لَا تَلْقَانِي بَعْدَ عَامِي هَذَا وَلَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِي هَذَا أَوْقَبْرِي "فَبَكَى مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))[2]

اس کے علاوہ اور بہت سی حدیثیں ان مضامین کو ثابت کرتی ہیں جن کے نقل کی اس مختصر میں گنجائش نہیں اولیا کے احوال بھی بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے ان کو یہ علوم عطا فرمائے ہیں شیخ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی اکمال فی اسماء الرجال ص۴۲ میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حال میں لکھتے ہیں: ”قال المزنی دخلت علی الشافعی فی علته التی مات فیها فقلت کیف اصبحت قال اصبحت

---

[1] ....یعنی انھیں یقین تھا کہ ہمیں طرطوس جا کر موت آئے گی جبھی تو دعوے سے فرمادیا کہ اگر میں شیراز میں مرجاؤں تو مجھے یہودیوں کے گورستان میں دفن کرنا یعنی مجھے شیراز میں ہرگز موت نہ آئے گی۔ منہ سلمہ اللہ تعالی ۱۲

نوٹ: یہ حاشیہ جمال پریس دہلی، مطبع نعیمی، مرادآباد، مکتبہ مشرق، بریلی اور ازھر بک ڈپو، آرام باغ کراچی کے نسخوں میں درج ہے۔

[2] ....مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، الفصل الثالث، رقم الحدیث 4996، صفحہ 459، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعة: 2005م

من الدنیا راحلا ولا خوانی مفارقا ولکأس المنیة شاربا وبسوء اعمالی ملاقیا وعلی الله واردا الخ“[1] یعنی ”مزنی نے کہا کہ جس مرض میں امام شافعی رحمہ اللہ نے وفات پائی اس میں میں ان کے پاس گیا اور میں نے کہا آپ نے کس حال میں صبح کی؟ فرمایا: اس حال میں کہ میں دنیا سے سفر کرنے والا ہوں اپنے بھائیوں سے جدا ہونے والا ہوں موت کا جام پینے والا ہوں اپنے سوء اعمال سے ملنے والا ہوں، اللہ پر وارد ہونے والا ہوں۔“ کہئے صاحب یہاں تو امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی وفات کی خبر دی اور آپ کو ابھی سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم میں بھی شبہ ہے اب بخوبی ثابت ہوگیا کہ اس آیت سے نفی علم عطائی کی سمجھنا مخالفین ہی کا کام ہے۔

اور اسی مضمون کے قریب قریب ایک دوسری آیت جو ہر دم مخالفین کی زبانوں پر رہتی ہے اور جس سے بے محل استشہاد کیا جاتا ہے یہ ہے ﴿وَ عِنْدَه مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾[2] یعنی اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں نہیں جانتا ہے کوئی اس کو مگر وہی، اس آیت سے بھی نفی علم عطائی کی ثابت کرنا ظلم ہے تفسیر عرائس البیان میں اسی آیت کے تحت میں مسطور ہے ”قال الجریری ﴿لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ ومن یطلعه علیها من صفی وخلیل و حبیب وولی“[3] یعنی جریری نے کہا کہ مفاتح غیب کو کوئی نہیں جانتا مگر اللہ اور وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ ان پر اطلاع دے خواہ وہ صفی ہوں یا خلیل یا حبیب یا ولی اور اس سے چند سطر اوپر اسی تفسیر میں لکھا ہے ”وقوله ﴿لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ ای لا یعلم الاولون والآخرون قبل اظهاره تعالیٰ ذالك لهم“[4] یعنی اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ظاہر کرنے کے پہلے کوئی نہیں جان سکتا۔ اب خیال فرمائیے کہ کیا اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ اللہ کی تعلیم سے بھی ان علوم کا کوئی عالم نہیں ہو سکتا۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ

---

[1]....الاکمال فی اسماء الرجال للتبریزی المطبوع فی آخر مشکوٰۃ المصابیح، الباب الثانی فی ذکر ائمة الاصول، محمد ابن ادریس الشافعی، صفحه 641، مکتبه رحمانیه، لاهور

[2]....القرآن الکریم، پاره 7، سورۃ الانعام(6)، آیت 59

[3]....تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن، پاره 7، سورۃ الانعام(6)، تحت الآیة ﴿وَ عِنْدَه مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾[آیت 59]، الجزء 1، صفحه 369، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الاولی: 1429ھ/2008م

[4]....تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن، پاره 7، سورۃ الانعام(6)، تحت الآیة ﴿وَ عِنْدَه مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾[آیت 59]، الجزء 1، صفحه 368، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الاولی: 1429ھ/2008م

کے اظہار کے بعد اس کے اولیاء و اصفیاء تک کو ان مفاتیح غیب کا علم حاصل ہو جاتا ہے چہ جائے کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔

الباب الثانی

ہر چند کہ گزشتہ تحریر علم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعت ثابت کرنے میں کافی ہے اور غور کرنے والے کو اس میں محل انکار نہیں لیکن وہابیہ کی عادت ہے کہ وہ لوگوں کو چھوٹے چھوٹے نئے نئے شبہے بتاتے رہتے ہیں اس لئے اس باب میں ان کے شبہات کے مختصر جوابات لکھے جاتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو آگاہی ہو اور وہابیہ کے اعتقادات سے بچیں۔

شبہ اول:

قرآن شریف کی بعضے آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب نہ تھا چنانچہ ﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ﴾[1][2] دوسری آیت ﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ﴾[3][4] اسی پر دال ہے۔[5]

جواب:

ان آیتوں سے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم نہ ہونے پر دلیل لانا خود قرآن سے جاہل ہونے کی دلیل ہے۔ یہاں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں غیب جاننے کا مدعی نہیں تواضع ہے۔ جمل حاشیہ جلالین، جلد ۲، صفحہ ۲۵۸ میں تفسیر خازن سے نقل کیا ہے "**فإن قلت قد أخبر صلى الله عليه وسلم عن المغيبات وقد جاء ت أحاديث في الصحيح بذلك وهو من أعظم معجزاته صلى الله عليه وسلم فكيف الجمع**

---

[1]....القرآن الکریم، پارہ 7، سورۃ الانعام (6)، آیت 50

[2].... کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں۔ (۱۲)

[3]....القرآن الکریم، پارہ 9، سورۃ الاعراف (7)، آیت 188

[4].... اگر میں غیب جانتا تو خیر زیادہ کر لیتا۔ ۱۲۔ شفقت حسین تلمیذ حضرت مصنف مدظلہ

[5].... یہ شبہ غیبی رسالہ ص ۲ کشف الغطا ص 55 اور نصیحۃ المسلمین ص 28 تنزیۃ التوحید ص 6 اہل حدیث کا مذہب ص 11 میں ہے۔ ۱۲

نوٹ: یہ حاشیہ مکتبہ مشرق، بریلی اور ازہر بک ڈپو، آرام باغ، کراچی کے نسخہ میں درج نہیں۔

بینه وبین قوله﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾؟ قلت یحتمل أن يكون قاله علی سبيل التواضع والأدب والمعنی لا أعلم الغيب إلا أن يطلعني الله عليه ويقدره لي. ويحتمل أن يكون قال ذلك قبل أن يطلعه الله عز وجل علی علم الغيب"[1] اس عبارت کا حاصل مضمون یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بکثرت مغیبات کی خبریں دیں اور یہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور غیب کا علم حضور کے اعظم معجزات میں سے ہے پھر آیہ ﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ الاٰیۃ کے کیا معنی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضور نے اپنی ذات جامع کمالات سے علم کی نفی تواضعاً فرمائی اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ کے مطلع فرمانے سے اور اس کے مقدر کرنے سے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ علم غیب عطا ہونے سے پہلے ﴿وَلَوْ كُنْتُ﴾ الآیۃ فرمایا ہو اور علم اس کے بعد عطا ہوا۔ غرض کہ یہ آیات حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے غیب نہ جاننے پر دلیل نہیں یا آیاتِ مذکورہ کا یہ مطلب ہے کہ بالذات اور بالاستقلال غیب کا علم کسی کو نہیں ہمارے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے تو بتعلیم الٰہی ہے، چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں ہے"أي قل لا أعلم الغيب فيكون فيه دلالة علی أن الغيب بالاستقلال لا يعلمه إلا الله"[2] خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ بالاستقلال کوئی غیب کا عالم نہیں سوائے خدائے تعالیٰ کے۔ علامہ شہاب خفاجی نسیم الرّیاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں "وقوله﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ فان المنفی علمه من غير واسطة واما اطلاعه عليه باعلام الله تعالی فامر متحقق قال الله تعالی

---

[1]....الفتوحات الالٰهية بتوضيح تفسير الجلالين للدقائق الحنفية (حاشية الجمل علی الجلالين) پاره9، سورة الاعراف(7)، تحت الآية﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيرِ﴾ [آيت188]، الجزء2، صفحه 217، قديمی كتب خانه، كراچی

☆لباب التأويل فی معانی التنزيل(تفسير الخازن)، پاره9، سورة الاعراف(7)، تحت الآية﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيرِ﴾[آيت188]، الجزء4، صفحه47، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولی 1415ھ [وفيهما: قال ذلك قبل أن يطلعه الله عز وجل علی الغيب]

[2]....غرائب القرآن ورغائب الفرقان(تفسير نيسابوری)، پاره7، سورة الانعام(6)، تحت الآية﴿لَآ اَقُولُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللهِ وَلَآ اَعْلَمُ﴾[آيت50]، الجزء3، صفحه81، دار الكتب العلميه، بيروت، الطبعة الأولی 1416ھ

﴿عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ﴾"[1] یعنی آیہ ﴿وَلَوْ كُنْتُ﴾ الخ میں اس علم کی نفی ہے جو بے واسطہ ہو لیکن بواسطہ تعلیم الٰہی کے پس بیشک ہمارے حضرت کے لئے ثابت ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا ﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ﴾ الاٰیۃ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ آیہ شریفہ میں لفظ ﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ﴾ اور ﴿لَاسْتَكْثَرْتُ﴾ اور ﴿مَا مَسَّنِیَ﴾ سب صیغے ماضی کے ہیں۔ جو زمانہ گزشتہ پر دلالت کرتے ہیں، آیت شریفہ کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر میں زمانہ گزشتہ میں غیب کو جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو برائی نہ پہنچتی۔ اگر جملہ عبارات مسطورۂ بالا سے قطع نظر کر کے حسب مدعائے مخالف یہ فرض کر لیا جائے کہ اس آیہ شریفہ سے انکار غیب معلوم ہوتا ہے تو بھی ہمیں کچھ مضر نہیں اس لئے کہ اگر بالفرض آیت میں انکار ہے تو زمانۂ گذشتہ میں حاصل ہونے کا انکار ہے کہ اگر میں پہلے غیب جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور برائی مجھے نہ پہنچتی اس آیت میں اس امر پر دلالت نہیں کہ میں اب بھی غیب نہیں جانتا یا آئندہ بھی مجھے اس کا علم نہ ہوگا پس اگر آیت میں بیان ہے تو اس وقت کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب پر اطلاع نہ دی گئی تھی نہ اس کے بعد کا جیسا کہ اوپر حاشیہ جمل کی عبارت سے واضح ہو چکا۔

شبہ دوم:

قرآن شریف میں ہے ﴿مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْكَ﴾[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعضے انبیاء کا قصہ بیان نہیں کیا پھر وہ تمام چیزوں کے عالم کیونکر ہوئے؟

جواب:

آیہ شریفہ کی یہ مراد ہے کہ ہم نے بواسطہ وحی جلی کے قصہ نہیں کیا یہ علم نہ ہونے کی دلیل

---

[1]....نسیم الریاض فی شرح الشفا للقاضی عیاض، القسم الاول فی تعظیم العلی الاعلیٰ لقدر النبی المصطفی۔۔۔الخ، الباب الرابع فیما أظهره الله علی یدیه منه۔۔۔الخ، الفصل الرابع والعشرون ما اطلع علیه من الغیوب وما یکون، الجزء3، صفحہ 151، اداره تالیفات اشرفیه، ملتان [وفیه: "امر متحقق بقوله تعالیٰ الخ" مقام قوله "امر متحقق قال الله تعالیٰ الخ"]

[2]....القرآن الکریم، پارہ 24، سورۃ المؤمن (40)، آیت 78

نہیں اس لئے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بواسطہ وحی خفی کے اس پر مطلع فرمایا ہے، چنانچہ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۷ میں فرماتے ہیں "هٰذَا لَا يُنَافِي قَوْلَهُ تَعَالٰى ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ لِأَنَّ الْمَنْفِيَّ هُوَ التَّفْصِيلُ، وَالثَّابِتَ هُوَ الْإِجْمَالُ، أَوِ النَّفْيُ مُقَيَّدٌ بِالْوَحْيِ الْجَلِيِّ، وَالثُّبُوتُ مُتَحَقِّقٌ بِالْوَحْيِ الْخَفِيِّ"[1] ہمارے حضرت سیدنا ومولنا محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور ان میں سے تین سو پندرہ رسول ہیں پس ہمارے حضرت کا انبیاء کی تعداد بتانا آیت کے منافی نہیں اس لئے کہ آیت میں نفی تفصیل کی ہے اور اجمال ثابت ہے یا آیت کی نفی وحی جلی کے ساتھ مقید ہے اور ثبوت وحی خفی سے متعلق ہے۔

شبہ سوم:[2]

کلام اللہ میں ہے ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾[3] اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کے حال کی خبر نہیں۔

جواب:

اول تو اس آیت سے یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتعلیم الٰہی بھی منافقین کے حال کا علم نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم منافقین کے حال کو اپنی فراست اور دانائی سے نہیں جانتے چنانچہ بیضاوی میں ہے "أخفی علیك حالهم مع كمال فطنتك وصدق فراستك"[4] مگر حضرت بتعلیم الٰہی ضرور جانتے ہیں

---

[1]....مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الايمان، الفصل الاول، تحت رقم الحديث2، الجزء1، صفحه58، دار الفكر، بيروت -لبنان، الطبعة :الأولى، 1422هـ 2002 -م

[2]....یہ شبہ سہم الغیب ص ۱۸ میں بھی ہے۔ ۱۲

نوٹ: یہ حاشیہ مکتبہ مشرق، بریلی کے علاوہ سب نسخوں میں درج ہے۔

[3]....القرآن الكريم، پاره11، سورة التوبة(9)، آیت101

[4]....أنوار التنزيل وأسرار التأويل(تفسير البيضاوى)، پاره11، سورة التوبة(9)، تحت الآية﴿لَا تَعْلَمُهُمْ ---

چنانچہ جمل جلد۴، صفحہ ۱۷۸ میں ہے ''معنی الآیة وانك یا محمد لتعرفن المنافقین فیما یعرضون به من القول من تهجین امرك و امرالمسلمین و تقبیحه والا ستهزاء به فکان بعد هذا لا یتکلم منافق عندالنبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم الا عرفه بقوله ویستدل بفحوی کلامه علیٰ فساد باطنه ونفاقه''[1]

دوم یہ کہ یہ آیت پہلے نازل ہوئی اس کے بعد علم عطا فرمایا گیا چنانچہ اسی جمل میں تحت آیت ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ﴾[2] کے مسطور ہے ''فان قلت کیف نفی عنه علمه بحال المنافقین هنا واثبته فی قوله تعالی ﴿وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ﴾ فالجواب ان آیة النفی نزلت قبل آیة الاثبات فلا تنافی کرخی''[3] پس اب ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منافقین کے حال کے بھی عالم ہیں۔

شبہ چہارم:

﴿وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ﴾ الخ[4] مخالفین کی

---نَحْنُ نَعْلَمُهُم﴾ [آیت 101]، الجزء 3، صفحہ 96، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولی 1418 ھ

ترجمہ: کامل ذہانت اور سچی فراست کے باوجود ان کی حالت آپ پر مخفی ہے۔

[1] ....الفتوحات الالٰهیة بتوضیح تفسیر الجلالین للدقائق الحنفیة (حاشیة الجمل علی الجلالین)، پارہ 26، سورة محمد (47)، تحت الآیة ﴿وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ﴾ [آیت 30]، الجزء 4، صفحہ 153، قدیمی کتب خانه، کراچی

ترجمہ: آیت کا معنی یہ ہے کہ ''اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تم ضرور منافقوں کو ان کے ایسے اقوال سے پہچان لو گے جن میں وہ تمہارے اور عام مسلمانوں کے معاملہ کی تحقیر و برائی کریں گے اور مذاق بنائیں گے۔'' پس اس کے بعد جب بھی کسی منافق نے آپ کے سامنے کلام کیا تو آپ نے اُسے اس کی گفتگو سے پہچان لیا اور فحوائے کلام سے اس کی بدباطنی اور منافقت پر استدلال کیا۔

[2] ....القرآن الکریم، پارہ 26، سورة محمد (47)، آیت 30

[3] ....الفتوحات الالٰهیة بتوضیح تفسیر الجلالین للدقائق الحنفیة (حاشیة الجمل علی الجلالین)، پارہ 11، سورة التوبة (9)، تحت الآیة ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ [آیت 109]، الجزء 2، صفحہ 313، قدیمی کتب خانه، کراچی

ترجمہ: اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت طیبہ میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے احوال منافقین کے علم کی نفی کیسے فرمادی حالانکہ ﴿وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ﴾ میں اس کا اثبات فرمایا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت نفی، آیت اثبات سے پہلے نازل ہوئی تھی لہٰذا یہ ایک دوسرے کے منافی نہیں۔ کرخی۔

[4] ....القرآن الکریم، پارہ 15، سورة بنی اسرآئیل (17)، آیت 85

خوش فہمیوں نے انھیں اس امر پر آمادہ کر دیا کہ وہ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت سراپا رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو روح کا علم نہ تھا۔

جواب:

سبحان اللہ جانب مخالف کس درجہ عقیل ہیں بھلا یہ آیت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو روح کا علم نہ تھا آیت کا ترجمہ یہ ہے (اے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) تم سے روح کی نسبت سوال کرتے ہیں تم کہدو کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔ اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اس کا علم نہ تھا اب محققین کا فیصلہ اس امر میں کیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیے امام محمد غزالی رحمہ اللہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں ”**ولا تظنن أن ذلك لم يكن مكشوفاً لرسول الله صلى الله عليه وسلم فإن من لم يعرف الروح فكأنه لم يعرف نفسه ومن لم يعرف نفسه فكيف يعرف الله سبحانه ولا يبعد أن يكون ذلك مكشوفاً لبعض الأولياء والعلماء**“[1] یعنی گمان نہ کر کہ رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو یہ ظاہر نہ تھا اس لئے کہ جو شخص روح کو نہیں جانتا وہ اپنے نفس کو نہیں پہچانتا اور جو اپنے نفس کو نہیں پہچانتا وہ اللہ سبحانہ تعالی کو کیونکر پہچان سکتا ہے اور بعید نہیں ہے کہ بعض اولیاء اور علماء کو بھی اس کا علم ہو۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ جلد دوم میں فرماتے ہیں ”چہ گونہ جرأت کند مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح از سید المرسلین و امام العارفین صلی اللہ علیہ وسلم کند و دادہ است اورا حق سبحانہ تعالیٰ علم ذات و صفات خود و فتح کردہ بروے فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ در جنب حقیقت جامعہ وے قطرہ ایست از دریا و ذرہ ایست از بیضائے“[2] اس سے صاف ظاہر ہے کہ روح کا علم حضرت کے

---

[1] ....إحياء علوم الدين، ربع العبادات، كتاب قواعد العقائد، الفصل الثانى فى وجه التدريج إلى الإرشاد و ترتيب درجات الاعتقاد، الجزء 1، صفحه 100, 101، دار المعرفة، بيروت

[2] ....مدارج النبوة، قسم دوم: در ولادت و رضاعت.....، وصل ايذا رسانى كفار آنحضرت را صلى الله ---

دریائے علم کا ایک قطرہ ہے اور حق تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرحمت فرمایا۔

شبہ پنجم:

کافروں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھی تھی حضرت کو نہایت رنج ہوا تھا جب بہت روزوں کے بعد خدا نے قرآن میں فرمایا کہ عائشہ پاک ہے کافر جھوٹے ہیں تب حضرت کو خبر ہوئی اگر آگے سے معلوم ہوتا تو کیوں غم ہوتا۔ (از نصیحۃ المسلمین، خرم علی بلہوری)

جواب:

سرمایہ ناز مخالفین کا یہی شبہ ہے جو ہر چھوٹے بڑے کو یاد کرا دیا گیا ہے اور اس بیباکی سے زبان پر آتا ہے کہ خدا کی پناہ پھر اگر انصاف سے غور فرمایئے تو کھل جائے کہ بجز ابلہ فریبی کے اور کچھ نہیں اللہ ہوش درست نصیب فرمائے تو سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں ہے کہ بدنامی ہر شخص کو غم کا باعث ہوتی ہے اور پھر جھوٹی بدنامی اگر اپنی بدنامی ہوتے دیکھیں اور لوگوں کے طعن سنیں اور یقیناً جانیں کہ جو ہم کو کہا جاتا ہے بالکل غلط اور سراسر بہتان ہے تو کیا حیاداروں کو رنج نہ ہوگا اور جو ہوگا تو وہ ان کی بدگمانی کی دلیل ہو جائے گا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ حضرت سراپا رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت کسی قسم کی بدگمانی نہ تھی پھر غم کیوں تھا صرف اس وجہ سے کہ کافروں کی یہ حرکت یعنی تہمت اور اس کی شہرت پریشانی کا باعث ہوگئی تھی، یہ وجہ غم کی تھی نہ اصل واقعہ کی ناواقفیت جیسا کہ سفہاء زمانہ کا خیال ہے۔ تفسیر کبیر جلد۶، مطبوعہ مصر میں ہے: ''فَإِنْ قِيلَ كَيْفَ جَازَ أَنْ تَكُونَ امْرَأَةُ النَّبِيِّ كَافِرَةً كَامْرَأَةِ نُوحٍ وَلُوطٍ وَلَمْ يَجُزْ أَنْ تَكُونَ فَاجِرَةً وَأَيْضًا فَلَوْ لَمْ يَجُزْ ذٰلِكَ لَكَانَ الرَّسُولُ

۔۔۔تعالی علیہ وسلم، الحزء2، صفحہ 40,41، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، طباعت اول 1397ھ/ 1977م

ترجمہ: کوئی مومن عارف کیسے جرأت کر سکتا ہے کہ حضور سید المرسلین امام العارفین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حقیقت روح کی نفی کر سکے کیونکہ حق تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ذات وصفت کا علم دیا اور آپ پر اولین وآخرین کے علوم خوب واضح فرمائے تو روح انسانی کی حقیقت جامعہ کے پہلو میں کیا وقعت ہے؟ وہ علم ومعرفت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے دریا کے مقابلہ میں ایک قطرہ یا آفتاب روشن کے مقابلہ میں ذرہ۔

(مدارج النبوۃ (اردو ترجمہ)، باب سوم، مسلمانوں کو اذیتیں پہنچانا۔ وصل۔ ج2، ص68، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

أَعْرَفَ النَّاسِ بِامْتِنَاعِهِ وَلَوْ عَرَفَ ذٰلِكَ لَمَا ضَاقَ قَلْبُهُ، وَلَمَا سَأَلَ عَائِشَةَ كَيْفِيَّةَ الْوَاقِعَةِ قُلْنَا الْجَوَابُ عَنِ الْاَوَّلِ أَنَّ الْكُفْرَ لَيْسَ مِنَ الْمُنَفِّرَاتِ، أَمَّا كَوْنُهَا فَاجِرَةً فَمِنَ الْمُنَفِّرَاتِ وَالْجَوَابُ :عَنِ الثَّانِي أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَثِيْرًا مَا كَانَ يَضِيقُ قَلْبُهُ مِنْ أَقْوَالِ الْكُفَّارِ مَعَ عِلْمِهِ بِفَسَادِ تِلْكَ الْاَقْوَالِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَكَانَ هٰذَا مِنْ هٰذَا الْبَابِ"[1][2] جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافروں کے مفسدانہ اقوال سے تنگ دل ہوتے تھے جس کو خود حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيقُ﴾ الآية[3] اور ان مفسدوں کے اقوال کے فساد کو جانتے بھی تھے اسی طرح اس موقع پر بھی کفار کی جھوٹی تہمت سے مغموم تھے اور یہ جانتے تھے کہ کافر جھوٹے ہیں۔

صاحب تفسیر کبیر کی یہ تقریر نہایت معقول ہے ہر وہ شخص جس کو لوگ زنا وغیرہ کی تہمت سے متہم کریں اور ہر جگہ اسی کا چرچا اسی کا ذکر ہو تو وہ شخص اور نیز اس کے اقارب باوجود

---

[1] ....مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، الحکم الخامس: قصة الافك، پارہ 18، سورۃ النور (24)، تحت الآیة ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ﴾ [آیت 11]، الجزء 23، صفحہ 337، دار إحياء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثالثة 1420ھ۔

[2] ....پس اگر کہا جاوے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں کافر تو ہوں جیسے کہ حضرت لوط اور نوح علیہما السلام کی مگر فاجرہ اور بدکار نہ ہوں اور اگر یہ ممکن نہ ہوتا کہ انبیا علیہم السلام کی بیبیاں فاجرہ ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ضرور معلوم ہوتا اور جب حضرت کو یہ معلوم ہوتا کہ نبیوں کی بیبیاں فاجرہ ہو ہی نہیں سکتیں تو حضور تنگدل نہ ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے واقعہ کی کیفیت دریافت نہ فرماتے۔ تو پہلی بات کا جواب تو یہ ہے کہ کفر نفرت دینے والی چیز نہیں ہے اور مگر بی بی کا فاجرہ (بدکار) ہونے نفرت دلانے والی چیز ہے لہذا ممکن نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں فاجرہ (بدکار) ہوں دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافروں کے اقوال سے تنگدل اور مغموم ہو جایا کرتے تھے باوجودیکہ حضور کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کفار کے اقوال بالکل فاسدہ ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴾ یعنی ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کی بے ہودہ باتوں سے تنگ دل ہوتے ہیں تو یہ واقعہ بھی ایسا ہی ہے یعنی حضور کا تنگ دل ہونا محض کفار کی بے ہودہ گوئی پر تھا باوجودیکہ حضور کو ان کی بی ہودہ بکواس کا باطل اور جھوٹا ہونا معلوم تھا۔ ۱۲ منہ

نوٹ: مطبع شمس المطابع، مرادآباد کے علاوہ سب نسخوں میں اس حاشیہ کے بعد "۱۲ منہ" درج ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ حاشیہ مصنف کی طرف سے ہے۔ جبکہ مطبع شمس المطابع، مرادآباد کے نسخہ میں اس حاشیہ کے بعد "غلام احمد سنبھلی ۱۲" لکھا ہے۔

[3] ....القرآن الکریم، پارہ 14، سورۃ الحجر (15)، آیت 97

اس کی پاکی کے اعتقاد کے بھی سخت مغموم و پریشان ہوں گے یہی وجہ تھی کہ حضرت کو غم ہوا مگر مخالف عنید یا بد بخت پلید نہیں مانے گا جب تک دو الزام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بھی نہ لگائے ایک عدم علم کا اور ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر بدگمانی کی جو شرعاً ناجائز ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تقوے اور متہمین کے منافق ہونے کی طرف کچھ توجہ نہ فرمائی۔ چاہئے تو تھا گمان نیک اور کی بدگمانی معاذ اللہ تفسیر کبیر جلد۶ میں ہے: وَثَانِيهَا أَنَّ الْمَعْرُوفَ مِنْ حَالِ عَائِشَةَ قَبْلَ تِلْكَ الْوَاقِعَةِ إِنَّمَا هُوَ الصَّوْنُ وَالْبُعْدُ عَنْ مُقَدِّمَاتِ الْفُجُورِ، وَمَنْ كَانَ كَذٰلِكَ كَانَ اللَّائِقُ إِحْسَانَ الظَّنِّ بِهِ وَثَالِثُهَا: أَنَّ الْقَاذِفِينَ كَانُوا مِنَ الْمُنَافِقِينَ وَأَتْبَاعِهِمْ، وَقَدْ عُرِفَ أَنَّ كَلَامَ الْعَدُوِّ الْمُفْتَرِى ضَرْبٌ مِنَ الْهَذَيَانِ، فَلِمَجْمُوعِ هٰذِهِ الْقَرَائِنِ كَانَ ذٰلِكَ الْقَوْلُ مَعْلُومَ الْفَسَادِ قَبْلَ نُزُولِ الْوَحْيِ.[1][2] اگرچہ تفسیر کبیر کی عبارتوں سے یہ بات یقینی ہو چکی ہے کہ اس قصہ افک سے عدم علم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر استدلال کرنا سخت بیحیائی ہے اور حضرت کو قبل از نزول وحی علم تھا کہ صدیقہ پاک ہیں پھر حضرت کا ظاہر نہ فرمانا بالکل عقل کے موافق کہ کوئی اپنے قضیہ اور معاملہ کا خود فیصلہ نہیں کر لیتا۔ دوسرے وحی کا انتظار کہ فضیلت اور براءۃ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی قرآن پاک سے ثابت ہوتا کہ اس تہمت کا جتنا رنج ہوا ہے وہ سب کالعدم ہو کر مسرت تازہ حاصل ہو۔

مگر اب ہم ایک ایسی مضبوط دلیل لائیں جس کے بعد مجال گفتگو نہ ہو حدیث افک جو

---

[1]....مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، الحکم الخامس: قصة الافك، پارہ18، سورۃ النور (24)، تحت الآیة ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ﴾ [آیت 11]، الجزء 23، صفحہ 337، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثالثة 1420ھ

[2]....ترجمہ: یعنی دوم یہ کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے پیشتر کے حالات سے ظاہر تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا مقدمات فجور سے بہت دور اور پاک ہیں اور جو ایسا ہو اس کے ساتھ نیک گمان کرنا چاہئے سو یہ کہ تہمت لگانیوالے منافق اور انکے اتباع تھے اور یہ ظاہر ہے کہ مفتری دشمن کی بات ایک بذیان ہے پس بنا بران جمیع قرائن کے یہ قول بدتر از بول۔ جس سے مخالفوں نے مدد چاہی ہے نزول وحی سے قبل سے معلوم الفساد تھا۔ ۱۲ منہ

نوٹ: مطبع شمس المطابع، مراد آباد کے علاوہ سب نسخوں میں اس حاشیہ کے بعد "۱۲ منہ" درج ہے جبکہ مطبع شمس المطابع، مراد آباد کے نسخہ میں اس حاشیہ کے بعد "غلام احمد" لکھا ہے۔

بخاری کی کتاب الشہادات، باب تعدیل النساء بعضہن عن بعض میں ہے اس میں ہے: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((مَنْ يَعْذُرُنِي مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِي، فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا، وَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا))[1] اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکی پر یقین تھا اور کفار کی تہمت سے شبہ تک نہیں ہوا اسی واسطے آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے اپنی اہل پر خیر کا یقین ہے اب بھی اگر کوئی انکار کرے اور کہے کہ نہیں حضرت کو علم نہ تھا تو اس منکر متعصب کا دنیا میں تو کیا علاج مگر میدان حشر میں ان شاء اللہ اس بیباک کو ضرور اس بیبا کی کی سزا ملے گی کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جس چیز پر قسم کھا کر فرمادیا کہ میں خیر جانتا ہوں۔ یہ دشمن دین اسی کو کہے کہ وہ نہیں جانتے تھے معاذ اللہ مومن کامل کے لئے تو اتنا ہی کافی تھا کہ جب بدگمانی شرعاً جائز نہیں تو سرور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ہرگز شبہ بھی نہ تھا اس لئے کہ آپ معصوم ہیں یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر یا کسی پر بدگمانی کریں مگر اب تو معاند کے لئے بھی بحمد اللہ تعالی حدیث وتفسیر سے ثابت ہوا کہ حضرت کو اس واقعہ سے ناواقفیت نہ تھی نہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کوئی بدگمانی اور آپ کے پرتو فیض سے جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سینوں میں جلوے نظر آئے اور انہوں نے بوقت مشاورت بیان فرمائے اس مختصر میں گنجائش نہیں کہ مذکور ہوسکیں اور حضرت سرور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف ایک مدت تک توجہ نہ فرمانا بھی ان کی طرف بدگمانی کی دلیل نہیں ہوسکتا بلکہ حالت غم کا منشاء بے التفاتی ہے اور اگر خدا حق میں آنکھ عطا فرمائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف چند روز توجہ نہ فرمانے میں وہ بھید نظر آئیں جو مومن کی روح کے لئے راحت بے نہایت ہوں انتظار وحی میں محبوبہ کی طرف

---

[1]....الصحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب تعديل النساء بعضهن بعضا رقم الحديث 2661، صفحه 641، دار الفكر للنشر والتوزيع، بيروت، الطبعة: 1425,1426هـ/2005م

ترجمہ: کون ہے جو اس شخص کے مقابلہ پر میرے مدد کرے، جس نے میری بیوی کے معاملہ میں مجھے اذیت پہنچائی ہے، اللہ کی قسم میں اپنی بیوی میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا اور جس آدمی کا لوگ ذکر کرتے ہیں میں اس میں بھی خیر و بھلائی ہی دیکھتا ہوں۔

توجہ نہ فرمانا۔ وحی دیر میں آئی اگر فوراً آجاتی تو کافروں کی اتنی شورش نہ ہوتی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صبر پر ثواب زیادہ ہوتا رہا اور امتحان بھی ہو گیا کہ کیسی صابرہ ہیں ادھر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتحان کہ علم سے سینہ بھر دیا۔ واقعہ سامنے کر دیا جملہ حالات حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت کے پیشِ نظر فرما دیئے ادھر کافروں نے جھوٹی تہمت لگائی۔ اب دیکھنا ہے کہ محبوب رب اپنی محبوبہ یعنی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تہمت پر باوجود علم کے صبر کر کے اللہ جل شانہ پر معاملہ تفویض کرتے ہیں جو لائق شان کامل کے ہے یا کفار کے طعن سے بے قرار ہو کر سینہ کا خزانہ کھول ڈالتے ہیں۔ شاید تھوڑی دیر صبر ہونا ممکن ہو اور زیادہ دیر تک صبر نہ کر سکیں اس واسطے عرصہ تک تو وحی ہی نہیں آئی کہ اس میں ایک دوسرا یہ امتحان تھا کہ ان کی محبوبہ پریشان ہیں ان کی تسکین فرماتے ہیں یا وحی کلام محبوب حقیقی میں دیر ہونے سے بے قرار ہوئے جاتے ہیں۔ اگر حضرت کے معاملہ ظاہر نہ فرمانے اور وحی دیر میں آنے کی حکمتوں پر غور کر کے لکھا جائے تو بڑے بڑے دفتر ناکافی ہیں اس لئے اس مختصر میں اسی پر اکتفا کیا گیا۔ سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو براءت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یقین ہونا ثابت ہوا۔ مگر ان حضرات کا مرتبہ دریافت کیجئے جنہوں نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دو بدگمانیاں کیں، ایک یہ کہ ان کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی تھی اور ایک یہ کہ آپ کو واقعہ کا علم نہ تھا۔ عینی شرح بخاری، جلد پنجم، ص ۳۸۴ میں ہے ”فِي (التَّلْوِيح) ظن السوء بالأنبياء، عَلَيْهِم الصَّلَاة وَالسَّلَام، كُفْر“[1] یعنی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر بدگمانی کرنا کفر ہے تو جس نے دو بدگمانیاں کیں اس کا کیا حال ہو گا چاہئے کہ وہ توبہ کرے۔

شبہ ششم:[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو کوئی یہ کہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

---

[1]....عمدة القاری شرح صحيح البخاری، كتاب الصوم، باب هل يخرج المعتكف لحوائجه الى باب المسجد، الجزء 11، صفحه 152، دار إحياء التراث العربی، بيروت

[2]....یہ شبہ غیبی رسالہ ص ۹ اور مجموعہ فتاوی مطبوعہ لاہور ص ۵۲ کشف الغطا ص ۶۳ اور فتوی علمائے دیوبند میں ہے اور جو رسالہ اہل حدیث کا ہے اس کے صـ ۱۲ میں ہے۔

نوٹ: یہ حاشیہ مکتبہ مشرق، بریلی اور ازہر بک ڈپو، آرام باغ، کراچی کے نسخہ میں درج نہیں۔

اپنے رب کو دیکھا ہے یا کسی علم کو چھپایا یا ان پانچ چیزوں کو جانتے تھے جن کا ذکر اس آیت میں ہے ﴿اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ الخ[1] تو وہ شخص بڑا جھوٹا ہے چنانچہ وہ حدیث یہ ہے: عن مسروق قال قالت عائشة ((مَنْ أَخْبَرَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَأَى رَبَّهُ، أَوْ كَتَمَ شَيْئًا مِمَّا أُمِرَ بِهِ، أَوْ يَعْلَمُ الخَمْسَ الَّتِي قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الغَيْثَ﴾ فَقَدْ أَعْظَمَ الفِرْيَةَ)) رواہ الترمذی[2]

جواب:

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تین باتیں فرمائیں۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا یہ بات ہرگز قابل قبول نہیں یہ صرف رائے تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نہیں مانی نہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کوئی حدیث مرفوع ذکر کی بلکہ صحابۂ کرام نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مخالف وقوع رویت کا اثبات کیا اور اب تک جمہور علماء اسلام اس کو مانتے چلے آتے ہیں چونکہ مبحث سے خارج ہے اس لئے اس کی بحث نہیں کی جاتی۔

دوم یہ کہ آپ نے کسی علم کو نہیں چھپایا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ جن کی تبلیغ کا حکم تھا ان میں سے کچھ نہیں چھپایا اور جن کے چھپانے کا حکم تھا وہ بے شک چھپائے۔ انوار التنزیل میں ہے ''قولہ تعالی ﴿بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ﴾ المراد به تبليغ ما يتعلق به مصالح العباد و قصد بإنزاله إطلاعهم عليه فإن من الأسرار الإلهية ما يحرم افشاؤه''[3]

---

[1]....القرآن الکریم، پارہ 21، سورة لقمٰن (31)، آیت 34

[2]....مشکوة المصابیح، کتاب الفتن، باب رویة الله تعالی، الفصل الثالث، رقم الحدیث 5415، صفحہ 512، مکتبہ رحمانیہ، لاھور، الطبعة: 2005م

سنن الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب: وَمِنْ سُورَةِ وَالنَّجْمِ، رقم الحدیث 3278، الجزء 5، صفحہ 248، دار الغرب الإسلامی، بیروت، سنة النشر: 1998م

[3]....أنوار التنزیل وأسرار التأویل (تفسیر البیضاوی)، پارہ 6، سورة التوبة (5)، تحت الآیة ﴿یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ﴾ [آیت 67]، الجزء 2، صفحہ 136، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولی 1418 ھ

ترجمہ: ﴿بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جن باتوں کا تعلق بندوں کی مصلحتوں سے ہے اور۔۔۔

روح البیان، جلد۳ میں ہے ’’وَفِیْ الْحَدِیْثِ (سَأَلَنِیْ رَبِّیْ) أَیْ لَیْلَةَ الْمِعْرَاجِ (فَلَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ أُجِیْبَہٗ فَوَضَعَ یَدَہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ بِلَا تَکْیِیْفٍ وَلَا تَحْدِیْدٍ)أَیْ یَدَ قُدْرَتِہٖ لِأَنَّہٗ سُبْحَانَہٗ مُنَزَّہٌ عَنِ الْجَارِحَةِ (فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا فَأَوْرَثَنِیْ عُلُوْمَ الْأَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ وَعَلَّمَنِیْ عُلُوْمًا شَتّٰی فَعِلْمٌ أَخَذَ عَھْدًا عَلٰی کِتْمَانِہٖ اِذْ ھُوَ عِلْمٌ أَنَّہٗ لَا یَقْدِرُ عَلٰی حَمْلِہٖ غَیْرِیْ وَعِلْمٌ خَیَّرَنِیْ فِیْہِ وَعِلْمٌ أَمَرَنِیْ بِتَبْلِیْغِہٖ اِلَی الْخَاصِ وَالْعَامِ مِنْ اُمَّتِیْ)وَھِیَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ وَالْمَلَکُ کَمَا فِیْ اِنْسَانِ الْعُیُوْنِ‘‘[1] خلاصہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے میرے رب نے شب معراج میں کچھ پوچھا میں جواب نہ دے سکا پس اس نے اپنا دست رحمت وقدرت بے تکیف و تحدید میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی سردی پائی پس مجھے علم اولین و آخرین کے دیئے اور کئی قسم کے علوم تعلیم فرمائے ایک علم تو ایسا ہے جس کے چھپانے پر مجھ سے عہد لے لیا کہ میں کسی سے نہ کہوں اور میرے سوا کسی کو اس کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے اور ایک ایسا علم جس کے چھپانے اور سکھانے کا مجھے اختیار دیا اور ایک ایسا علم جس کے سکھانے کا ہر خاص و عام امتی کی نسبت حکم فرمایا اور انسان اور جن اور فرشتے یہ سب حضرت کے امتی ہیں۔ ھکذا فی مدارج النبوة[2] اب حدیث وتفسیر سے ثابت ہوا کہ امر محقق یہی ہے

۔۔۔جن کے نازل کرنے سے لوگوں کو ان پر مطلع کرنا مقصود ہے وہ لوگوں تک پہنچادو، ورنہ اسرار الٰہیہ میں سے بعض وہ بھی ہیں کہ ان کا نشر کرنا حرام ہے۔

[1]....روح البیان، پارہ12، سورة یوسف(12)، تحت الآیة﴿إنا أنزلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون﴾[آیت2]، الجزء4، صفحہ208، دار الفکر، بیروت

☆إنسان العیون فی سیرة الأمین المأمون(السیرة الحلبیة)، باب ذکر الإسراء والمعراج وفرض الصلوات الخمس، الجزء1، صفحہ566، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثانیة 1427ھ

[2]....مدارج النبوة، قسم اول :فضائل و کمالات، باب پنجم در ذکر فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، وصل رویت الٰہی، الجزء1، صفحہ168، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، طباعت اول 1397ھ/1977م

[مدارج شریف کی فارسی عبارت درج ذیل ہے:" پرسید از من پروردگار من چیزے پس نتوانستم کہ جواب گویم پس نہاد دست قدرت خود درمیان دو شانہ من بے تکیف و بے تحدید پس یافتن برد آں را در خود سینہ پس داد مرا علم اولین و آخرین و تعلیم کرد انواع علم را علمی بود کہ عہد گرفت از من کتمان آن را کہ باہیچکس نگویم وہیچکس طاقت برداشتن آن ندارد جز من وعلمی بود کہ مخیر گردانید مرا در اظہار و کتمان آن علمی بود کہ امر کرد مرا بہ تبلیغ آں بخاص و عام از امت من۔"]

کہ اسرار الٰہی کا علم جو حضرت کو مرحمت ہوا ہے اس کا افشاء حرام ہے۔

سوم یہ کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ﴾[1] میں جن پانچ چیزوں کا ذکر ہے انہیں حضرت نہیں جانتے اس سے یہی مراد ہے کہ خود بخود نہیں جانتے مگر بتعلیم الٰہی جانتے ہیں۔ چنانچہ اس کا بیان گزر چکا مگر یہاں بھی کچھ ذکر کرتے ہیں۔ تفسیر عرائس البیان میں ہے ''وَقَوْلُهٗ ﴿لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ اَیْ لَا یَعْلَمُ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ قَبْلَ اِظْهَارِهٖ تَعَالٰی ذَالِكَ لَهُمْ وَلَمْ یَعْلَمَ حَقَائِقَ اَقْدَارِهَا اِلَّا هُوَ لِاَنَّهٗ تَعَالٰی عَرِفَ قَدْرَهٗ بِالْحَقِیْقَةِ لَا غَیْر وَاَیْضًا لَا یَعْرِفُ طَرِیْقَ وِجْدَانِهَا وَالْوَسِیْلَةُ اَلَیْهَا اِلَّا هُوَ بِذَاتِهٖ تَعَالٰی عَرَّفَ طُرُقَهَا لِاَهْلِهَا قَالَ تَعَالٰی ﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ﴾''[2] اس سے ظاہر ہے کہ مفاتیح غیب کو نہ جاننا قبل اظہار اللہ جل شانہ کے ہے پس روشن ہو گیا کہ نفی علم ذاتی کی ہے۔

علم قیامت:[3] شرح مقاصد، صفحہ ۲۵۰، جلد ثانی: ''اَنَّ الْغَیْبَ هٰهُنَا لَیْسَ عَلَی الْعُمُوْمِ بَلْ مُطْلَقٌ اَوْ مُعَیَّنٌ هُوَ وَقْتُ وُقُوْعِ الْقِیَامَةِ بِقَرِیْنَةِ السِّیَاقِ وَلَا یَبْعُدُ اَنْ

---

[1] ....القرآن الکریم، پارہ 21، سورۃ لقمٰن (31)، آیت 34

[2] ....تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن، پارہ 7، سورۃ الانعام (6)، تحت الآیۃ ﴿وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ [آیت 59]، الجزء 1، صفحہ 368، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی: 1429ھ/2008م

ترجمہ: فرمان باری تعالیٰ ﴿لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اولین وآخرین اس وقت تک غیب کا علم نہیں رکھتے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظاہر نہ فرمائے، اور غیوب کے اقدار کی حقیقتیں فقط اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ان کی معرفت اسی کو ہے اس کے سوا کسی کو نہیں، یونہی غیوب کے وجدان کے طرق اور ان کے وسائل کی معرفت بھی ذاتی طور پر اسی کو ہے ہاں جو لوگ اس کے اہل ہوں اللہ تعالیٰ انہیں اس کی معرفت عطا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

[3] ....نعیمی رسالہ صـ ۱۷ و ۱۹ و کشف الغطا میں علم ساعت کا انکار کیا ہے، یہاں اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

نوٹ: یہ حاشیہ مکتبہ مشرق، بریلی اور ازھر بک ڈپو، آرام باغ، کراچی کے نسخہ میں درج نہیں جبکہ مطبع شمس المطابع مراد آباد کے نسخہ میں اس حاشیہ کا آخری جملہ ''یہاں اس کا جواب ملاحظہ ہو۔'' مذکور نہیں۔

يَطَّلِعَ عَلَيْهِ بَعْضَ الرُّسُلِ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ وَالْبَشَرِ "[1] اس سے ظاہر کہ علم قیامت کی اطلاع محال نہیں نہ آیت میں اسکی تعلیم کا انکار بلکہ علم ذاتی کا انکار ہے۔ هٰكَذَا فِي التَّفْسِيْرِ الْكَبِيْرِ لِلْاِمَامِ الرَّازِي تَحْتَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾[2]

رہا مینہ برسنے کا علم کہ کب برسے گا تو اس کا ذکر بالتفصیل ما سبق میں گزرا اور کتاب الابریز میں اس شبہ کے جواب میں لکھتے ہیں: "وَكَيْفَ يَخْفٰى عَلَيْهِ ذٰلِكَ وَالْاَقْطَابُ السَّبْعَةُ مِنْ اُمَّتِهِ الشَّرِيْفَةِ يَعْلَمُوْنَهَا وَهُمْ دُوْنَ الْغَوْثِ فَكَيْفَ بِالْغَوْثِ فَكَيْفَ بِسَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ الَّذِيْ هُوَ سَبَبُ كُلِّ شَيْئٍ وَمِنْهُ كُلُّ شَيْئٍ "[3] انتهى۔ یعنی علم قیامت سرور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر کیونکر مخفی رہ سکتا ہے جب کہ آپ کی امت شریفہ کے ساتوں قطب اس کے عالم ہیں اور غوثوں کا مرتبہ قطبوں سے بھی بالاتر ہے پھر وہ کس طرح اس کے عالم نہ ہوں گے اور سید الاولین و آخرین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ واصحابہ وسلم اجمعین کے تو نیازمند بھی اس کے عالم ہیں تو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تو ہر چیز کا سبب ہیں اور عالم کی ہر شے کا وجود حضور ہی کی بدولت اور حضور ہی سے ہے۔

---

[1]....شرح المقاصد، المقصد السادس فی السمعیات، الفصل الاول فی النبوۃ، المبحث الثامن: الولی ہو عارف باللہ، الجزء3، صفحہ330، دار النور، النوریۃ الرضویۃ ببلشنگ کمبنی، لاہور، الطبعۃ الاولی: ربیع الاول 1434ھ/2013م

ترجمہ: آیت کریمہ ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ میں لفظ غیب عام نہیں، بلکہ مطلق ہے یا معین، اور بصورت ثانی یہاں قرینۂ سیاق سے وقوع قیامت کا وقت مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کا رسل ملک اور رسل بشر میں سے بعض کو وقوع قیامت کے وقت پر مطلع فرمانا بھی کچھ بعید نہیں۔

[2]....ترجمہ: آیت طیبہ ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ کے تحت امام رازی کی تفسیر کبیر میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

دیکھئے: (مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، پارہ29، سورۃ الجن (72)، تحت الآیۃ ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ﴾ [آیت26,27]، الجزء 30، صفحہ678، دار إحیاء التراث العربی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ 1420ھ)

[3]....الابریز من کلام سیدی عبد العزیز الدباغ، الباب العاشر فی البرزخ وصفتہ و کیفیتہ، صفحہ467، دار صادر بیروت، الطبعۃ الاولی: 1424ھ/2004م

علم مافی الارحام: اگر یہ معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کسی کو معلوم نہیں کہ پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی جب تو کچھ کلام ہی نہیں اور واقعی آیت شریفہ کا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہی مطلب ہے لیکن اگر حسب فہم منکرین علم نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یہ مراد ہو کہ بتعلیم الٰہی بھی کسی کو علم نہیں یا اللہ جل شانہ کسی کو اس پر اطلاع نہیں دیتا تو قطعاً غلط کثرت سے احادیث میں آیا ہے کہ ہر شخص کا مادۂ پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں بصورت نطفہ جمع ہوتا ہے پھر وہ علقہ یعنی خون بستہ ہو جاتا ہے پھر مضغہ یعنی پارہ گوشت کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرشتہ کو بھیجتا ہے وہ فرشتہ لکھتا ہے کہ کیا عمل کرے گا اور اسکی کتنی عمر ہے اور شقی ہے یا سعید چنانچہ الفاظ حدیث کے جو مشکوۃ شریف، باب ایمان بالقدر میں بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صفحہ ۲۰ پر موجود ہیں یہ ہیں ((ثُمَّ يبعثُ اللهُ مَلَكاً بأَرْبَع كَلِمَاتٍ فيكتب عَمله وأجله ورزقه وشقی أَو سعيد))[1] اس سے ثابت کہ فرشتہ کو معلوم ہوتا ہے کہ کب تک زندہ رہے گا اور عمل کیا کرے گا کل تو درکنار تمام عمر کے احوال سے خبردار ہوتا ہے۔ طرفہ تر یہ کہ خود حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت انہیں بتا دیا کہ بنت خارجہ حاملہ ہیں اور میں انکے پیٹ میں لڑکی دیکھتا ہوں۔ چنانچہ تاریخ الخلفا کے صفحہ ۶۱ میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں ''وأخرج مالك عن عائشة رضی الله عنها أن أبا بكر نحلها جداد عشرين وسقا من ماله بالغابة، فلما حضرته الوفاة قال يا بنية، والله ما من الناس أحد أحب إلیّ غنی منك، ولا أعز علی فقرًا بعدی منك، وإن كنت نحلتك جداد عشرين وسقا، فلو كنت جددته واحترزته كان لك، وإنما هو اليوم مال وارث، وإنما هو أخواك وأختاك فاقسموه علی كتاب الله، فقالت :يا أبت ! لو كان كذا و كذا لتركته، إنما هی أسماء فمن الأخری؟ قال ذو بطن ابنة خارجة، أراها جارية، وأخرجه ابن سعد، وقال فی آخره: قال ذات بطن ابنة خارجة، وقد ألقی فی روعی أنها

---

[1]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، بَاب الْإِيمَان بِالْقدرِ، الفصل الاول، رقم الحديث 75، صفحه 20، مکتبه رحمانیه، لاهور، الطبعة: 2005م

جارية، فاستوصى بهاخيرًا، فولدت أم كلثوم"[1][2]

علامہ کمال الدین دمیری حیوۃ الحیوان میں بیان فرماتے ہیں "وعن ابن لهيعة عن أبى الأسود، عن عروة قال لقى رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا من أهل البادية وهو متوجه إلى بدر، لقيه بالروحاء فسأله القوم عن الناس، فلم يجدوا عنده خبرا، فقالوا له: سلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: أو فيكم رسول الله؟ قالوا: نعم فجاؤو سلم عليه ثم قال: إن كنت رسول الله فأخبرنى عما فى بطن ناقتى هذه؟ فقال له سلمة بن سلامة بن وقش، وكان غلاماً حدثا لا تسأل رسول الله صلى الله عليه وسلم وأقبل على فأنا أخبرك عن ذلك !نزوت عليها ففى بطنها سخلة منك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مه. فخشيت على الرجل[1] ثم أعرض عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يكلم بكلمة واحدة حتى قفلوا واستقبلهم المسلمون بالروحاء يهنونهم فقال سلمة يا رسول الله ما الذى يهنئونك[3] والله إن رأينا إلا عجائز صلعا كالبدن المعتقلة فنحرناها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن لكل قوم فراسة، وإنما يعرفها الأشراف رواه الحاكم فى المستدرك و قال: هذا صحيح مرسل وحكا ہ ابن هشام فى سيرته[4] [5] اس سے ثابت ہوا کہ حضور کے صحابہ

---

[1]....تاریخ الخلفاء للسیوطی، الخلفاء الراشدون، الخلیفة الأول: ابو بکرالصدیق رضی الله عنه، الجزء1، صفحه67، مکتبة نزار مصطفی الباز، الطبعة: الطبعة الأولی1425 :هـ-2004م

[2]....عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک درخت کھجور کا دے دیا تھا جس سے بیس وسق کھجوریں حاصل ہوتی تھیں جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے بیٹی خدا کی قسم مجھے تیرا غنی ہونا بہت پسند ہے اور غریب ہونا بہت ناگوار، اس درخت سے اب تک جو کچھ تم نے نفع اٹھایا ہے وہ تمہارا تھا لیکن میرے بعد یہ مال وارثوں کا ہے اور وارث تمہارے صرف دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں اس ترکہ کو موافق حکم شرع کے تقسیم کر لینا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایسا ہو سکتا ہے لیکن میری تو صرف ایک بہن اسماء ہی ہیں آپ نے دوسری کونسی بتادی؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا ایک تو اسماء ہیں دوسری بہن اپنی ماں کے پیٹ میں ہے میں جانتا ہوں کہ وہ لڑکی ہے پس ام کلثوم پیدا ہوئیں۔۱۲۔ شفقت حسین۔۱۲

[3]....دونوں نسخوں میں "افحشت الرجل" اور "يهنوك" درج تھا ہم نے تصحیح کر دی ہے۔

[4]....حياة الحيوان الكبرى للدميرى، باب السين المهملة، السخلة، فرع، الجزء2، صفحه25، دار الكتب---

کرام میں سے نوعمر صحابی نے پیٹ کا حال بتادیا اب جو کوئی کہے کہ مافی الارحام کا علم کسی کو تعلیم الہی سے بھی نہیں تو وہ بیچارہ ان عبارات مذکورہ کا کیا جواب دے گا۔

علم مافی غد: رسالہ ہذا میں بہت سی ایسی عبارتیں گزر چکی ہیں جن سے واقعات مافی غد یعنی کل ہونیوالی باتیں انبیا علیہم السلام اور صحابہ کرام کو معلوم ہونا ثابت ہوتا ہے مگر پھر ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۲ میں ہے: قَالَ (عُمَرُ) ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرِينَا مَصَارِعَ أَهْلِ بَدْرٍ بِالْأَمْسِ يَقُولُ هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهِ وَهَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهِ قَالَ عمر والذى بَعثه بِالْحَقِّ مَا أخطؤا الْحُدُود الَّتِي حدها رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم))[1] خلاصہ یہ کہ بدر میں حضرت نے دست مبارک سے بتادیا کہ کل کو یہاں فلاں شخص مرا پڑا ہوگا اور یہاں فلاں شخص اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ حضرت کو معلوم تھا کہ کل کو کیا ہوگا دوسرے یہ کہ حضور کو یہ بھی معلوم تھا کہ کون کہاں مرے گا یعنی مافی غد اور بای ارض تموت کا علم اللہ جل شانہ نے مرحمت فرمایا تھا۔

یہ شبہ کہ ان جواری کو جو دف پر گاتے میں یہ کہتی تھیں کہ ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں حضرت نے منع فرمادیا اور کہہ دیا کہ پہلے جو کہتی تھیں کہے جاؤ چنانچہ صاحب

۔۔۔ العلمیة، بیروت۔الطبعة :الثانیة، 1424ھ۔

☆المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة،ذكر مناقب سلمة۔۔۔، الجزء3، صفحه 472، الحديث 5767،دار الكتب العلمية،بيروت، الطبعة الأولى:1411ھ/ 1990م

☆السيرة النبوية لابن هشام،ذكر رؤيا عاتكة بنت عبد المطلب، الرجل الذى اعترض الرسول وجواب سلمة لهُ،الجزء1،صفيحه613،شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى وأولاده بمصر،الطبعة الثانية، 1375ھ 1955م

[5]....خلاصہ یہ کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے سلمہ نے کہا کہ ایسی بات رسول اللہ سے نہ پوچھو، میری طرف متوجہ ہو، میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں تیری حرکت نالائق کا نتیجہ ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا: خاموش! اور وہ اعرابی حسرت میں رہ گیا ۱۲۔ شفقت حسین تلمیذ حضرت مصنف مدظلہ۔

[1]....مشكوة المصابيح، كتاب الفتن،بَاب فِي المعجزات،الفصل الثالث ،رقم الحديث5683، صفحه552، مكتبه رحمانيه،لاهور،الطبعة:2005م

☆الصحيح المُسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها، باب عرض مقعد الميت من الجنة او النار عليه۔۔۔،۔۔

تقویۃ الایمان نے اس سے استدلال کیا ہے مگر اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت کو مافی غد کا علم نہ تھا یا حسب مزعوم مخالف عنید رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لئے علم مافی غد ثابت کرنا شرک ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور سرورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان جواری سے توبہ بلکہ تجدید اسلام کراتے پس جب حضرت نے تجدید اسلام نہ کرائی تو اس سے خود ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد ہرگز شرک نہیں اور اس کا جواب ماسبق میں بوضاحت گزر چکا۔ زرقانی جلد ۶ صفحہ ۲۲۹ میں حضرت حسان کا ارشاد موجود ہے ۔

نبی یری ما لا یری الناس حوله　　ویتلو کتاب الله فی کل مشهد
فإن قال فی یوم مقالة غائب　　فتصدیقها فی ضحوة الیوم أو غد[1]

اس کو حضرت حسان سے سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا انکار نہ فرمانا اور جس طرح لڑکیوں کو منع فرمایا تھا منع نہ فرمانا صحت مضمون پر دال ہے علم مافی غد کا تو اس میں بھی اثبات ہے جیسا کہ جواری کے کلام میں تھا کہ صاف فرما رہے ہیں ”فان قال فی یوم“ الخ یعنی وہ اگر کوئی غیب کی بات فرمائیں تو اس کی تصدیق کل ہو جائے گی یعنی حضور آج اور کل کے آنے والے واقعات قبل از وقت بتا دیتے ہیں پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو اس سے منع نہ فرمایا اگر یہ مضمون صحیح نہ ہوتا یا حسب مزعوم مخالف شرک ہوتا تو حضور کیوں سنتے اور منع نہ فرماتے۔

اس کا علم کہ کہاں مرے گا اور کب مرے گا، ما ثبت بالسنۃ میں ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسین میری ہجرت کے ساٹھویں سال قتل کئے جائیں گے **”عن بن عمر رضی الله تعالی عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ((یقتل**

۔۔۔الرقم المسلسل 7116، صفحه 1406، دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعة: 1424ھ/2004م

[1]۔۔۔شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیه، المقصد الثامن فی طبه صلی الله علیه وسلم لذوی الأمراض و العاهات وتعبیره الرؤیا وإنبائه بالأنباء المغیبات، الفصل الثالث فی إنبائه صلی الله علیه وسلم بالأنباء المغیبات، الجزء 10، صفحه 114، دار الکتب العلمیة، الطبعة: الأولی 1417ھ/1996م

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ کتاب اللہ کی تلاوت فرماتے ہیں اور آپ وہ کچھ جانتے ہیں جو آپ کے اردگرد کے لوگ نہیں جانتے، پس اگر آپ کسی دن غیب کی کوئی بات بتائیں تو اسی روز یا اگلے روز اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

الحسین علی رأس ستین سنة من مهاجری))رواہ الطبرانی فی الکبیر[1] رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خواب سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ڈھائی برس زندہ رہوں گا'' واخرج ابن سعد عن ابن شهاب قال: رأى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -رؤيا، فقصها على أبى بكر، فقال: "رأيت كأنى استبقت أنا وأنت درجة، فسبقتك بمرقاتين ونصف" قال: يا رسول الله يقبضك الله إلى مغفرة ورحمة، وأعيش بعدك سنتين ونصف'' (از تاریخ الخلفاء صفحہ ۷٦)[2] حضرت نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے زمین پر پھر نکاح کریں گے اولاد ہوگی پینتالیس برس ٹھہر کر انتقال کریں گے اور میرے ساتھ قبر میں دفن کئے جائینگے پس میں اور وہ ایک قبر سے اٹھیں گے ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے درمیان میں چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے ''عَن عبد الله بن عَمْرو قال قال رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَنزِلُ عِيسَى بن مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُولَدُ لَهُ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَأَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوتُ فَيُدْفَنُ مَعِي فِي قَبْرِى فأقوم أنا وَعِيسَى بن مَرْيَمَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ أَبِى بَكْرٍ وَعُمَرَ))[3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ میرے گھر میں تین چاند گر پڑے ہیں۔ یہ خواب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا فرمایا کہ آپ

---

[1]....ما ثبت بالسنة فی ایام السنة(مومن کے ماہ و سال)[اردو، عربی]، شهر المحرم، ذکر مقتل سیدنا الامام الشهید السعید سبط رسول الله ....، صفحہ246، دار الاشاعت، کراچی، سن طباعت:2005م

☆المعجم الکبیر للطبرانی، باب الحاء، حسین بن علی بن ابی طالب، الجزء3، صفحہ105، الحدیث 2807، مکتبة ابن تیمیة، القاهرة، الطبعة الثالثة[وفیه عن ام سلمة رضی الله تعالی عنها]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسین رضی اللہ عنہ میری ہجرت کے ساٹھویں سال کے سرے پہ شہید کیے جائیں گے۔

[2]....تاریخ الخلفاء للسیوطی، الخلفاء الراشدون، الخلیفة الأول: ابو بکر الصدیق رضی الله عنه، فصل: فیما ورد عنه من تعبیر الرؤیا، الجزء1، صفحہ87، مکتبة نزار مصطفی الباز، الطبعة الأولی 1425ھ/2004م

[3]....مشکوة المصابیح، کتاب الفتن، بَاب نزُول عِیسَی عَلَیْهِ السَّلَام، الفصل الثالث، رقم الحدیث5271، صفحہ491، مکتبہ رحمانیہ، لاهور، الطبعة:2005م

☆الطبقات الکبری لابن سعد، القول فی الطبقة الاولی، طبقات البدریین من المهاجرین، ومن بنی تیم---، ابو بکر الصدیق، الجزء3، صفحہ132، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی:1410ھ/1990م

کے گھر میں ایسے تین شخص دفن ہونگے جو تمام زمین والوں سے بہتر ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو کہا کہ اے عائشہ! یہ تیرے سب چاندوں میں بہتر ہیں یہ حدیث تاریخ الخلفاء، صفحہ ۶۷ میں ہے ''أخرج سعید بن منصور عن سعید بن المسیب قال: رأت عائشة -رضی الله عنها -كأنه وقع فی بيتها ثلاثة أقمار، فقصتها على أبى بكر[1] وكان من أعبر الناس، فقال: إن صدقت رؤياك ليدفنن فی بيتك خير أهل الأرض ثلاثًا، فلما قبض النبی -صلى الله عليه وسلم -قال: يا عائشة! هذا خير أقمارك''[2] اب جو یہ بات یقینی اور بدیہی ہوگئی کہ امور خمسہ مذکورہ آیت ﴿إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ﴾الآیة[3] کا علم بتعلیم الٰہی انبیاء اور صحابہ اور اولیاء کو حاصل ہے تو یہ کہنے والا کہ حضرت کو بتعلیم الٰہی بھی امور خمسہ کا علم نہ تھا یا کسی کو مخلوقات میں سے ان امور خمسہ کا علم نہیں دیا جاتا جاہل اور مخبوط الحواس اور دین سے بے بہرہ اور بدنصیب ہے کہ اپنی من گھڑت کے آگے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فرمان کو بھول گیا پس اس آیت سے یہ مراد لینے والا کہ امور خمسہ کا علم کسی کو حاصل نہ ذاتاً نہ بواسطہ تعلیم الٰہی آیت کی تفسیر بداہۃ کے خلاف کرتا ہے اور یہ ضلال ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر، جلد ۶ مطبوعہ مصر (امیریہ) ص ۳۸۰ پر ہے ''وَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ مُشَاهَدًا مَحْسُوسًا، فَالْقَوْلُ بِأَنَّ الْقُرْآنَ تَدُلُّ عَلَى خِلَافِهِ مِمَّا يَجُرُّ الطَّعْنَ إِلَى الْقُرْآنِ، وَذٰلِكَ بَاطِلٌ''[4]

پس یہ کہہ دینا کہ خدا کے سوا کوئی غیب کی بات نہیں جانتا نہ خود بخود نہ تعلیم الٰہی سے اور اس کو قرآن سے ثابت کہنا کفر ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی کے کلام سے ثابت ہوا پھر حضرت

---

[1]....دونوں نسخوں میں "فقصتها علی أبی بكر" درج تھا ہم نے تصحیح کردی ہے۔

[2]....تاریخ الخلفاء للسیوطی، الخلفاء الراشدون، الخلیفة الأول: ابو بكر الصدیق رضی الله عنه، فصل: فیما ورد عنه من تعبیر الرؤیا، الجزء 1، صفحه 87، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى 1425هـ/2004م

[3]....القرآن الكریم، پارہ 21، سورة لقمٰن (31)، آیت 34

[4]....مفاتیح الغیب (التفسیر الكبیر)، پارہ 29، سورة الجن (72)، تحت الآیة ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ﴾ [آیت 26,27]، الجزء 30، صفحه 679، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثالثة 1420هـ [وفیه: واذا كان ذلك ۔۔۔بان القرآن یدل الخ]

ترجمہ: جب ایک بات محسوس مشاہد ہے تو یہ کہنا کہ ''قرآن اس کے خلاف پہ دلالت کرتا ہے۔'' ایک ایسا قول ہے جو قرآن کریم پر طعن کا باعث ہے اور یہ باطل ہے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے باوجود ٹھیک معنی بننے کے یہ مراد لینا کورِ باطنی ہے مگر مولوی رشید احمد گنگوہی نے بے دھڑک لکھ دیا کہ علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں فقط والسلام مورخہ ۴، ذی الحجہ بروز جمعہ

رشید احمد ۱۳۰۱ھ[1]

(از فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۱۲۳)

اور مولوی اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان صفحہ ۱۰ میں لکھا ہے: ”پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔“[2]

قطع نظر اس سے کہ ان صاحبوں کے اس حکم شرک سے اسلام کا کوئی بزرگ اور امت کا کوئی عالم نہیں بچتا اور تمام دنیائے اسلام اسماعیلی ورشیدی شرک میں مبتلا نظر آتی ہے لطف کی بات یہ ہے کہ اس شرک کے پٹّہ سے اپنوں کی گردنیں بھی نہ بچ سکیں مولوی اشرف علی تھانوی اور مرتضیٰ حسن چاند پوری بھی پھنس گئے کیونکہ وہ علم غیب کو نبی کے لئے لازم بتاتے ہیں چنانچہ توضیح البیان صفحہ ۴ میں ہے: ”حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب باعطائے الٰہی حاصل ہے چنانچہ اس عبارت سے کہ نبوۃ کے لئے جو علوم لازم اور ضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے الخ“[3]

اب مولوی مرتضیٰ حسن اور مولوی اشرف علی تھانوی دونوں مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کے فتوے سے مشرک ثابت ہوئے اور ممکن نہیں کہ وہ اس شرک کو اٹھا سکیں۔ الحاصل اگر ان غیوب خمسہ کے باب میں بسط کیا جاوے تو غالباً دس گیارہ جزو کا ایک اور رسالہ خاص اسی بحث میں مرتب ہو جائے اسی لئے تطویل سے اعراض کیا اللہ جل شانہ اسی مختصر کو

---

[1].... فتاویٰ رشیدیہ (مبوب)، حصہ اول، صفحہ 22، سطر 4 تا 6، میر محمد کتب خانہ، کراچی

[2].... تقویۃ الایمان، صفحہ 22، آخری سطر، میر محمد کتب خانہ، کراچی

[3].... توضیح البیان، صفحہ 4، مطبع قاسمی دیوبند/ ایضاً صفحہ 5، مشمولہ رسائل چاند پوری، جلد اول، صفحہ 124، انجمن ارشاد المسلمین D.6 شاداب کالونی، حمید نظامی روڈ، لاہور، اشاعت 1978 / ایضاً (جدید کمپوزنگ ایڈیشن)، صفحہ رسالہ 5، صفحہ جلد 115۔

باعث ہدایت مخالفین فرمادے۔

شبہ ہفتم:[1]

سفر میں حضرت فخر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ ان کا ہار گم ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں ٹھہر گئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہار ڈھونڈا اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا تو کیوں نہ بتاتے؟[2]

جواب:

مخالفین کے دلائل کا دارومدار باطل وغلط قیاسوں پر رہ گیا ہے۔ کسی آیت وحدیث سے جب وہ اپنا دعویٰ کسی طرح ثابت نہیں کر سکتے تو بجبوری وناچاری اپنی غلط رایوں کو بجائے دلیل کے پیش کر دیتے ہیں نہ معلوم انھوں نے اپنی رائے کو دلائل شرعیہ میں سے کونسی دلیل قرار دے رکھا ہے دینی مسائل اور حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے اوصاف زید وعمرو اور ہر ماوشما کے منتشر خیالات پر موقوف نہیں ہیں جب آیات واحادیث اور کتب معتبرہ سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عالم جمیع اشیاء ہونا ثابت ہوا تو مخالفین کا وہم کس شمار وقطار میں ہے اپنے خیالات واہیہ کو آیات واحادیث کے مقابلہ میں انکار کرنے کے لئے پیش کرنا مخالفین ہی کی جرأت ہے اس سوال کا دارومدار صرف اس بات پر ہے کہ حضرت نے نہ بتایا اول تو اس میں کلام ہے مخالف کو اس پر دلیل لانا تھی، کوئی عبارت پیش کرنا تھی مگر وہاں اس کی ضرورت ہی نہیں جو بات منہ میں آئی کہہ دی حضور کی جس فضیلت کا چاہا محض بزور زبان انکار کر دیا بخاری ومسلم کی حدیث ہے ((فَبَعَثَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَوَجَدَھَا))[3] امام نووی

---

[1]....یہ شبہ مسئلہ علم غیب مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی ص ۲ اور غیبی رسالہ ص ۴ اور کشف الغطا ص ۵۹ اور سہم الغیب ص ۹۸ [میں کیا ہے۔] **نوٹ:** یہ حاشیہ مطبع شمس المطابع، مراد آباد کے سوا کسی نسخہ میں درج نہیں۔

[2].... مسئلہ در علم غیب مطبوعہ مع علم غیب از قاری محمد طیب، ص 156، ادارہ اسلامیات 190 انارکلی، لاہور، بار دوم، مارچ 1981

[3]....الصحیح البخاری، کتاب التیمم، باب اذا لم یجد ماء ولا ترابا، رقم الحدیث 336، صفحہ 95، دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعة: 1425,1426ھ/2005م

وفی روایة مسلم: "فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِہٖ فِی طَلَبِھَا"

☆الصحیح المُسلم، کتاب الحیض، بَابُ التَّیَمُّم، الرقم المسلسل 703، صفحہ 183، دار الفکر---

فرماتے ہیں ''یحْتَمل أَن یکون فَاعل و جدهَا، النَّبی ''[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور خود اس کے واجد ہیں وہ ہار خود حضور نے پایا پھر نہ بتایا کے کیا معنی اور فرض کیجئے کہ نہ بتایا تو نہ بتانا کسی عالم کا نہ جاننے کو کب مستلزم۔ یہ کہاں کی منطق ہے اگر یہی قیاس ہے تو خدا خیر کرے کہیں آپ علمِ الٰہی کا اسی قیاس سے انکار نہ کر بیٹھیں کہ کفار نے وقت قیامت کا بہتیرا سوال کیا اور ﴿اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ﴾[2] کہا کئے مگر اللہ سبحانہ نے نہ بتایا معلوم ہوتا تو کیوں نہ بتاتا معاذ اللہ نہ بتانا کسی حکمت سے ہوتا ہے نہ کہ اس کے لئے عدم علم ضروری ہو۔ اس نہ بتانے میں جو حکمتیں ہیں وہ آپ کو تو کیا نظر آئیں گی آنکھ والوں سے پوچھئے شیخ المشائخ قاضی القضاۃ اوحد الحفاظ والرّواۃ شہاب الدین ابو الفضل ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۲۱۵ میں فرماتے ہیں ''وَاسْتُدِلَّ بِذَلِكَ علی جَوَاز الاقامه فِی الْمَكان الَّذِی لاماء فِیهِ''[3] یعنی اس اقامت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ جس جگہ پانی نہ ہو وہاں ٹھہرنے کا جواز معلوم ہوا اگر حضور فوراً ہی بتا دیتے تو یہ مسائل کیونکر معلوم ہو سکتے مع ہذا یہ بھی معلوم ہوا کہ امام گو سفر میں ہو مگر اس کو مسلمانوں کے حفظ حقوق کا خیال کرنا چاہئے فتح الباری میں ہے ''وَفِیهِ اعْتِنَاء الْإِمَامِ بِحِفْظِ حُقُوق الْمُسلمین وَان قلت''[4] اس سے علماء نے کتنے مسائل نکالے کہ دفن میت کے لئے اور اس کے مثل رعیت کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے لحاظ سے امام کو قیام کرنا چاہئے فتح الباری میں ہے ''وَیَلْتَحِقُ بِتَحْصِیلِ الضَّائِعِ الْإِقَامَةُ لِلُحُوقِ الْمُنْقَطِعِ وَدَفْنُ الْمَیِّتِ وَنَحْوُ ذَلِكَ مِنْ مَصَالِحِ الرَّعِیَّةِ''[5] اس میں یہ بھی اشارہ فرمایا کہ مال کو ضائع کرنا نہ

---للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعة: 1424ھ/2004م

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد کو (ہار تلاش کرنے) بھیجا تو ہار پالیا۔

[1]....عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب التیمم، الجزء4، صفحہ6، دار إحیاء التراث العربی، بیروت
[ولفظه: وقال النووی: یحْتَمل أَن یكون فَاعل وجدهَا، هُوَ النَّبِی]
ترجمہ: ایک احتمال یہ ہے کہ ''وجد'' کا فاعل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔ (اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد کو ہار تلاش کرنے بھیجا تو خود ہار کو پالیا۔'')

[2]....القرآن الکریم، پارہ29، سورة القیٰمة(75)، آیت6

[3]....فتح البازی شرح صحیح البخاری، باب التیمم البسملة قبله، الجزء1، صفحہ433، دار المعرفة، بیروت، 1379

[4]....فتح الباری شرح صحیح البخاری، باب التیمم البسملة قبله، الجزء1، صفحہ433، دار المعرفة، بیروت، 1379
ترجمہ: اور اس میں تعلیم ہے کہ حقوق بھلے چند ایک ہی ہوں امام حفظ حقوق مسلمین کا اہتمام کرے۔

چاہیے ''وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى تَرْكِ إِضَاعَةِ الْمَالِ ''(فتح الباری)[1] اور یہ کیا مزے کی بات معلوم ہوئی کہ اس اقامت کی وجہ سے پانی نہ ملا اور صحابہ کو نماز کی فکر ہوئی کہ کہاں سے وضو کیا جائے گا کس طرح وضو کیا جائے گا تو وہ بے چین ہوئے لامحالہ ان کو سوال کرنا پڑا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو ایسے ضروری سوال کے لئے بھی بیدار کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی اور کسی نے گوارا نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب سے بیدار کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے ''إِنَّمَا شَكَوْا إِلَى أَبِي بَكْرٍ لِكَوْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ نَائِمًا وَكَانُوا لَا يُوقِظُونَهُ ''(فتح الباری)[2] حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسی فکر میں کہ نماز کس طرح پڑھیں گے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کوکھ میں (کمر میں) انگلیاں ماریں یہ ضرب ایسی ہے کہ انسان بے اختیار اچھل پڑتا ہے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے زانو پر آرام فرما رہے تھے اس وجہ سے انھیں جنبش نہ ہونے پائی اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب اس درجہ ہونا چاہئے کہ ایسی طبعی حرکات بھی نہ ہونے پائیں جن سے خواب ناز میں فرق آنے کا اندیشہ ہو ''فِيهِ اسْتِحْبَابُ الصَّبْرِ لِمَنْ نَالَهُ مَا يُوجِبُ الْحَرَكَةَ أَوْ يَحْصُلُ بِهِ تَشْوِيشُ النَّائِمِ ''(فتح الباری)[3] فضیلت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اظہار ''وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى فَضْلِ عَائِشَةَ

---

[5]....فتح الباری شرح صحیح البخاری ،باب التیمم البسملة قبله،الجزء1، صفحه433،دار المعرفة، بیروت، 1379
ترجمہ: اور قافلے سے جدا ہو جانے والوں کے آملنے، میت کے دفن کرنے اور رعایا کی مصلحتوں کے اس جیسے دیگر امور کے لئے قیام کرنا بھی، کسی گمشدہ چیز کی تحصیل کے لئے قیام کرنے کی صورت سے ملحق ہے۔

[1]....فتح الباری شرح صحیح البخاری ،باب التیمم البسملة قبله،الجزء1، صفحه433،دار المعرفة، بیروت، 1379
ترجمہ: حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل میں اشارہ ہے کہ مال کو ضائع نہ کیا جائے۔

[2]....فتح الباری شرح صحیح البخاری ،باب التیمم البسملة قبله،الجزء1، صفحه433،دار المعرفة، بیروت، 1379
ترجمہ: صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پانی نہ ملنے کی شکایت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں کی، کیونکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محو خواب تھے اور صحابہ کی عادت تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نیند سے بیدار نہیں کرتے تھے۔

[3]....فتح الباری شرح صحیح البخاری ،باب التیمم البسملة قبله،الجزء1، صفحه433،دار المعرفة، بیروت، 1379
ترجمہ: اس میں بیان ہے کہ جب کسی کو کوئی ایسی بات پہنچے جو حرکت یا کسی ایسے امر کی مقتضی ہو جو (اس کی گود میں) سونے والے کے لئے باعثِ تشویش ہو تو اسے صبر کرنا مستحب ہے۔

وَأَبِيهَا وَتَكْرَارِ الْبَرَكَةِ مِنْهُمَا "[1] حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کیسی فضیلت و برکت ظاہر ہوئی عمر بن حارث کی روایت میں وارد ہوا "لَقَدْ بَارَكَ اللّٰهُ لِلنَّاسِ فِيكُمْ "[2] ابن ابی ملیکہ کی روایت میں خود جناب سید عالم علیہ السلام نے فرمایا "مَا كَانَ أَعْظَمَ بَرَكَةَ قِلَادَتِكِ "[3] کہ اے صدیقہ رضی اللہ عنہا تمہارے ہار کی کیسی عظیم الشان برکت ہے قیامت تک کے مسلمان ان کے صدقہ میں سفر اور بیماری اور مجبوری کی حالتوں میں تیمم سے طہارت حاصل کرتے رہیں گے بخاری میں بروایت عروہ وارد ہے "فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ مِنْ أَمْرٍ تَكْرَهِينَهُ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ لَكِ وَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ خَيْرًا "[4] سید ابن حضیر نے فرمایا کہ اے صدیقہ بخدا آپ پر کوئی امر پیش آتا ہے اور آپ پر گراں گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں آپ کے اور مسلمانوں کے لئے بہتری فرماتا ہے۔ اور عبد الرحمٰن ابن قاسم والی روایت میں ہے "مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ "[5] کہ اے آل ابو بکر یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے آیت تیمم نازل ہونے کے بعد تین مرتبہ فرمایا "إِنَّكِ لَمُبَارَكَةٌ" [6]

---

[1]....فتح الباری شرح صحیح البخاری ،باب التیمم البسملة قبله،الجزء1، صفحه434،دار المعرفة، بیروت، 1379

ترجمہ: اس حدیث میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کے والدِ محترم کی فضیلت کا بیان ہے اور ان دونوں سے مکرر برکت کے ظہور کی دلیل ہے۔

[2]....الصحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ (النساء43)، رقم الحدیث4608،صفحه1133،دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعة:1425,1426ھ/2005م

فتح الباری شرح صحیح البخاری ،باب التیمم البسملة قبله،الجزء1، صفحه434،دار المعرفة، بیروت، 1379

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم اہل خانہ میں عوام کے لئے برکت رکھی ہے۔

[3]....فتح الباری شرح صحیح البخاری ،باب التیمم البسملة قبله،الجزء1، صفحه434،دار المعرفة، بیروت، 1379

[4]....فتح الباری شرح صحیح البخاری ،باب التیمم البسملة قبله،الجزء1، صفحه434،دار المعرفة، بیروت، 1379

الصحیح البخاری، کتاب التیمم،باب اذا لم یجد ماء ولا ترابا،رقم الحدیث336، صفحه96، دار الفکر للنشر والتوزیع -بیروت، الطبعة:1425,1426ھ/2005م [ولفظه: فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ مِنْ أَمْرٍ تَكْرَهِينَهُ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكِ لَكِ وَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ خَيْرًا]

[5]....الصحیح البخاری، کتاب التیمم،رقم الحدیث334،صفحه95،دار الفکر للنشر والتوزیع،بیروت، الطبعة:1425,1426ھ/2005م

فتح الباری شرح صحیح البخاری،قوله باب قول النبی صلی الله علیه وسلم (لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا)، تحت رقم الحدیث3656،الجزء7،صفحه34،دار المعرفة،بیروت، 1379

[6]....فتح الباری شرح صحیح البخاری ،باب التیمم البسملة قبله،الجزء1، صفحه435،دار المعرفة، بیروت، 1379

اے صدیقہ تم یقیناً بیشک بڑی برکت والی ہو۔ اہل ایمان کو تو نظر آتا ہے کہ حضرت صدیقہ کے ہار کی وجہ سے لشکر اسلام کو اقامت کرنا پڑے اور پانی نہ ملے تو ان کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ تیمّم کو جائز فرمائے اور مٹی کو مطہر کردے لیکن جہاں آنکھیں بند ہوں اور بصیرت کا نور جاتا رہا ہو وہاں سوائے اس کے کچھ نہ معلوم ہو کہ حضرت کو علم نہ تھا ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر[1]

خلاصہ یہ کہ مخالفین کا یہ قیاس فاسد باطل محض اور سراپا لغو ہے اور ان کے مدعائے باطل کو اس سے کوئی تائید نہیں پہنچ سکتی۔

شبہ ہشتم:[2]

قاضی خان میں ہے ”رجل تزوج امرأة بغير شهود فقال الرجل والمرأة خدائے را و پیغمبر را گواہ کردیم قالوا يكون كفرا لانه اعتقد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب وهو ما كان يعلم الغيب حين كان في الاحياء فكيف بعد الموت“[3] ترجمہ: ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا پس مرد اور عورت نے کہا خدا اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ہم نے گواہ کیا کہتے ہیں کہ یہ کفر ہوگا اس لئے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب کو جانتے ہیں اور حال یہ کہ وہ زندگی میں بھی غیب کو نہیں جانتے تھے پس بعد وفات کے کیونکر جان سکتے ہیں۔

جواب:

معترض کا منشاء یہ ہے کہ معتقد علم غیب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکفیر فقہ سے ثابت

---

[1]....ترجمہ: چشم بد اندیش کو پھوڑ ڈالو کہ یہ تو ان کے ہنر کو بھی عیب دکھاتی ہے۔ (محمد مدثر رضا المدنی)

[2]....یہ شبہ غیبی رسالہ ص ۲۱ اور کشف الغطاص ۶۳ میں ہے۔

نوٹ: یہ حاشیہ مطبع شمس المطابع، مرادآباد کے سوا کسی نسخہ میں درج نہیں۔

[3]....فتاوی قاضی خان (فتاوی خانیة)، کتاب السیر، باب ما يكون كفرا من المسلم وما لا يكون، الجزء4، صفحه883، مطبع نو لکشور، لکھنو، 1331ھ/1913م

کرے مگر ابھی اس کو یہ خبر نہیں کہ اس نے یہ کفر اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ قاضی خان کی عبارت سے اگر کفر ثابت ہوتا ہے تو معتقدِ علم غیب نبی بھی (معاذ اللہ) کافر اور تمام مخالفین یعنی وہابی بھی کیونکہ وہ قائل ہیں کہ اللہ جل شانہ نے حضرت کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے پس بموجب عبارت قاضی خان کے ان کے کفر میں ان کی فہم کے بموجب شبہ نہیں۔ آپ یہ کہیں گے وہابیوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بعض غیوب کے علم کا بھی کب اقرار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو اعلاء کلمۃ الحق صفحہ ۱۷ "اور بہت چیزیں اور امور غیب کے حق تعالیٰ نے آپ کو تعلیم فرمائے کہ ان کی مقدار حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔" اور فیصلہ علم غیب صفحہ ۱۳ میں مولوی ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری کے یہ لفظ مسطور ہیں۔ "بھلا کوئی مسلمان کلمہ گو اس بات کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو امور غیبیہ پر اطلاع نہیں ہوتی ہے۔ مسلمان کہلا کر اس بات کے قائل ہونیوالے پر خدا اور فرشتوں اور انبیاء اور جنوں بلکہ تمام مخلوق کی لعنت ہو۔"[1] اور منکرین کے اقرار ابتداء رسالہ میں مذکور ہو چکے ہیں۔ الحاصل ہمارے مخالفین بھی بعض غیوب کا اقرار کر رہے ہیں اور ہم بھی بعض غیوب ہی کا اثبات کر رہے ہیں[2] (کیونکہ جمیع اشیاء بھی بعض مغیبات ہیں) تو اگر معاذ اللہ قاضی خان کی عبارت سے ہم پر الزام آئے گا تو ہمارے مخالفین ضرور کافر ٹھہرینگے۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں ماں نہ داد کہ شب را سحر کند [3]

اور اگر وہ کافر نہ ٹھہریں تو کیا ہم نے ہی خطا کی ہے اب عبارت قاضی خان پر غور فرمائیے کہ اس میں لفظ "قالوا" موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں

---

[1].... فیصلہ علم غیب،

[2].... فرق اتنا ہے کہ ہم ان بعض کو اتنا وسیع جانتے ہیں کہ جمیع اشیاء کے علوم ان میں داخل ہیں اور مخالفین گنتی کے دو ایک حتی کہ یہ لکھ دیتے ہیں کہ "حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔" معاذ اللہ اور بعض گستاخ تو یہاں تک بک اٹھتے ہیں کہ "انہیں اپنے خاتمہ کا حال بھی معلوم نہیں۔" استغفر اللہ۔

نوٹ: یہ حاشیہ مطبع شمس المطابع، مراد آباد کے نسخہ میں درج نہیں۔

[3].... ترجمہ: تو دیکھ کہ شمع کے پروانہ کا خون ناحق ہوا، کہ اس نے اسے کچھ بھی نہ دیا یہاں تک شب کو سحر کر دیا۔

(محمد مدثر رضا المدنی)

اختلاف ہے اور قاضی خان وغیرہ فقہا کی عادت ہے کہ وہ لفظ ''قالوا'' اس مسئلہ پر لاتے ہیں جو خود ان کے نزدیک غیر مستحسن ہو اور ائمہ سے مروی نہ ہو چنانچہ شامی جلد ۵ صفحہ ۴۴۵ میں ہے ''لَفْظَۃُ قَالُوا تُذْکَرُ فِیمَا فِیہِ خِلَافٌ کَمَا صَرَّحُوا بِہٖ''[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت میں ہے ''وکلام قاضیخان یشیر الی عدم اختیارہ لہ حیث قال و اذا صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القنوت قالوا لایصلی علیہ فی القعدۃ الاخیرۃ ففی قولہ ' قالوا'' اشارۃ الی عدم استحسانہ لہ والی انہ غیر مروی عن الائمۃ کما قلناہ فان ذلک ہو المتعارف فی عباراتہم لمن استقرأہا واللہ تعالی اعلم''[2] اب معلوم ہو گیا کہ قاضی خان کی عبارت خود قاضی خان کے نزدیک غیر مستحسن اور غیر مروی اور ضعیف و مرجوح ہے حتی کہ اس کے ساتھ حکم کرنا سخت ممنوع اور جہل ہے درالمختار میں ہے ''اَنّ الْحُکْمَ وَالْفُتْیَا بِالْقَوْلِ الْمَرْجُوْحِ جَہْلٌ وَخَرْقٌ لِلْاِجْمَاعِ''[3] درالمختار میں بھی یہی قاضی خان والا مسئلہ ہے وہاں بھی لفظ ''قیل'' ضعف کی دلیل موجود ہے۔

علم بالغیب کے اثبات میں فقہی عبارات

درالمختار کتاب النکاح میں ہے ''تَزَوَّجَ بِشَہَادَۃِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

---

[1]....رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الاشربۃ، الجزء 6، صفحہ 450، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، 1412ھ 1992م

ترجمہ: لفظ ''قالوا'' ان مسائل میں ذکر کیا جاتا ہے جن میں اختلاف ہو جیسا کہ علماء نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے۔

[2]....غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی (الحلبی الکبیری)، فروع فی صلوۃ الوتر، تنبیہ: القنوت فی صلوۃ غیر الوتر، صفحہ 366، مکتبہ نعمانیہ کانسی روڈ، کوئٹہ) العلامۃ الشیخ ابراہیم الحلبی

ترجمہ: امام قاضی خان کا کلام اس جانب مشیر ہے کہ یہ قول ان کے نزدیک غیر مختار ہے کیونکہ انہوں نے (اپنے فتاوی میں) فرمایا ہے کہ ''نمازی جب قنوت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج لے تو علماء نے فرمایا کہ اب قعدۂ اخیرہ میں حضور پر درود نہ بھیجے۔'' پس امام قاضی خان کے فرمان ''قالوا'' (یعنی علماء نے فرمایا) میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہ قول ان کے نزدیک غیر مستحسن ہے اور ائمہ سے مروی نہیں جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کیونکہ استقراء سے واضح ہے کہ فقہاء کی عبارات میں یہی انداز متعارف ہے۔

[3]....در المختار شرح تنویر الابصار و جامع البحار، مقدمۃ، صفحہ 16، دار الکتب العلمیۃ- بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی: 1423ھ 2002م

ترجمہ: قول مرجوح پر حکم کرنا اور فتوی دینا جہالت وخرقِ اجماع ہے۔

وَسَلَّمَ لَمْ یَجُزْ ،بَلْ قِیلَ یَکْفُرُ ‘‘[1] شامی میں ہے ’’(قَوْلُهُ: یکفر) لِأَنَّهُ اعْتَقَدَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَالِمُ الْغَيْبِ قَالَ فِي التَّتَارْخَانِيَّة :وَفِي الْحُجَّةِ ذَكَرَ فِي الْمُلْتَقَطِ أَنَّهُ لَا يَكْفُرُ لِأَنَّ الْأَشْيَاءَ تُعْرَضُ عَلَى رُوحِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -وَأَنَّ الرُّسُلَ يَعْرِفُونَ بَعْضَ الْغَيْبِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (عَالِمُ الْغَيْبِ فَلا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إلا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ)اهـ ‘‘[2] خلاصہ یہ کہ جس نے کفر بتایا ہے اس کے نزدیک اعتقاد علم غیب سبب ہے، تاتارخانیہ اور حجۃ میں ملتقط سے نقل کیا ہے کہ اس اعتقاد سے آدمی کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ روح پاک نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں اور رسول بعض غیب کو جانتے ہیں فرمایا اللہ جل شانہ نے ﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّه یَسْلُكُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا﴾[3] معدن الحقائق شرح کنز الدقائق اور خزانۃ الروایات میں ہے ’’وفی المضمرات والصحیح انه لا یکفر لا ن الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام یعلمون الغیب ویعرض علیهم الاشیاء فلا یکون کفرا ‘‘[4] یعنی مضمرات میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام غیب کے عالم ہیں اور ان پر اشیاء

---

[1]....در المختار شرح تنویر الابصار و جامع البحار، کتاب النکاح، فروع: قال زوجنی ابنتك علی ان امرها بیدك، صفحه 179، دار الکتب الغلمیه، بیروت، لبنان، الطبعة الاولی: 1423ھ 2002م

ترجمہ: کسی شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی گواہی سے نکاح کیا تو یہ ناجائز ہے بلکہ کہا گیا ہے کہ کفر ہے۔

[2]....رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، فروع: قال زوجنی ابنتك علی ان امرهابیدك، الجزء 3، صفحه 27، دار الفکر-بیروت، الطبعة :الثانیة، 1412ھ 1992-م

[3]....القرآن الکریم، پارہ 29، سورۃ الجن (72)، آیت 26,27

ترجمۂ کنز الایمان: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے۔

[4]....خزانة الروایات ، کتاب النکاح ، باب ما ینعقد به النکاح، صفحه 241، مخطوطه مخزونه لائبریری، جامعه نظامیه رضویه، لوهاری گیت، لاهور (3/2655) [ولفظه: فی المضمرات من فتاوی الحجة اذا تزوج امرأة بشهادة الله ورسوله لا یصح النکاح بحکم الله ورسوله وحکی عن ابی القاسم انه قال کفر محض لانه یعتقد ان النبی علیه السلا یعلم الغیب والصحیح انه لا یکفر لان الانبیاء علیهم السلام یعلمون الغیب ویعرض علیهم الاشیاء فلا یکون کفرا]

’’معدن الحقائق‘‘ ہمیں دستیاب نہیں ہو سکی۔

پیش کی جاتی ہیں پس کفر نہ ہوگا۔ شامی باب المرتد میں مسئلہ بزازیہ ذکر کر کے فرماتے ہیں ”حَاصِلُهُ أَنَّ دَعْوَى عِلْمِ الْغَيْبِ مُعَارِضَةٌ لِنَصِّ الْقُرْآنِ فَيَكْفُرُ بِهَا، إِلَّا إِذَا أُسْنِدَ ذَلِكَ صَرِيحًا أَوْ دَلَالَةً إِلَى سَبَبٍ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى كَوَحْيٍ أَوْ إِلْهَامٍ“[1] یعنی غیب کا دعویٰ نص قرآن کے معارض ہے پس اس کا مدعی کافر ہو جائے گا لیکن اگر اس نے صریحاً یا دلالۃً کسی سبب کی طرف نسبت کرلی ہے جو اللہ کی جانب سے ہو مثل وحی والہام وغیرہ کے تو کافر نہیں درالمختار میں ہے ”وَفِيهَا كُلُّ إِنْسَانٍ غَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَعْلَمُ مَا أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ وَبِهِ؛ لِأَنَّ إِرَادَتَهُ تَعَالَى غَيْبٌ إِلَّا الْفُقَهَاءَ فَإِنَّهُمْ عَلِمُوا إِرَادَتَهُ تَعَالَى بِهِمْ بِحَدِيثِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوقِ مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ“[2] غایۃ الاوطار میں اس عبارت کے تحت مسطور ہے ”اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیا علیہم السلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کیا ارادہ ہے اس کے ساتھ دارین میں اس واسطے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے مگر فقیہ اس کو جانتے ہیں اس واسطے کہ وہ جان گئے ہیں حق تعالیٰ کے ارادہ کو جو ان کے ساتھ ہے رسول صادق مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقیہ کرتا ہے یعنی امر دین میں فہم سلیم عطا کرتا ہے۔“[3]

اب خوب ظاہر ہو گیا کہ فقہ میں بھی جہاں انکار ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کے کسی کو عالم غیب بتانا کفر ہے اور تعلیم الٰہی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت۔

---

[1]....رد المحتار على الدر المختار، كتاب الجهاد، مطلب توبة الياس مقبولة دون ايمان الياس، الجزء4، صفحه243، دار الفكر-بيروت، الطبعة الثانية، 1412هـ 1992م

[2]....در المختار شرح تنوير الابصار و جامع البحار، مقدمة، صفحه12، دار الكتب العلميه، بيروت، لبنان، الطبعة الاولى : 1423هـ 2002م

[3]....غایۃ الاوطار ترجمۂ اردو درمختار، دیباچہ، الجزء1، صفحہ17,18، مطبع نامی منشی نولکشور، لکھنو

الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ عَلَى مَذْهَبِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَان لابن نجيم، الفن الثالث: الجمع و الفرق، الفروق، فائدة: كل إنسان غير الأنبياء ....، صفحه337، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى: 1419هـ 1999م [ولفظ الاشباه: "فائدة : كل إنسان غير الأنبياء لم يعلم ما أراد الله تعالى له و به؛ لأن إرادته غيب عنا، إلا الفقهاء فإنهم علموا إرادته تعالى بهم بخبر الصادق المصدوق؛ بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم ((فمن يرد الله تعالى به خيرا يفقهه فى الدين)) كذا فى أول شرح البهجة للعراقى."]

شبہ نہم:

جمیع اشیاء غیر متناہی ہیں پھر حضرت کو غیر متناہی کا علم کیوں کر ہو سکتا ہے۔ [1]

جواب:

یہ اعتراض سخت جہالت سے ناشی ہے اسلئے کہ جمیع اشیاء کو غیر متناہی نہ کہے گا مگر دیہاتی، امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحت آیہ ﴿وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا﴾ [2] کے فرماتے ہیں ’’قُلْنَا: لَا شَكَّ أَنَّ إِحْصَاءَ الْعَدَدِ إِنَّمَا يَكُونُ فِي الْمُتَنَاهِي، فَأَمَّا لَفْظَةُ كُلَّ شَيْءٍ فَإِنَّهَا لَا تَدُلُّ عَلَى كَوْنِهِ غَيْرَ مُتَنَاهٍ، لِأَنَّ الشَّيْءَ عِنْدَنَا هُوَ الْمَوْجُودَاتُ، وَالْمَوْجُودَاتُ مُتَنَاهِيَةٌ فِي الْعَدَدِ‘‘ [3] اس عبارت سے موجودات کا متناہی ہونا روشن پھر خواہ مخواہ اپنی طرف سے بے وجہ علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص کے لئے موجودات کو غیر متناہی کہنا کون سی عقلمندی ہے اب بعض شبہات عقلیہ کا رد کرنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی کی تقریظ ہی نقل کی جائے۔

مولوی اشرف علی صاحب کی تقریظ کا رد

قَوْلُهٗ: بعد الحمد و الصّلٰوۃ احقر الورٰی اشرف علی عفی عنہ بتائید مضمون رسالہ اعلاء کلمۃ الحق عرض کرتا ہے کہ علم نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں جو آیات و احادیث وارد ہیں وہ تین قسم کی ہیں ایک وہ جو یقیناً ایجاب جزئی کو مفید ہیں دوسری وہ جو یقیناً

---

[1].... خلاصہ تحریر مولوی اشرفعلی تھانوی و حکیم بجنوری

نوٹ: مطبع شمس المطابع، مراد آباد کے نسخہ میں ’’خلاصہ تحریر‘‘ کی بجائے ’’خلاصہ تقریر‘‘ کے الفاظ مندرج ہیں۔

[2].... القرآن الکریم، پارہ 29، سورۃ الجن (72)، آیت 28

[3].... مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، پارہ 29، سورۃ الجن (72)، تحت الآیۃ ﴿وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا﴾ [آیت 28]، الجزء 30، صفحہ 680، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ 1420ھ

ترجمہ: ہم کہتے ہیں: کچھ شک نہیں کہ احصاے عدد یعنی گنتی کرنا امور متناہیہ ہی میں ہوتا ہے۔ رہی بات لفظ ’’کل شیء‘‘ کی تو یہ ان امور کے غیر متناہی ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ شے کا اطلاق ہمارے نزدیک موجودات پر ہوتا ہے اور موجودات متناہی فی العدد ہیں۔

سلب جزئی کو مفید ہیں اور ان دونوں قسموں میں کسی کو کوئی کلام نہیں۔‘‘

اَقُولُ: سبحان اللہ یہ فقرہ کہ ان دونوں قسموں میں کسی کو کوئی کلام نہیں کیسی جرأت ہے مثبتین کا دعویٰ **کل شیء معلوم لنبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم**[1] ہے اور یہ موجبہ کلیہ ہے اس کی نقیض سالبہ جزئیہ ہے (**مثالہ بعض الاشیاء لیس بمعلوم لنبینا**)[2] جو شخص ایجاب کلی کا مدعی ہے اس کو کس طرح سلب جزئی میں کلام نہ ہوگا؟ کیا مولوی صاحب کے نزدیک مدعی کو اپنے دعوے کی نقیض مسلم ہوتی ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں ہوتا۔ یہ بھی خوش فہمی ہے، ایک۔ دوسرے: خصم خود کہتا ہے کہ بھلا کوئی ایک آیت یا حدیث تو ایسی بتاؤ کہ جس کا یہ مضمون ہو کہ فلاں چیز کا علم سرور اکرم کو دیا ہی نہیں گیا چنانچہ **زبدۃ المحققین امام المناظرین جناب الحاج حضرت مولنا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام فیضہم** نے انباء المصطفیٰ[3] کے صفحہ ۴ پر فرمایا ’’ہاں وہاں تمام نجدیہ دہلوی و گنگوہی، جنگلی و کوہی سب کو دعوتِ عام ہے ﴿اِجْمَعُوْا شُرَکَاءَ کُمْ﴾ چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالۃ یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے صاف صریح طور پر ثابت ہو کہ تمامی نزولِ قرآن عظیم کے بعد بھی اشیائے مذکورہ **ماکان و مایکون** سے فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر مخفی رہا جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا۔ **فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَائِنِیْنَ**‘‘[4][5] اب یہ

---

[1]....ترجمہ: ہمارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو ہر شے معلوم ہے۔

[2]....ترجمہ: مثلاً ’’بعض اشیاء ہمارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو معلوم نہیں۔‘‘

[3]....اِنبَاءُ الْمُصْطَفٰی بِحَالِ سِرٍّ وَّاَخْفٰی (۱۳۱۸ھ)[(اللہ تعالی کا) حضرت مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو (یا حضور کا لوگوں کو) راز اور پوشیدہ ترین باتوں کی خبر دینا]:
یہ رسالہ مبارکہ فتاوی رضویہ (مخرجہ)، رضا فاؤنڈیشن، لاہور کی جلد 29 کے صفحہ 485 تا 510 پر موجود ہے۔

[4]....اِنبَاءُ الْمُصْطَفٰی بِحَالِ سِرٍّ وَّاَخْفٰی (۱۳۱۸ھ)، صفحہ 5، مطبع اہلسنت و جماعت، بریلی، ہند، بار ہفتم 1926ء☆العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ (مخرجہ)، رسالہ: انباؤ المصطفی بحال سر واخفی (۱۳۱۸ھ)، ج29، صفحہ 489، رضا فاؤنڈیشن، لاہور

نوٹ: سن 1926ء کو مولانا محمد ابراہیم رضا خان صاحب قادری رضوی علیہ الرحمۃ نے مطبع اہلسنت و۔۔۔

کہہ دینا کہ ان دونوں قسموں میں کسی کو کلام نہیں کس درجہ کی دیانت اور کیسا سچ ہے۔

قَوْلُهٗ: ''تیسری وہ جو محتمل ایجاب کلی اور ایجاب جزئی دونوں کو ہے۔''

أَقُوْلُ: مناسب تھا کہ ان اقسام کی مثالیں لکھی جاتیں نہ معلوم کس مصلحت سے لکھی نہ گئیں یہ حصر جو تھانوی صاحب نے تین قسموں میں کیا ہے غلط ہے اسلئے کہ جو مفید ایجاب کلی ہے (مثالہ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ) الحدیث وہ ایک چوتھی قسم ہے تو ان آیات واحادیث کا حصر تین قسموں میں باطل ٹھہرا۔

قَوْلُهٗ: ''اور اسی قسم میں کلام ہے۔''

أَقُوْلُ: چہ خوش جو مدعی ایجاب کلی کا ہے وہ چوتھی قسم سے کیوں نہ استدلال کرے گا۔

قَوْلُهٗ: جو لوگ جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے جمیع مغیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات کرتے ہیں۔

أَقُوْلُ: جی ہاں یہ ضرور بتایئے کہ وہ کون لوگ ہیں جو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے جمیع مغیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات کرتے ہیں۔

مثبتین علم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت کے لئے ہر گز جمیع مغیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات نہیں کرتے یہ زبردستی آپ نے ان پر چپکائی وہ تو جمیع اشیاء کے علم کا دعوی کرتے ہیں اور جمیع اشیاء متناہی ہیں جیسا کہ جواب شبہ نہم میں مذکور ہوا۔

قَوْلُهٗ: اور اس قسم ثالث کو ایجاب کلی پر محمول کرتے ہیں اور اسی ایجاب کلی کو اپنا متمسک ٹھہراتے ہیں۔

أَقُوْلُ: غلط۔ انھیں ضرورت ہی کیا ہے کہ قسم ثالث کو اپنا متمسک ٹھہرائیں جبکہ قسم رابع

۔۔۔جماعت بریلی سے حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے دو رسائل (۱) اِنبَآءُ الْمُصْطَفٰی بِحَالِ سِرٍّ وَ اَخْفٰی (۱۳۱۸ھ) اور (۲) اَنْوَارُ الْاِنْتِبَاہْ فِیْ حِلِّ نِدَآءِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہْ (۱۳۰۴ھ) کا 32 صفحات پر مشتمل ایک مجموعہ شائع کیا جس کے سرورق کے بعد صفحہ 2 تا 18 پر رسالہ انباؤ المصطفی اور صفحہ 19 تا 32 تک رسالہ انوار الانتباہ موجود تھا کیونکہ متن میں مذکور الفاظ بعینہ اسی نسخہ میں مسطور تھے لہٰذا اول الذکر حوالہ اسی نسخہ سے درج کیا گیا ہے۔)

[4]۔۔۔۔ دونوں نسخوں میں آیت طیبہ کے چند الفاظ کم درج تھے ہم نے مکمل آیت نقل کر دی ہے۔

موجود ہو موید اور چیز ہے۔

قَوْلُہٗ: اور جو باوجود تسلیم آپ کے اعلم الخلق ہونے کے اس علم محیط کی نفی کرتے ہیں وہ ایجاب جزئی پر محمول کرتے ہیں۔

اَقُوْلُ: برا کرتے ہیں اگر بے قرینہ ایجاب جزئی پر محمول کرتے ہیں اور جو باوجود تسلیم آپ کے اعلم الخلق ہونے کے ایسا کرتے ہیں تو بہت برا کرتے ہیں۔

قَوْلُہٗ: اب بتوفیقہ تعالیٰ یہ احقر اولاً سائلانہ کہتا ہے کہ جب ایجاب کلی بوجہ احد المحتملین ہونے کے قطعی الدلالۃ نہیں ہے تو مقام اثبات عقائد میں جو کہ دلیل قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ پر موقوف ہے[1] اس سے کب استدلال صحیح ہوگا؟

اَقُوْلُ: کیا خوب! بناء فاسد علی الفاسد۔ حضرت آپ کی قسم ثالث سے مثبتین کو احتجاج کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے جو ایجاب کلی احد المحتملین ٹھہرے مثبتین قسم رابع سے استدلال کرتے ہیں جس میں مجال احتمال مخالف اصلاً نہیں، اب آپ کی یہ سب تار و پود کنسج العنکبوت [مکڑی کے جالے کی طرح] ٹوٹ گئی لہذا اس قسم ثالث کو تھانوی صاحب ایجاب کلی پر حمل کریں یا ایجاب جزئی پر مبحث سے خارج ہے کہ خصم کا احتجاج اس سے نہیں۔ البتہ اگر بے قرینہ حمل کریں گے تو لیاقت علمی کی داد پائیں گے۔

قَوْلُہٗ: بعض روایات مفیدہ سلب جزئی کہ اس میں احتمال عقلی بھی نہیں ہو سکتا کہ زمانہ حکم ایجاب کلی کو اس سے تاخر ہو۔ مثلاً یہ حدیث صحاح کہ قیامت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض لوگوں کو حوض کوثر کی طرف بلاویں گے ملائکہ عرض کریں گے ''اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ''[2] اس میں جملہ ''لَا تَدْرِیْ'' الخ مفید ہو رہا

---

[1]۔۔۔۔ یہ مقام عقائد ہے یا مبحث فضائل، تھانوی صاحب کو ابھی تک اتنا بھی معلوم نہیں جو دلیل قطعی پر موقوف کرتے ہیں۔

نوٹ: یہ حاشیہ مطبع شمس المطابع، مراد آباد کے نسخہ میں درج نہیں۔

[2]۔۔۔۔ الصحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، رقم الحدیث 6576، الجزء 8، صفحہ 119، دار طوق النجاۃ، الطبعة الأولی: 1422ھ

ترجمہ: آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔

ہے سلب جزئی کو اور چونکہ یہ واقعہ قیامت کا ہے اس میں احتمال عقلی بھی نہیں کہ زمانہ وُرودِ روایات متحملہ ایجاب کلی کو اس سلب جزئی سے تاخر ہو۔

اَقُوْلُ: تقدم تاخر کیسا؟ سلب جزئی ہی کہاں ہے جب فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں خود ہی خبر دے رہے ہیں کہ ہم بعض لوگوں کو حوض کوثر کی طرف بلائیں گے اور ملائکہ یہ عرض کریں گے ''اِنَّکَ'' الخ تو حضور کو اس کا علم ہونا تو اسی حدیث سے ظاہر۔ واقعہ تو قیامت کو پیش آئے گا اور خبر آج دے دی لیکن تھانوی صاحب کے نزدیک علم ہی نہیں بغیر علم ہی کے اخبار ہو گیا۔ اللہ عقل سلیم عنایت فرمائے تو انسان کو یہ سمجھنا کیا دشوار ہے کہ علم نہ ہوتا تو خبر دینا کیونکر ممکن تھا پھر حضور کو دنیا ہی میں معلوم ہونا اور اس واقعہ کا نظر انور سے گزر جانا بخاری شریف کی حدیث میں بھی مروی ''بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ فَإِذَا زُمْرَةٌ، حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ، فَقَالَ: هَلُمَّ، فَقُلْتُ: أَيْنَ؟ قَالَ: إِلَى النَّارِ وَاللَّهِ، قُلْتُ: وَمَا شَأْنُهُمْ؟ قَالَ إِنَّهُمُ ارْتَدُّوا بَعْدَكَ عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى''[1] حضور فرماتے ہیں اس اثناء میں کہ میں خواب میں تھا اچانک ایک جماعت گزری حتی کہ جب میں نے ان کو پہچانا تو ایک شخص نے میرے اُن کے درمیان سے نکل کر کہا آؤ میں نے کہا کہاں؟ اس نے عرض کیا بخدا دوزخ کی طرف میں نے کہا ان کا کیا حال ہے اس نے عرض کیا کہ یہ حضور کے بعد الٹے پاؤں پیچھے پلٹ گئے یہ بخاری شریف کی حدیث ہے مولوی اشرف علی صاحب کو اب تو معلوم ہوا ہوگا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کو دنیا میں پہچانتے اور ان کا مآل جانتے تھے پھر سلب کہاں علاوہ بریں جائز ہے کہ ''اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ'' میں ہمزہ استفہام مقدر ہو جیسا کہ ﴿وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا﴾ الآیۃ[2] اور ﴿هٰذَا رَبِّیْ﴾[3] میں مقدر ہے اور اس تقدیر پر صحیح

---

[1]....الصحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، رقم الحدیث 6587، الجزء 8، صفحہ 121، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ الأولی: 1422ھ

[2].... پارہ 19، سورۃ الشعراء (26)، آیت 22

[3].... پارہ 7، سورۃ الانعام (6)، آیت 76

مسلم شریف کی حدیث جو اسی مضمون میں بدیں الفاظ وارد ہے قرینہ قویہ ہے ((فَأَقُولُ: يَا رَبِّ مِنِّي وَمِنْ أُمَّتِي فَيُقَالُ أَمَا شَعَرْتَ مَا عَمِلُوا بَعْدَكَ؟))[1] یعنی پس میں کہوں گا اے پروردگار میرے یہ میرے ہیں اور میرے امتی پس فرمایا جائے گا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا اب تھانوی صاحب فرمائیں کہ وہ سلب کیا ہوا کیا تھانوی صاحب اتنا بھی نہیں جانتے تھے کہ متعدد احادیث سے حضور پر اعمال امت کا پیش ہونا ثابت ہے صحیح مسلم و ابن ماجہ میں ہے ((عُرِضَتْ عَلَيَّ أُمَّتِي بِأَعْمَالِهَا حَسَنِهَا وَقَبِيحِهَا))[2] یعنی مجھ پر میری امت مع اپنے نیک بد اعمال کے پیش کی گئی۔

دوسری حدیث ابوداؤد و ترمذی میں ہے ((عُرِضَتْ عَلَيَّ أُجُورُ أُمَّتِي حَتَّى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوبُ أُمَّتِي، فَلَمْ أَرَ ذَنْبًا أَعْظَمَ مِنْ سُورَةِ الْقُرْآنِ أَوْ آيَةٍ أُوتِيهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا))[3] یعنی مجھ پر میری امت کی نیکیاں پیش کی گئیں یہاں تک کہ تنکا جس کو آدمی مسجد سے دور کرے اور مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کئے گئے پس میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہ دیکھا کہ آدمی کو قرآن پاک کی کوئی سورت یا آیت دی گئی پھر وہ اس کو بھول گیا جب حضور اقدس پر امت کے تمام نیک بد صغیر کبیر اعمال پیش کئے گئے اور

---

[1]....الصحيح المُسلم، كتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبينا صلى الله عليه وسلم وصفاته، الرقم المسلسل 5866، صفحه 1148، دار الفكر للنشر والتوزيع، بيروت، الطبعة: 1424هـ/2004م

[2]....الصحيح المُسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهى عن البصاق فى المسجد___، الرقم المسلسل 1120، صفحه 258، دار الفكر للنشر والتوزيع، بيروت، الطبعة: 1424هـ/2004م [بلفظ: "عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا"]

☆سنن ابن ماجه، كتاب الادب، باب اماطة الاذى عن الطريق، رقم الحديث 3683، الجزء 2، صفحه 1214، دار إحياء الكتب العربية [بلفظ: "عُرِضَتْ عَلَيَّ أُمَّتِي بِأَعْمَالِهَا حَسَنِهَا وَسَيِّئِهَا"]

[3]....سنن أبى داود، كتاب الصلاة، باب فى كنس المسجد، رقم الحديث 461، الجزء 1، صفحه 126، المكتبة العصرية، صيدا، بيروت

☆سنن الترمذى، ابواب فضائل القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب: 19، رقم الحديث 2916، الجزء 5، صفحه 28، دار الغرب الإسلامى - بيروت، سنة النشر 1998م

پیش ہوتے ہیں پھر کس طرح حضور کو ان لوگوں کے اعمال معلوم نہیں۔ تھانوی صاحب نے کس طرح سلب جزئی سمجھا۔ کہیں اس کی رمق بھی ہے ابھی ذرا توقف فرمائیے کس کس چیز سے آنکھیں بند کر کے انکار پر اڑے رہیں گے بخاری و مسلم کی حدیث شریف ہے: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی الله عَلَيْهِ وَسلم((إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنكُمْ أَنْ يُطِيلَ غرته فَلْيَفْعَلْ))[1] یعنی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری اُمت روز قیامت غر و محجل یعنی اس شان سے بلائی جائیگی کہ ان کا سر اور ہاتھ پاؤں آثارِ وضو سے چمکتے ہونگے پس تم میں سے جس سے ہو سکے اپنی چمک زیادہ کرے۔ مسلم شریف کی دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور کے جو امتی ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئے ہیں انھیں حضور روز قیامت کس علامت سے پہچانیں گے فرمایا کہ اگر کسی کے پنج کلیان گھوڑے سیاہ گھوڑوں میں ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو پہچان نہ لے گا عرض کیا بیشک پہچان لے گا فرمایا کہ میرے امتی اس شان سے محشر میں آئیں گے کہ ان کے پانچوں اعضا چمکتے جگمگاتے ہونگے اور میں حوض پر انکا پیشوا ہونگا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں ((قَالُوا: كَيْفَ تَعْلَمُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ؟ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ

---

[1]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الطہارۃ، الفصل الاول، رقم الحدیث269، صفحہ40، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعۃ:2005م

☆الصحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغر المحجلون من اثار الوضوء، رقم الحدیث136، صفحہ54، دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعۃ: 1425,1426ھ/2005م

☆الصحیح المُسلم، کتاب الطہارۃ، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء، الرقم المسلسل 468، صفحہ143، دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعۃ:1424ھ/2004م[بلفظ: إِنَّ أُمَّتِي يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا.....]

مِنَ الْوُضُوْءِ، وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ))[1] کیا مولوی اشرف علی صاحب کے خیال میں ان مرتدین کے پنج اعضا بھی چمکیں گے جس سے حضور کو ان کے مومن ہونے کا خیال ہو سکے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کس بنیاد پر تھانوی صاحب سلب ثابت کرنے بیٹھے ہیں؟ بالفرض اگر حضور کو پہلے سے علم نہ ہوتا تو بھی اس علامت سے حضور پہچان سکتے تھے چہ جائیکہ پہلے سے معلوم ہو معرفت ہو چکی ہو جیسا کہ مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہو چکا مگر تھانوی صاحب نے سلب کا لفظ سیکھ لیا ہے کتنی ہی حدیثوں کے خلاف ہو انھیں کسی کی پرواہ نہیں ایک حدیث اور سنتے چلیے حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا روز قیامت پہلے مجھے کو سجدہ کی اجازت ملے گی اور پہلے سر اٹھانے کا بھی مجھی کو اذن دیا جائے گا پھر میں اپنے سامنے تمام امتوں کے درمیان اپنی امت کو پہچان لوں گا اور اسی طرح اپنے پس پشت اور داہنے بائیں بھی ایک شخص نے عرض کیا نوح علیہ السلام کی امت سے حضور کی امت تک بہت امتیں ہونگی ان سب میں سے حضور اپنی امت کو کس طرح پہچان لیں گے فرمایا ان کے ہاتھ پاؤں چہرے آثار وضو سے چمکتے اور روشن ہوں گے اور کوئی دوسرا اس شان پر نہ ہوگا (کیوں تھانوی صاحب پھر بھی آپ کے نزدیک حضور کو ان مرتدین کا پہچاننا ناممکن ہی رہے گا اب فرمائیے آپ کے سلب کا کیسا مزاج ہے؟) اور میں انہیں یوں پہچانوں گا کہ ان کے نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھوں میں ہوں گے اور ان کی ذریت ان کے سامنے دوڑتی ہو گی (کیوں تھانوی صاحب کیا مرتدین کے اعمالنامے بھی کیا انکے داہنے ہی ہاتھوں میں ہوں گے؟ ذرا اپنے سلب کی نبض تو دکھائیے اس میں کوئی رمق باقی تو نہیں رہی؟) حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں ((أَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ بِالسُّجُودِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ أَنْ يرفع

---

[1]....الصحیح المُسلم، کتاب الطھارۃ، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء، الرقم المسلسل 472، صفحہ 144، دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعۃ: 1424ھ/2004م [وفیہ: "کیف تعرف" مقام "کیف تعلم"]

رَأسه فَأنظر إلَى مَا بَيْنَ يَدِی فَأَعْرِفُ أُمَّتِي مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ وَمِنْ خَلْفِي مِثْلُ ذَلِكَ وَعَنْ يَمِينِي مِثْلُ ذَلِك وَعَن شمَالی مثل ذَلِك۔ "فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيفَ تَعْرِفُ أُمَّتَكَ مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ فِيمَا بَيْنَ نُوحٍ إِلَى أُمَّتِكَ؟ قَالَ :هُمْ غُرٌّ مُحَجَّلُونَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ لَيْسَ أَحَدٌ كَذَلِكَ غَيرُهُمْ وَأَعْرِفُهُمْ أَنَّهُمْ يُؤْتونَ كتبهمْ بأيمانهم وأعرفهم تسْعَى بَين أَيْدِيهم ذُرِّيتهمْ)) رَوَاهُ أَحْمد[1] اب فرمایئے استفہام مقدر مانئے گا یا نہیں اتنی حدیثیں آپ کی تسکین کے لئے کافی ہیں یا وہی کہے جایئے گا۔ کاش ذہول ہی پر حمل کیا ہوتا مگر مجبوری تو یہ تھی کہ آپ کو شوق تھا سلب ثابت کرنے کا بہر حال اب تو آپ کا سلب مسلوب ہوا، والحمدللہ۔ فرمایئے تھانوی صاحب اب سالبہ جزئیہ کس کے گھر سے آئیگا؟

قَوْلُهٗ: دوسرا محتمل یعنی ایجاب جزئی متعین اور حق ٹھہرا اور یہی مذہب ہے نفاۃ کا۔

أَقُوْلُ: یہ لیاقت علمی سے بے گانگی اور ذہانت کی بانگی ہے کہ نفاۃ کا مذہب ایجاب جزئی ہے خدا جانے کیا سوچ کر لکھا ہے جس کا مذہب ایجاب ہے وہ کیونکر نفاۃ میں شمار کیا گیا؟

ایک عنایت فرما کا شبہ: جب فقیر کو تحریر بالا سے فراغت ملی تو ایک عنایت فرمانے ایک شبہ اور پیش کر کے فرمایا کہ یہ شبہ اور اس کا جواب جو تیرے خیال میں آئے اس رسالہ میں شامل کر چنانچہ وہ شبہ مع جواب حوالہ قلم ہوتا ہے۔

شبہ:[2]

بعد معراج کے جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے کافروں نے بیت

---

[1]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الطھارۃ، الفصل الثالث ،رقم الحدیث278، صفحہ 41، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعۃ:2005م

☆مسند الإمام أحمد بن حنبل، تتمۃ مسند الأنصار، حدیث ابی الدرداء، رقم الحدیث 21737، الجزء 36، صفحہ 64، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الأولی: 1421ھ/ 2001م

[2]....یہ مسئلہ علم غیب مصدقہ مولی گنگوہی صـ ۴۶ [میں ہے۔]
نوٹ: یہ حاشیہ مطبع شمس المطابع، مرادآباد کے سوا کسی نسخہ میں درج نہیں۔

المقدس کا حال دریافت کیا تو حضور متردد ہوئے جب اللہ جل شانہ نے بیت المقدس حضور کے سامنے کیا تب حضور نے کافروں کو اس کا حال بتایا اگر حضور کو پہلے سے معلوم ہوتا تو آپ تردد نہ کرتے اور فوراً بتا دیتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ہر چیز کا علم نہیں ۔[1]

جواب:

مسلمان کو صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے جمیع اشیاء کا علم قرآن وحدیث سے ثابت ہے (جیسا کہ ابتدائے رسالہ ہذا میں مفصل گزرا) تو پھر اپنی طرف سے شبہ نکالنا اور ہمیشہ اس فکر میں رہنا کہ کوئی اعتراض علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر گھڑیں گویا اس چیز کا انکار ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور یہ سخت مذموم وقبیح ہے لہذا جب ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم جمیع اشیاء پر ثابت کر چکے تو اب کسی کو اعتراض کا حق نہیں پہنچتا اور جو کوئی اعتراض کرے وہ آیت یا حدیث کا مقابلہ کرتا ہے اس سے میری مراد یہ ہے کہ ہر شخص جاہل ہو یا عالم قرآن شریف وحدیث سے جو چیز ثابت ہے اس پر اپنی عقل ناقص سے اعتراض کر کے اس کی مخالفت نہ کرے بلکہ بسر وچشم تسلیم کرے۔ اب اصل شبہ کے دفع کی طرف توجہ فرمایئے ہر ذی عقل اگر علم بھی نہ رکھتا ہوتا ہم اتنا ضرور جان سکتا ہے کہ کفار نے جو تیں بیت المقدس کے متعلق حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کی تھیں وہ ضرور حضور کو معلوم تھیں اس لئے کہ اگر کفار ایسے امر کا سوال کرتے جس کے جاننے کا اقرار حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا ہوتا تو حضور ہرگز متردد وغمگین نہ ہوتے بلکہ یہ صاف ارشاد فرما دیتے کہ ہم نے اس کے جاننے کا دعویٰ نہیں کیا پھر تم ہم سے کیوں اس کو دریافت کرتے ہو مگر حسب بیان سائل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا بلکہ متردد ہوئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحۃً یا اشارۃً ان باتوں کے جاننے کا اقرار فرمایا تھا جو کافروں نے دریافت کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان سراسر حق وبجا ہے تو ضرور حضور صلی اللہ

---

[3]…. مسئلہ در علمِ غیب مطبوعہ مع علم غیب از قاری محمد طیب، ص 156، ادارہ اسلامیات 190 انارکلی، لاہور، بار دوم، مارچ 1981

تعالی علیہ وسلم کو بیت المقدس کے متعلق ان باتوں کا علم تھا جو کفار نے دریافت کی تھیں پھر ان کا نہ بتانا یا متردد ہونا کسی حکمت پر مبنی یا اس طرف التفات نہ ہونے سے ناشی۔

دوم: یہ کہ خود حدیث شریف میں موجود ہے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بیت المقدس تشریف لے گئے اور یوں نہیں کہ سوار چلے جاتے تھے راستے میں بیت المقدس پر گزرے اس کو پورے طور پر دیکھا بھی نہیں بلکہ وہاں سواری یعنی بُراق سے اُتر کر مسجد کے اندر تشریف لائے پھر وہاں دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھیں پھر باہر تشریف لائے پھر جبرئیل علیہ السلام ایک برتن شراب کا ایک دودھ کا لائے، حضور نے دودھ پسند فرمایا جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے فطرۃ کو اختیار فرمایا الفاظ اس حدیث کے جو بروایت انس مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۲۸ میں مروی ہیں یہ ہیں: عَنْ ثابتٍ البُنانیِّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((أُتیتُ بالبُراق وَهُوَ دابَّة أَبْيَضُ طَوِيلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُونَ الْبَغْلِ يَقَعُ حَافِرُهُ عِنْدَ مُنْتَهَى طَرْفِهِ فَرَكِبْتُهُ حَتَّى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَرَبَطْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِي تَرْبُطُ بِهَا الْأَنْبِيَاءُ۔ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خرجتُ فَجَاءَنِي جِبْرِيلُ بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَاءٍ مِنْ لبن فاخترتُ اللَّبن فَقَالَ جِبْرِيل: اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ))[1] انتهى بقدر الحاجۃ۔ اب کہ حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی سیر اور بیت المقدس کا دیکھنا، وہاں ٹھہرنا، سواری سے اترنا، سواری یعنی براق کو باندھ دینا، بیت المقدس میں داخل ہو کر دو رکعتیں ادا فرمانا پھر شراب چھوڑنا دودھ اختیار کرنا صاف بتا رہا ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو وہاں کے حالات پر آگاہی تھی، پھر اگر حضور متردد ہوئے ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس وقت اس طرف التفات نہ تھا چنانچہ الفاظ حدیث کے اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ((لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِي عَنْ مَسْرَايَ فَسَأَلَتْنِي عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا

---

[1]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الفتن، باب في المعراج، الفصل الاول، رقم الحدیث 5610، صفحہ 537، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعۃ: 2005م

الصحیح المُسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی السماوات و فرض الصلوات، الرقم المسلسل 300، صفحہ 98,99، دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعۃ: 1424ھ/2004م

فَکُرِبْتُ کَرْبًا))[1] الحدیث از مشکوۃ۔ اور اس حدیث کے حاشیہ پر ہے ”لم اثبتھا ای لم اضبطھا ولم احفظھا۔ ۱۲“[2] (از لمعات) بلکہ ایک روایت میں تو یہ وارد ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے اوصاف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کئے اور حضرت نے سب بتا دیئے اس حدیث میں تردد وفکر کا نام تک نہیں، چنانچہ مدارج النبوۃ جلد اول میں ہے ”پس آمد ابو بکر رضی اللہ عنہ در حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم و گفت یارسول اللہ وصف کن آنرا بمن کہ من رفتہ ام آنجا ودیدہ ام آنرا پس وصف کرد آنرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس گفت ابو بکر اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ الخ“[3]

---

[1]....مشکوۃ المصابیح، کتاب الفضائل والشمائل، باب فی المعراج، الفصل الاول، رقم الحدیث 5613، صفحہ 539، مکتبہ رحمانیہ، لاھور، الطبعة: 2005م
الصحیح المُسلم، کتاب الایمان، باب ذکر المسیح ابن مریم و المسیح الدجال، الرقم المسلسل 319، صفحہ 106، دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعة: 1424ھ/2004م
ترجمہ: میں نے خودکو حطیم میں دیکھا، قریش مجھ سے میرے سفر معراج سے متعلق سوالات کر رہے تھے، انھوں نے مجھ سے بیت المقدس کی ایسی چیزوں سے متعلق پوچھا جنہیں میں نے یاد نہ رکھا تھا سو میں بہت غمگین ہوا۔

[2]....لمعات بحوالہٴ حاشیہ مشکوٰۃ، کتاب الفضائل والشمائل، باب فی المعراج، الفصل الاول، حاشیة 11، صفحہ 529، قدیمی کتب خانہ، کراچی
ترجمہ: یعنی میں نے انہیں یاد نہ کیا تھا۔

[3]....مدارج النبوۃ، قسم اول: فضائل و کمالات، باب پنجم در ذکر فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، وصل باز آوردن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، الجزء 1، صفحہ 171، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، طباعت اول 1397ھ/1977م [ولفظہ: پس آمد ابو بکررضی اللہ عنہ در حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم گفت حدیث میکنی یا رسول اللہ ایشانرا برفتن بیت المقدس فرمود آری میکنم گفت یارسول اللہ وصف کن آنرا بمن کہ من رفتہ ام آنجا ودیدہ ام آنرا پس وصف کرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس گفت ابو بکر اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ الخ۔]
ترجمہ: سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے اور عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا حضور بیت المقدس کی علامات ونشانیاں ان لوگوں کو (بیان) فرمائیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں بتاؤں گا۔ عرض کیا یارسول اللہ بیان فرمایے میں وہاں گیا ہوں اور میں نے اسے دیکھا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشانیاں بیان فرمائیں اس پر حضرت صدیق اکبر نے کہا ’اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ‘ میں شہادت دیتا ہوں آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔
(مدارج النبوۃ (اردو ترجمہ)، قسم اول: فضائل و کمالات، باب پنجم: ذکر فضائل مشترکہ مابین...الخ، مراجعت از معراج شریف، ج 1، ص 266، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

شبہ:

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ((وَاللّٰهِ مَا أَدْرِی وَأَنَا رَسُولُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِی وَلَا بِكُمْ))[1] یعنی خدا کی قسم میں نہیں جانتا درآنحالیکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ یہ کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا اور یہ مضمون آیت میں بھی ہے ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ﴾[2]

جواب:

آیت و حدیث دونوں میں ''أَدْرِی'' ہے جو درایت سے مشتق ہے اور درایت اٹکل اور قیاس سے کسی بات کے جان لینے کو کہتے ہیں ردالمحتار صفحہ ۹۷ میں ہے ''(وَالرَّاجِحُ دِرَايَةً) بِالرَّفْعِ عَطْفًا عَلَى الْأَشْبَهِ أَیْ الرَّاجِحُ مِنْ جِهَةِ الدِّرَايَةِ أَیْ إِدْرَاكِ الْعَقْلِ بِالْقِيَاسِ عَلَى غَيْرِهِ''[3] تو صاف یہ معنی ہوئے کہ میں اپنی عقل سے نہیں جانتا اور بتعلیم الٰہی جاننے کا انکار کسی لفظ سے آیت و حدیث سے نہیں نکلتا مگر تعجب ہے کہ معترض نے شبہ کیا اور یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت کو نہیں معلوم تھا کہ اللہ جل شانہ حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ کیا کرے گا اور اس سادہ لوح نے اتنا نہ سمجھ لیا کہ اللہ جل شانہ خود فرماتا ہے ﴿وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾[4] جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ

---

[1]....مشکوة المصابیح، کتاب الرقاق، باب البکاء و الخوف، الفصل الاول، رقم الحدیث 5105، صفحہ 469، مکتبہ رحمانیہ، لاهور، الطبعة: 2005م

[2]....القرآن الکریم، پارہ 26، سورة الاحقاف (46)، آیت 9

ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔

[3]....رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطهارة، سنن الوضوء، الجزء 1، صفحہ 137، دار الفکر، بیروت، الطبعة الثانیة، 1412ھ 1992م (دونوں نسخوں میں "عَطْفًا عَنِ الْأَشْبَهِ" درج تھا، ہم نے تصحیح کردی ہے)

حاصل یہ کہ درایت کا مطلب "عقل کا کسی بات کو قیاس کے ذریعے جاننا" ہے۔

[4]....القرآن الکریم، پارہ 30، سورة الضحیٰ (93)، آیت 4،5

ترجمہ کنز الایمان: اور بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

وسلم کو آخرت کی بہتری اور اللہ جل جلالہ کی رضا جوئی[1] دنیا میں ہی معلوم ہونا آیت قرآنی سے ثابت اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پر یقین فرما کر یہ فرمانا "لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ قَالَ: إِذًا لَا أَرْضَى وَوَاحِدٌ مِنْ أُمَّتِي فِي النَّارِ[2] (از تفسیر کبیر، جلد ۶، ص ۵۶۷) کہ میری امت کا ایک شخص بھی دوزخ میں ہوگا تو میں راضی نہ ہوں گا۔ صاف بتا رہا ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوب معلوم تھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ الغرض معترض کا شبہ یا تعصب کی بنا پر ہے یا جہالت سے اس بیچارہ کو اب تک یہ خبر نہیں کہ یہ آیت جس سے وہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم نہ ہونا اس معاملہ کی نسبت جو آپ کے اور آپ کی امت کے ساتھ کیا جائے گا ثابت کرتا ہے وہ آیت منسوخ ہے ملا عبد الرحمٰن بن محمد دمشقی رحمہ اللہ رسالہ ناسخ و منسوخ میں لکھتے ہیں "قوله تعالیٰ ﴿مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ﴾ الآية نسخ بقوله تعالیٰ ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ﴾ الآية"[3] اور اسی صفحہ میں اس سے کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں "سورة الفتح و فيها ناسخ وليس فيها منسوخ فالناسخ قوله تعالیٰ ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ﴾ والمنسوخ قوله تعالیٰ ﴿مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ﴾"[4] ان دونوں عبارتوں سے ثابت ہو گیا کہ آیۂ کریمہ ﴿مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ﴾[5] منسوخ ہے اور اس کا ناسخ ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾[6] ہے۔ جس میں دنیا میں فتح مبین

---

[1]... اللہ جل جلالہ کی رضامندی (م، ص 127)

[2]... مفاتيح الغيب (التفسير الكبير)، پارہ 30، سورة الضحى (93)، تحت الآية ﴿وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ [آیت 5]، الجزء 31، صفحہ 194، دار إحياء التراث العربی، بيروت، الطبعة الثالثة 1420ھ

[3]... رسالة الناسخ والمنسوخ المطبوع فی آخر تفسير الجلالين مع حاشيته الكمالين، سورة الاحقاف، الحكم الاول، صفحہ 513، مطبع فاروقی، دهلی

ترجمہ: آیت قرآنی ﴿مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ﴾ الآية فرمان باری تعالیٰ ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ﴾ الآية سے منسوخ ہے۔

[4]... رسالة الناسخ والمنسوخ المطبوع فی آخر تفسير الجلالين مع حاشيته الكمالين، سورة الفتح، الحكم الاول، صفحہ 513، مطبع فاروقی، دهلی

ترجمہ: سورۂ فتح میں ایک ناسخ ہے اور منسوخ کوئی نہیں، ناسخ یہ فرمان باری ہے ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ﴾ الآية اور اس سے منسوخ ہونے والی آیت ﴿مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ﴾ ہے۔

کا اور آخرت میں غفران کا مژدہ دیا گیا اور یہ بتایا گیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا رب جل وعلا دنیا و آخرت میں کیا کرے گا اب مولوی عبدالعزیز کا یہ قول بالکل باطل ہو گیا ''کہ اس آیت کے اگر یہ معنی لئے جاویں کہ اپنے خاتمہ اور عاقبت کی آپ کو خبر نہ تھی تو یہ منسوخ ہے اور معاذ اللہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں اور دوسرے معنی پر یعنی آپ ان واقعات اور معاملات سے جو دنیا میں آپ کو پیش آنے والے تھے بے خبر تھے کسی کے نزدیک منسوخ نہیں۔'' (غیبی رسالہ ص ۴)

ثانیاً دوسرے معنی جو معترض نے نکالے بہت ضعیف ہیں صحیح معنی وہی ہیں جن پر وہ خود آیت کو منسوخ مانتا ہے بخاری میں ہے ''عَن خَارِجَة بن زيد بن هشام أَن أم الْعَلَاء امْرَأَة من الْأَنْصَار، وكانت بَايَعت النَّبى صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أخْبرته أَنه اقتسم الْمُهَاجِرُونَ قرعَة .قَالَت :فطار لنا عُثْمَان بن مَظْعُون فأنزلناه فِي أَبْيَاتنَا، فوجع وَجعه الَّذِى توفّى فِيهِ، فَلَمَّا توفّى وَغسل وكفن فِي أثوابه دخل عليه رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، فَقلت رَحْمَة الله عَلَيْك أَبَا السَّائِب، فشهادتى عَلَيْك، لقد أكرمك الله .فَقَالَ النَّبى صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :"وَمَا يدْريك أَن الله أكْرمه؟" فَقلت :بِأَبى أَنْت يَا رَسُول الله، فَمن يُكرمهُ الله؟ فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :"أما هُوَ فقد جَاءَهُ الْيَقِين، وَالله إِنِّى لأرجو لَهُ الْخَيْر، وَالله مَا أَدْرِى وَأَنا رَسُول الله، مَا يفعل بِى" قَالَتْ :فوَاللَّه لَا أزكي بعده أحدا يَا رَسُول الله''[1] اور کمالین حاشیہ تفسیر جلالین مطبوعہ مطبع فاروقی صفحہ ۴۱۴ میں اسی آیۃ کریمہ

* * *

[5]....القرآن الکریم ، پارہ 26، سورۃ الاحقاف (46)، آیت 9

[6]....القرآن الکریم ، پارہ 26، سورۃ الفتح (48)، آیت 1

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی۔

[1]....الجمع بین الصحیحین البخاری ومسلم، ام العلاء الانصاریۃ رضی اللہ تعالی عنہا، رقم الحدیث 3562، الجزء 4، صفحہ 310، دار ابن حزم، لبنان/ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، 1423ھ-2002م) بلفظہ [وفیہ: عن خارجۃ بن زید بن ثابت ان ام العلاء امرأۃ من الانصار بایعت النبی---الخ]

☆الصحیح البخاری، کتاب التعبیر، ابب رویا النساء، رقم الحدیث 7003، صفحہ 1760، دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعۃ: 1425,1426ھ/-2005م

ترجمہ: خارجہ بن زید بن ہشام رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ ام العلاء نامی ایک انصاریہ عورت جس---

﴿وَمَا اَدۡرِیۡ﴾ الآیة کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں ''قال ابن الجوزی الصحیح فی معنی الآیة قول الحسن وعن ابن عباس وانس وعکرمة وقتادة معناه لا ادری حالی ولا حالکم فی الاٰخرة ثم نزل بعده ﴿لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ﴾ فقالوا اهناك قد علمناه ما یفعل الله تعالیٰ بك ثم نزل ﴿لِّیُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ﴾''[2] اب تو معلوم ہو گیا کہ ابن جوزی (غیر مقلدوں کے مسلّم محدث) کے نزدیک بھی آیت کے وہی معنی صحیح نکلے جن کے مراد ہونے پر مولوی عبدالعزیز صاحب نے بھی آیت کے منسوخ ہونے کا اقرار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں اب کیا مجال گفتگو رہی۔

ثالثاً اگر مولوی عبدالعزیز صاحب کے وہ ثانی معنی فرض بھی کر لئے جاویں تو ان کا یہ کہنا سراسر باطل ہے کہ کسی کے نزدیک بھی منسوخ نہیں۔ کیونکہ اول تو اس آیت کو جہاں منسوخ لکھا

۔۔۔ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی تھی بتاتی ہے کہ مہاجرین کو قرعہ اندازی کر کے تقسیم کیا گیا تو حضرت عثمان بن مظعون ہمارے حصے میں آئے، ہم نے انھیں اپنے مکانات میں ٹھہرایا، لیکن پھر وہ ایک ایسے مرض میں مبتلا ہوئے جس میں ان کی وفات ہوگئی، جب وہ فوت ہوئے اور انھیں غسل دیا گیا اور ان کے اپنے کپڑوں میں کفنایا گیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ میں نے (عثمان کی طرف متوجہ ہو کر) کہا: ''اے ابو السائب تم پہ اللہ کی رحمت ہو، میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بزرگی عطا فرمائی ہے۔'' اس پر رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیسے پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بزرگی عطا فرمائی ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا باپ آپ پر فدا، اللہ تعالیٰ اور کسے بزرگی عطا فرمائے گا؟ ارشاد فرمایا: اسے تو موت آچکی اور واللہ! میں اس کے لئے خیر و بھلائی کی امید رکھتا ہوں لیکن اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوتے ہوئے بھی اپنی عقل سے یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا۔ ام العلاء نے کہا: یارسول اللہ! میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتی ہوں کہ آئندہ کسی کی تعریف نہ کروں گی۔

[2] .... کمالین حاشیة جلالین، صفحه 414، مطبع فاروقی، دهلی (مخزونه جامعه نظامیه رضویه، لاهور)

ترجمہ: علامہ ابن جوزی نے فرمایا: اس آیت کی تفسیر میں صحیح قول حضرت حسن کا ہے اور یہی قول حضرت ابن عباس، انس اور عکرمہ و قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ ﴿مَاۤ اَدۡرِیۡ مَا یُفۡعَلُ بِیۡ وَلَا بِکُمۡ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ''میں نہیں جانتا آخرت میں میرا اور تمہارا کیا حال ہوگا۔'' پھر اس کے بعد آیت طیبہ ﴿لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ﴾ نازل ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ اب ہمیں معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا اور پھر آیت مبارکہ ﴿لِّیُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ﴾ الآیة نازل ہوئی۔ (تو اس سے مومنین اور منافقین و مشرکین کا انجام بھی معلوم ہو گیا۔)

ہے یہ نہیں لکھا کہ اس معنی کے لئے تو منسوخ ہے مگر دوسرے معنی کے لئے منسوخ نہیں دوسرے جو آیت اس کی ناسخ ہے وہ خود بتا رہی ہے کہ دوسرے معنی میں بھی آیت منسوخ ہے اسلئے کہ اس میں اس کی بھی صاف بشارت ہے کہ دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کیا جاوے گا اور اس کی بھی کہ آخرت میں کیا، تفسیر لباب التاویل (خازن) جلد رابع صفحہ ۱۲۳ ملاحظہ کیجئے اس میں ہے ”وقيل لا أرى إلى ماذا يصير أمرى وأمركم فى الدنيا أما أنا فلا أدرى أخرج كما أخرجت الأنبياء من قبلى أم أقتل كما قتل بعض الأنبياء من قبلى وأما أنتم أيها المصدقون فلا أدرى أتخرجون معى أم تتركون أم ماذا يفعل بكم ولا أدرى ما يفعل بكم[1] أيها المكذبون أترمون بالحجارة من السماء. أم يخسف بكم[2] أم أى شىء يفعل بكم مما فعل بالأمم المكذبة ثم أخبره الله عز وجل أن يظهر دينه على الأديان كلها فقال تعالى ﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾ وقال فى أمته ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ فأعلمه ما يصنع به وبأمته قيل معناه لا أدرى إلى ماذا يصير أمرى وأمركم ومن الغالب والمغلوب ثم أخبره أنه يظهر دينه على الأديان وأمته على سائر الأمم.[3] کیوں

---

[1].... مکتبہ مشرق، بریلی کے نسخہ میں ”ایها المصدقون“ سے ”ما یفعل بکم“ تک کی ایک سطر چھپنے سے رہ گئی ہے۔

[2]....أم یخف بکم (م، ص129)

[3]....لباب التأويل فى معانى التنزيل (تفسير الخازن)، پارہ 26، سورة الاحقاف (46)، تحت الآية ﴿مَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ﴾ [آیت 9]، الجزء 4، صفحہ 128، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى 1415ھ

ترجمہ: اور اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ ”اس دنیا میں میرا اور تمہارا انجام کیا ہوگا مجھے اس کا علم نہیں۔“ یعنی ”میں نہیں جانتا کہ میں بھی اگلے انبیاے کرام علیہم السلام کی طرح ہی اس دنیا سے رخصت ہوں گا یا بعض انبیاے سابقین کی طرح شہید کردیا جاؤں گا اور اے اہل ایمان! مجھے علم نہیں کہ تم بھی میرے ساتھ ہی اس دنیا سے رحلت کروگے یا میرے بعد زندہ رہوگے اور اے جھٹلانے والو! میں نہیں جانتا کہ تم پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں گے یا تمہاری صورتیں مسخ کردی جائیں گی یا تمہارے ساتھ ایسا کونسا سلوک کیا جائے گا جو سابقہ جھٹلانے والی امتوں سے برتا گیا۔“ پھر اللہ تعالی نے آپ کو مطلع فرمایا کہ اللہ آپ کے دین کو سب دینوں پر غالب فرمائے گا سو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ---

صاحب کھواب بھی سمجھے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو حق سبحٰنہ تعالیٰ نے اس کی بھی خبر دیدی تھی کہ دنیا میں آپ کے اور آپ کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کیا جاوے گا اور اس معنی میں بھی یہ آیت منسوخ ہی ہے۔

ع جو اس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت کو خدا سمجھے

رابعاً نہایت شرم کی بات تو یہ ہے کہ ہمارے مخالفین باوجود دعوے اسلام کے آج اس آیت سے خوشی خوشی ایسا ہی اعتراض نکال رہے ہیں جیسا کہ عرب کے مشرکوں نے نکالا تھا اور اس کے جواب میں ہمیں وہی آیت پیش کرنی ہوتی ہے[1] جو ان کفار نابکار کے جواب میں نازل ہوئی۔ ہائے اسلام کا دعوی اور یہ حرکتیں ''**لما نزلت هذه الآية فرح المشركون وقالوا واللات والعزى ما أمرنا وأمر محمد عند الله إلا واحد وما له علينا من مزية وفضل ولولا أنه ابتدع ما يقوله من ذات نفسه لأخبره الذى بعثه بما يفعل به فأنزل الله عز وجل: ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ ما تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَما تَأَخَّرَ﴾فقالت الصحابة هنيئا لك يا نبى الله قد علمت ما يفعل بك فماذا يفعل بنا فأنزل الله عزوجل: ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِناتِ جَنَّاتٍ تَجْرِى مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهارُ﴾ الآية وأنزل ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيرًا﴾ فبين الله ما يفعل به وبهم**''[2] (خازن، ص ۱۲۳، مطبوعہ مصر)

---۔ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (ترجمۂ کنز الایمان: وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔) اور آپ کی امت کے بارے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ (ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔) پس اللہ تعالی نے آپ کو بتا دیا کہ آپ کے ساتھ اور آپ کی امت کے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آیت ﴿مَاۤ اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ﴾ کا معنی یہ ہے کہ ''میں نہیں جانتا میرا اور تمہارا کیا انجام ہوگا یعنی ہم غالب رہیں گے یا مغلوب'' پھر اللہ تعالی نے آپ کو خبر دی کہ وہ آپ کے دین کو سب دینوں پر اور آپ کی امت کو سب امتوں پر غلبہ دے گا۔

[1]....اس کے جواب میں ہمیں وہی آیت پیش کرنی ہوتی ہے (م، ص 129)

[2]....لباب التأویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن)، پارہ 26، سورۃ الاحقاف (46)، تحت الآیۃ ﴿مَاۤ اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ﴾ [آیت 9]، الجزء 4، صفحہ 128، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی 1415 ھ -----

شبہ:[1]

قرآن پاک میں وارد ہے ﴿یَوْمَ یَجْمَعُ اللہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلّٰمُ الْغُیُوْبِ﴾[2] یعنی جس دن جمع کرے گا اللہ رسولوں کو پھر فرمائے گا کہ تم کیا جواب دیئے گئے یعنی تمہاری امتوں نے تبلیغ اسلام پر کیا جواب دیا وہ کہیں گے کہ ہمیں علم نہیں تو ہی علام الغیوب ہے تو اگر رسولوں کو ہر چیز کا علم ہوتا تو وہ ایسا کیوں کہہ دیتے؟

جواب:

ایسے شبہات مخالفین کی کوتاہ اندیشی اور نادانی سے ناشی ہیں کیونکہ صرف آیت ہی سے اتنا تو ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اس چیز کا علم ضروری ہے۔ جس کی نسبت وہ ﴿لَا عِلْمَ لَنَا﴾ فرمادیں گے کیونکہ سوال یہ ہے کہ تمہاری امتوں نے تمہیں تبلیغ کے بعد کیا جواب دیا تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو وہی فرمانا اور جواب دینا چاہئے جو ان کی امت نے دیا تھا بجائے اس کے یہ کہہ

ترجمہ: جب آیت ﴿مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ﴾ نازل ہوئی تو مشرکین خوش ہو کر کہنے لگے: ”لات و عزیٰ کی قسم اللہ کے ہاں ہمارا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ یکساں ہے، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہم پر کچھ فضیلت نہیں اور جو کچھ یہ کہتے ہیں اگر انھوں نے خود سے نہ گڑھا ہوتا تو انھیں مبعوث کرنے والا انھیں ان کے انجام کی خبر ضرور دیتا۔“ تو اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید کے لئے یہ آیت نازل فرمائی ﴿لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ ما تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَما تَأَخَّرَ﴾ (ترجمۂ کنز الایمان: تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔) اس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان عرض گزار ہوئے: اے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ کو مبارک ہو کہ آپ کو اپنے انجام کا علم ہو گیا اب بتایئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں ﴿لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِینَ وَالْمُؤْمِناتِ جَنّٰتٍ تَجْرِی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهارُ﴾ (ترجمۂ کنز الایمان: تا کہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں۔) ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِینَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیرًا﴾ (ترجمۂ کنز الایمان: اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے اللہ کا بڑا فضل ہے۔)

[1]....یہ شبہ۔۔۔۔۔۔ کتاب ریاض المرتاض ص ۲۸ میں کیا ہے۔ [اس عبارت میں کچھ الفاظ مخدوش تھے ان کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے۔]

نوٹ: یہ حاشیہ مطبع شمس المطابع، مرادآباد کے سوا کسی نسخہ میں درج نہیں۔

[2]....القرآن الکریم، پارہ 7، سورۃ المائدة (5)، آیت 109

دینا کہ ہم نہیں جانتے تو خود عالم الغیوب ہے صاف دلیل اس کی ہے کہ وہ بمقابلہ علم حق سبحانہ تعالیٰ کے اپنے علم کی نفی کر رہے ہیں اور یہی مقتضائے ادب بھی ہے اور حقیقت میں تمام مخلوقات کا علم خالق جل شانہ کے علم کے سامنے مثل لا شیء کے ہے تفسیر خازن صفحہ ۵۰۴ جلد اول میں تفسیر کبیر سے نقل کیا ہے ”**أن الرسل عليهم السلام لما علموا أن الله تعالى عالم لا يجهل وحليم لا يسفه وعادل لا يظلم علموا أن قولهم لا يفيد خيرا ولا يدفع شرا فرأوا الأدب في السكوت وفي تفويض الأمر إلى الله تعالى وعدله فقالوا لا علم لنا**“[1] جمہور مفسرین اس کے تو مقر ہیں کہ انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم وسلامہ کو یہ علم تو ضرور ہے کہ ان کی امتوں نے انھیں کیا جواب دیا ہے پس اس سے مخالفین کے شبہ کا تو قلع وقمع ہو گیا اور دم مارنے کی جگہ نہ رہی مگر ہمیں یہاں سے ایک نکتہ حاصل ہوا وہ یہ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ ہمیں علم نہیں، ان کے عدم علم کی دلیل نہیں بلکہ یہ کہ ان کا مقتضائے ادب ہے کہ حضرت حق سبحٰنہ تعالیٰ کے سامنے وہ اپنے علم کو کچھ شمار نہیں کرتے جیسے لائق شاگرد اپنے جلیل القدر استادوں کے سامنے۔ تو اب اگر ہمارے مخالفین صاحبان کو کچھ شرم وحیا سے تعلق ہو تو آئندہ ایسی عبارات سے ہرگز استدلال نہ کیا کریں کہ ایسے انکار سوء ادب پر محمول ہوتے ہیں۔

شبہ:[2]

ابو داؤد شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو پاپوش

---

[1]....لباب التأويل فى معانى التنزيل(تفسير الخازن)، پارہ7،سورة المائدة(5)، تحت الآية﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ﴾[آیت109]،الجزء2،صفحہ90،دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولى 1415 هـ)
(مفاتيح الغيب(التفسير الكبير)، پارہ7،سورة المائدة(5)، تحت الآية﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ﴾[آیت 109]،الجزء 12،صفحہ 457،دار إحياء التراث العربى بيروت،الطبعة الثالثة 1420هـ)
[بلفظ:أَنَّهُمْ لَمَّا عَلِمُوا أَنَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَالِمٌ لَا يَجْهَلُ، حَكِيمٌ لَا يَسْفَهُ، عَادِلٌ لَا يَظْلِمُ، ، عَلِمُوا أَنَّ قَوْلَهُمْ لَا يُفِيدُ خَيْرًا، وَلَا يَدْفَعُ شَرًّا فَرَأَوْا أَنَّ الْأَدَبَ فِي السُّكُوتِ، وَفِي تَفْوِيضِ الْأَمْرِ إِلَى عَدْلِ الْحَيِّ الْقَيُّومِ الَّذِي لَا يَمُوتُ]
ترجمہ: جب رسل کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے بے علم نہیں، حلم والا ہے سفیہ نہیں اور عادل ہے ظلم نہیں کرتا اور وہ جانتے ہیں کہ ان کا قول نہ خیر کا افادہ کرے گا اور نہ شر کو دور کرے گا تو وہ سمجھ لئے کہ ادب خاموشی اختیار کرنے اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے عدل وکرم کے سپرد کرنے ہی میں ہے اسی لئے انہوں نے کہا کہ ہم تیرے سامنے کچھ علم نہیں رکھتے۔

مبارک قدم سے اتار دی یہ دیکھ کر صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) نے بھی اپنی اپنی پاپوشیں اتار دیں سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد فراغ نماز صحابہ سے دریافت فرمایا کہ تم نے کس سبب سے اپنی اپنی پاپوش کو اتار دیا عرض کیا کہ حضور نے قدم مبارک سے پاپوش مبارک اتار دی ہے لہذا ہم نے بھی ایسا ہی کیا فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ ان میں نجاست ہے تو اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب داں ہوتے تو کیوں نجاست والی جوتیوں سے نماز پڑھتے؟

جواب:

معترض کا یہ کہہ دینا کہ نجاست والے جوتے سے نماز پڑھی خلاف ادب اور اسکی نافہمی پر دال ہے پاپوش مبارک میں کوئی ایسی نجاست نہ لگی تھی جس سے نماز جائز نہ ہوتی ورنہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پاپوش مبارک اتارنے پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ نماز ہی ازسرنو پڑھتے مگر جب ایسا نہ کیا تو معلوم ہوا وہ کچھ ایسی نجاست ہی نہ تھی جس سے نماز درست نہ ہوتی بلکہ جبرئیل علیہ السلام کا خبر دینا اظہار عظمت و رفعت شانِ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے کہ کمال تنظیف و تطہیر حضور کے حال شریف کے لائق ہے اس سے عدم علم آں سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر استدلال ایک خام خیال ہے۔[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں فرماتے ہیں " وقذر بفتح قاف وذال معجمہ در اصل آنچہ مکروہ پندارد آنرا طبع وظاہرا نجاستے نبود کہ نماز باں درست نباشد بلکہ چیزے بود مستقذر کہ طبع آنرا ناخوش دارد والا نماز

---

[2]....یہ شبہ کشف الغطا صہ ۶۲ میں ہے۔

نوٹ: یہ حاشیہ مطبع شمس المطابع، مراد آباد اور جمال پریس دہلی کے سوا کسی نسخہ میں درج نہیں۔

[1]....اگرچہ حدیث شریف میں جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا ذکر آیا ہے مگر یہ صحابہ کے لئے اس وجہ سے درست تھا کہ ان کے جوتے نہایت پاک تھے اور نیز اس وقت تک مسجد میں فرش نہ بنا تھا مگر اب عام طور سے جوتے پہن کر مسجد میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں مسجد کی تلویث ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسجد کی تطہیر کا حکم فرمایا ہے۔ کذا فی ردالمحتار۔۱۲

زسر میگرفت که بعضے از نماز بآں گزاردہ بود وخبر دادن جبرئیل بآں وبر آوردن از پا بجهت کمال تنظیف و تطهیر بود که لائق بحال شریف وے بود[1]

شبہ.[2]

واقعہ بیرِ معونہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے عرض کیا کہ چند لوگ آپ میرے ساتھ کردیں جو میری قوم کو دین کی تبلیغ کریں اگر وہ مسلمان ہو جائینگے تو میں بھی ہو جاؤں گا آپ نے ستر (۷۰) صحابہ جلیل القدر قاری قرآن اس کے ہمراہ کردیئے راستہ میں وہ سب کے سب غدر اور بیوفائی کے ساتھ شہید کرڈالے گئے جس پر آپ کو کمال حزن وملال ہوا اگر آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ یہ یوں شہید کرڈالے جائیں گے تو آپ انہیں کیوں روانہ فرماتے۔

جواب:

اس تمام قصہ کے نقل کرنے سے معترض صاحب کا جو مدعا ہے وہ یہی پچھلا فقرہ ہے کہ اگر آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ یوں شہید کرڈالے جائیں گے تو آپ انہیں کیوں روانہ فرماتے۔ ہائے افسوس اے غریب تم کیا سمجھ گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم باوجود علم کے

---

[1]....اشعة اللمعات، کتاب الصلاة، باب الستر، الفصل الثانی، تحت حدیث أبی سعید الْخُدرِیّ: قَال(بَیْنَما رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی بِأَصْحَابِهِ إِذْ خلع نَعْلَیْه.....الخ)[رقم 766]، الجزء1، صفحه 348، کتب خانه مجیدیه، ملتان

ترجمہ: قذر قاف اور ذال کے فتح کے ساتھ یعنی پلیدی اور وہ چیز جس سے طبیعت نفرت کرے ظاہر یہ ہے کہ نعلین مبارک کو کوئی ایسی نجاست نہیں لگی ہوئی تھی جس سے نماز درست نہ ہو بلکہ کوئی ایسی چیز لگی ہوئی تھی جس سے طبیعت نفرت کرے ورنہ آپ از سر نو نماز پڑھتے کیونکہ کچھ نماز ادا کر چکے تھے حضرت جبریل کا آپ کو اطلاع دینا اور آپ کا نعلین شریف اتار دینا کمال طہارت ونظافت کی بنا پر تھا جو کہ آپ کی طبیعت شریف کے لائق تھا۔

(شرح مشکوٰۃ ترجمہ اشعة اللمعات، جلد1، صفحہ150، فرید بک سٹال، لاہور، الطبع الثانی: صفر1424ھ/ اپریل2003ء)

[2]....یہ شبہ غیبی رسالہ صہ ٦ میں کیا ہے۔

نوٹ: یہ حاشیہ مطبع شمس المطابع، مرادآباد اور جمال پریس دہلی کے سوا کسی نسخہ میں درج نہیں۔

کیوں انھیں روانہ نہ فرماتے آخر روانہ نہ فرمانے کا باعث کیا؟ صرف صحابہ کی حفاظت جان یا اور کچھ بھی۔ اب ذرا ہوش سے سنئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حوصلے اور ہمتیں معاذ اللہ آپ کی طرح نہ تھیں کہ محض تن پروری مقصود ہوتی، جان کے لالچ میں دینی خدمت سے باز رہ سکتے اور اس خیال سے کہ یہاں جان عزیز نذر اشاعت اسلام ہوتی ہے درگذر کر جاتے۔

ع کارِ پاکاں راقیاس از خود مگیر[1]

اے حضرت وہ تو ہر دم جان نذر کرنے کو تیار رہتے تھے۔[2]

ع جانرا برائے دوست میداریم دوست[3]

ہر چند کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صحابہ کرام کے پیش آنیوالے جملہ واقعات ظاہر ہوں مگر یہ موقع درگزر نہیں کہ ایک شخص اشاعتِ اسلام کے لئے عرض کرتا ہے کہ حضور اپنے نیاز مندوں کو اس کی قوم کی ہدایت کے واسطے بھیج دیں اور آپ اسے یہ جواب دیں کہ ہمیں اشاعت اسلام اور ہدایت خلق سے جان زیادہ محبوب ہے وہاں جو جائیں گے وہ مارے جائیں گے اس لئے بخوف جان اس موقع پر اعلاء کلمۃ اللہ میں ہی کوشش نہیں کی جاتی۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ سب خرافات ہیں وہاں بمقابلہ اعلاء کلمۃ اللہ کے جان کی کچھ پرواہ نہ تھی ادھر خود صحابہ کرام کو شوق شہادت گدگدا رہا تھا اور جوش میں بھرے ہوئے تھے۔ شہادت ایک بڑا رتبہ ہے چنانچہ اس واقعہ بیر معونہ میں مقاتلہ کرنیوالے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جب شہید ہو گئے اور ان میں سے حضرت منذر بن عمرو رہ گئے تو کفار نے ان سے کہا کہ آپ چاہیں تو ہم آپ کو امن دیں مگر آپ کے آرزومندِ شہادت دل نے ہرگز نہ مانا اور آپ نے بمقابلہ شہادت کے امن کو قبول نہ فرمایا (کذافی مدارج النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۱۸۱)[4] یہ تو عرض کیا

---

[1]....ترجمہ: نیکوں کے کام کو خود پر قیاس مت کرو۔ (محمد مدثر رضا المدنی)

[2]....یہ سطر اور اس سے قبل مذکور مصرع دونوں مکتبہ مشرق، بریلی کے نسخہ میں چھپنے سے رہ گئے ہیں۔

[3]....ترجمہ: ہم دوست کے واسطے جان دینے کو بھی دوست رکھتے ہیں۔ (محمد مدثر رضا المدنی)

[4]....ترجمہ: اسی طرح مدارج النبوۃ جلد ۲ کے صفحہ ۱۸۱ پر ہے۔

گیا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دین پر جان تصدق کرنے ہی کے لئے روانہ فرمایا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ سب شہید ہو جاویں گے مگر جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضور کے لئے قبل واقعہ علم شہادت صحابہ تسلیم کر لینے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف قتل عمد کی نسبت کرنا پڑے گی تو کیا وہ منذر ابن عمرو صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خودکشی کا الزام لگائے گا کہ انھوں نے باوجود امن پانے کے شہادت ہی کو اختیار فرمایا اور اسی طرح حضرت عمرو بن امیہ ضمری اور حارث پر بھی کہ یہ حضرات اونٹوں کو چراگاہ میں لے گئے تھے جب واپس آئے اور لشکر گاہ کی طرف متوجہ ہوئے پرندوں کو گرد لشکر کے دیکھا اور گرد وغبار اٹھا معلوم ہوا اور کافروں کے سواروں کو بلندی پر کھڑا اور اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید دیکھا تو آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب مصلحت کیا ہے عمرو بن امیہ ضمری کی رائے ہوئی کہ سید کائنات کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا جائے حارث نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اب بہم پہنچی ہوئی شہادت بہت غنیمت ہے چنانچہ انھوں نے کفار سے مقاتلہ کیا اور ان میں سے چار آدمیوں کو قتل کر کے حارث خود بھی شہید ہو گئے۔ كَذَا فِيْ صَحِيْحِ الْمُسْلِمِ وَمَدَارِجِ النُّبُوَّةِ۔[1] اب یہاں

دیکھئے: (مدارج النبوة، قسم دوم: در ولادت و رضاعت.....، باب چهارم: قضيهٔ هجرت ومبادى، وصل قصهٔ قتل حمزه رضى الله عنه، سريه بير معونه، الجزء 2، صفحه 144، سطر 17 تا 19، مكتبه نوريه رضويه، سكهر، طباعت اول 1397هـ/1977م [*مدارج النبوۃ کے الفاظ یہ ہیں:* مسلمانان با كفار در مقاتله چندان كشش و كوشش نمودند كه تمامه اصحاب شهيد شدند الا منذر بن عمرو با او گفتند اگر خواهى ترا امان دهيم او امان ايشان را قبول نكرد وبا ايشان مقاتله كرد تا شهيد شد۔]

[1]....مدارج النبوة، قسم دوم: در ولادت و رضاعت.....، باب چهارم: قضيهٔ هجرت ومبادى، وصل قصهٔ قتل حمزه رضى الله عنه، سريه بير معونه، الجزء 2، صفحه 144، سطر 18 تا 24، مكتبه نوريه رضويه، سكهر، طباعت اول 1397هـ/1977م [*مدارج النبوۃ کے الفاظ یہ ہیں:* وعمرو بن اميه ضمرى وحارث صمه كه شتر آنرا بچراگاه برده بودند چون باز امدند و خواستند كه با لشكر گاه بيايند مرغان را ديدند كه لشكر بر مى آيند وغبارى و گردى انگيخته شده است وسواران كافران ايستاده بر بلندى رفتند و نگاه كردند ياران را ديدند كه همه كشته افتادند بايكديگر گفتند كه مصلحت چيست عمرو گفتند كه مصلحت آنست كه پيش رسول صلى الله عليه وسلم رويم وحضرت را ازين حال خبردار گردانيم حارث ازين راے ابا نموده و گفت كه شهادتى بهم رسيده بهم رسيده است وجود آن غنيمت است پس متوجه كفار شد وبنياد مقابله نموددو كس ازيشان بدوزخ فرستاد عاقبت مشركان هر دو دستگير كردند وحارث باوجود آنكه از سر خون او در گذشته بودند باز جنگ آغاز كرد تا دو كس ديگر را بقتل رسانيده شهيد شد۔]

سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا شوق شہادت ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے امن وعافیت کو چھوڑ کر شہادت حاصل کرنے میں سعی کی اور کامیاب ہوئے اب جس طرح کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے قصداً دیدہ و دانستہ اپنی جان ہلاکت میں ڈالی اور خودکشی کی اسی طرح یہ کہنا بھی کسی ایمان والے کا کام نہیں ہے کہ فخر عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم دیدہ دانستہ صحابہ کو روانہ فرما کر قتل عمد کے مرتکب ہوئے۔ والعیاذ باللہ۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی جانیں راہ خدا میں نذر کیں اور ان جانوں کے اس سے عمدہ طور پر کام آنے کا کوئی موقع نہ تھا جان کی بڑی قیمت یہی تھی کہ راہ خدا میں نثار ہوگئی یہ کہنا کہ اس حادثہ کا اگر حضرت کو علم ہوتا تو صحابہ کو نہ بھیجتے اور صحابہ کو علم ہوتا تو وہ نہ جاتے صریح فخر عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر الزام لگانا ہے کہ جب جان تصدق کرنے کا موقع آتا اور یہ سمجھتے کہ جان جاتی ہے تو درگزر کر جاتے اور ہم لوگوں کی طرح خیال کرتے کہ کون مفت خطرہ میں جان ڈالے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ توبہ کیجئے صحابہ اور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی یہ شان نہیں کہ دین پر جان نثار کرنے میں دریغ کر جائیں جان جاتی دیکھیں تو اسلام کی اشاعت کے پاس تک نہ آئیں بلکہ یہ حضرات جب سمجھ لیں کہ اب جان نذر کرنے کا موقع ہے تو بڑی خوشی اور شوق سے جان نذر کردیں جیسا کہ میں اوپر صحابہ کے واقعات سے ثابت کر چکا ہوں ۔

میں پہلے ہی سر شوق سے مقتل میں جھکا دوں[1]
لے جان اگر خنجرِ فولاد تمہارا

تو اس صورت میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا معاملہ سے واقف ہونا کس طرح مانع[1] روانگی صحابہ ہوتا۔ اب بحمد اللہ تعالی معترض کا اعتراض بالکل باطل ہوگیا اور حضور کا صحابہ کرام کو باوجود پیش آنیوالے واقعات پر مطلع ہونے کے روانہ فرما دینا قابل اعتراض نہ رہا پھر حضور کا یہ روانہ فرما دینا اگرچہ کسی طرح قابل اعتراض نہیں مگر اللہ عقل اور ایمان نصیب فرماوے تو معلوم ہو کہ حضور کی اس میں بہت سی مصلحتیں اور حکمتیں تھیں کہ ان سب کا علم بھی خاصانِ خدا ہی کو ہے اور جس قدر علم ہمیں عنایت ہوا بقدر اس کے لکھ دینا بھی اس مختصر رسالہ میں دشوار ہے لہذا

---

[1]....میں پہلے سر شوق سے مقتل میں جھکا دوں۔۔۔۔واقف ہونا کس مانع (م،ص134)

کچھ بطور نمونہ پیش کیا جاوے اسی واقعہ بیر معونہ میں صحابہ کا دلیری اور جواں مردی کے ساتھ حکم پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعمیل میں پروانہ وار جان نثار کرنا اور جان دینے میں خوش ہونا عجیب قابل یادگار اور دل پر اثر کرنے والی بات ہے جس سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قوت ایمانی اور محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اندازہ ہوتا ہے اور خلق اللہ کو ایسے پر اثر واقعات سے ہدایت ہوتی ہے بخاری شریف میں ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیر معونہ پر پہنچے اور انھوں نے حضور سراپا نور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکتوب مرغوب حرام بن ملحان کو دیا کہ عامر بن طفیل کے پاس لیجائیں حرام دو شخصوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے جب اس قوم کے نزدیک پہنچے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ تم یہیں رہو میں جاتا ہوں اگر ان لوگوں نے مجھ کو امن دی تو تم بھی چلے آنا اور اگر مجھے مار ڈالا تو تم اصحاب کے ساتھ جا ملنا پھر حرام ابن ملحان نے ان لوگوں سے کہا امن دو تو میں تمہیں خدا کے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیام پہنچاؤں حرام ابن ملحان گفتگو ہی کر رہے تھے کہ ایک شخص نے جو ان کے پیچھے تھا ان لوگوں کے اشارہ سے ان پر حملہ کیا اور نیزہ مارا کہ وہ حرام کے بدن کے دوسری طرف نکل آیا اس حالت میں حرام بن ملحان کی زبان سے جو کلمے نکلے ہیں[1] رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھنے والوں کو اس کا کچھ لطف آئے گا حالت تو یہ کہ نیزہ سینہ سے پار ہو گیا اب خون چہرہ اور تمام بدن کو رنگین کر رہا ہے، اور زبان پر کیا مبارک کلمہ ہے الله اكبر فزت ورب الكعبة رب کعبہ کی قسم میری آرزو پوری ہوگئی اور مطلب حاصل ہو گیا مراد مل گئی یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل پورے طور پر ہو گئی رتبہ شہادت ملا سبحان اللہ ایک تو یہ دل تھے جو یوں دلیرانہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں جان نذر کرتے تھے اور ایک یہ زمانہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی تنقیص اور حضور اقدس کی صفت کمال کے انکار میں رات دن سرگرم ہیں ’’فلما نزلوها قال بعضهم لبعض أيكم يبلغ رسالة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم أهل هذا الماء فقال حرام بن ملحان أنا فخرج بكتاب رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إلى عامر بن الطفيل وكان على ذلك الماء فلما أتاهم حرام بن ملحان لم ينظر عامر بن الطفيل فى كتاب رسول الله صلّى الله عليه

---

[1] .... حرام بن ملحان کی سے جو کلمے نکلے ہیں (م،ص134)

وسلّم فقال حرام بن ملحان يا أهل بئر معونة إني رسول رسول الله إليكم[1] وإني أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا عبده ورسوله فآمنوا بالله ورسوله فخرج إليه رجل من كسر البيت برمح فضربه به في جنبه حتى خرج من الشق الآخر فقال :الله أكبر فزت ورب الكعبة''[1][2] (كذا في الخازن، ص۳۰۲، ومدارج النبوة، ص۱۵)

* * *

[1]....يا أهل بئر معونة إلى رسول رسول الله إليكم (م،ص135)

---

[1] . . .لباب التأويل في معاني التنزيل(تفسير الخازن)، پاره 4،سورة آل عمران(3)، تحت الآية﴿وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا﴾[آيت169]، الحزء1، صفحه318، دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولى 1415هـ

☆مدارج النبوة،قسم دوم :در ولادت و رضاعت.....،باب چهارم:قضيۂ هجرت ومبادى ،وصل قصۂ قتل حمزه رضى الله عنه،سريه بير معونه،الحزء2، صفحه143,144،مكتبه نوريه رضويه، سكهر، طباعت اول 1397هـ/1977م

☆الصحيح البخارى، كتاب المغازى،باب غزوة الرجيع ورعل وذكوان، وبئر معونة، وحديث عضل و القارة، وعاصم بن ثابت وخبيب و اصحابه،رقم الحديث4091، صفحه1001،دار الفكر للنشر والتوزيع، بيروت، الطبعة:1425,1426هـ/2005م[ولفظه:حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، قَالَ :حَدَّثَنِي أَنَسٌ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :بَعَثَ خَالَهُ، أَخٌ لِأُمِّ سُلَيْمٍ، فِي سَبْعِينَ رَاكِبًا وَكَانَ رَئِيسَ المُشْرِكِينَ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ، خَيَّرَ بَيْنَ ثَلاَثِ خِصَالٍ، فَقَالَ :يَكُونُ لَكَ أَهْلُ السَّهْلِ وَلِي أَهْلُ المَدَرِ، أَوْ أَكُونُ خَلِيفَتَكَ، أَوْ أَغْزُوكَ بِأَهْلِ غَطَفَانَ بِأَلْفٍ وَأَلْفٍ؟ فَطُعِنَ عَامِرٌ فِي بَيْتِ أُمِّ فُلاَنٍ، فَقَالَ :غُدَّةٌ كَغُدَّةِ البَكْرِ، فِي بَيْتِ امْرَأَةٍ مِنْ آلِ فُلاَنٍ، ائْتُونِي بِفَرَسِي، فَمَاتَ عَلَى ظَهْرِ فَرَسِهِ، فَانْطَلَقَ حَرَامٌ أَخُو أُمِّ سُلَيْمٍ وَهُوَ رَجُلٌ أَعْرَجُ، وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي فُلاَنٍ، قَالَ :كُونَا قَرِيبًا حَتَّى آتِيَهُمْ فَإِنْ آمَنُونِي كُنْتُمْ، وَإِنْ قَتَلُونِي أَتَيْتُمْ أَصْحَابَكُمْ، فَقَالَ :أَتُؤْمِنُونِي أُبَلِّغْ رِسَالَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُمْ، وَأَوْمَئُوا إِلَى رَجُلٍ، فَأَتَاهُ مِنْ خَلْفِهِ فَطَعَنَهُ، -قَالَ هَمَّامٌ أَحْسِبُهُ -حَتَّى أَنْفَذَهُ بِالرُّمْحِ، قَالَ :اللَّهُ أَكْبَرُ، فُزْتُ وَرَبِّ الكَعْبَةِ، فَلُحِقَ الرَّجُلُ، فَقُتِلُوا كُلُّهُمْ غَيْرَ الأَعْرَجِ، كَانَ فِي رَأْسِ جَبَلٍ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا، ثُمَّ كَانَ مِنَ المَنْسُوخِ :إِنَّا قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلاَثِينَ صَبَاحًا، عَلَى رِعْلٍ، وَذَكْوَانَ، وَبَنِي لَحْيَانَ، وَعُصَيَّةَ، الَّذِينَ عَصَوُا اللَّهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

[2]....ترجمہ: جب صحابہ کرام بیر معونہ پر اترے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تم میں سے کون ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچائے گا؟ حرام بن ملحان بولے: میں پہنچاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب لئے عامر بن طفیل کی جانب چل دیئے جو بیر معونہ کے پانی پر کھڑا تھا، جب حرام ان کے پاس پہنچے تو عامر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب نہ دیکھا۔ حرام نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے بیر معونہ کے باسیو! میں تمہاری جانب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے خاص بندے اور رسول ہیں سو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اسی اثنا میں کسی گھر کے کنارے سے ایک شخص نیزہ لئے بر آمد ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے وہ نیزہ آپ کے پہلو میں پرو دیا حتی کہ نیزہ دوسری جانب سے باہر نکل آیا اس پر آپ نے فرمایا: اللہ اکبر، رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

صحابہ کی اس طرح جاں نثاریاں تو ایمان والوں کے دلوں میں محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تخم کاری کے لئے نسخہ اکسیر ہیں علاوہ بریں حضور کی خبر نہ دینے اور تحمل فرمانے میں اور بہت سی حکمتیں ہیں چنانچہ اسی واقعہ بیر معونہ میں جب حارث رضی اللہ عنہ خود اپنے شوق سے مقاتلہ کر کے شہید ہو گئے اور عمرو بن عمیر ضمری باقی رہ گئے اور عامر بن طفیل نے ان کو شہید نہ کیا بلکہ پیشانی کے بال پکڑ کے چھوڑ دیا اور مدینہ منورہ حاضر ہونے کی رخصت دی اور یہ دریافت کیا کہ ان شہدا سے آپ واقف ہیں فرمایا کہ ہاں واقف ہوں تب وہ اُٹھ کر شہدا کے مقتل میں آیا اور ہر ایک کا نام ونسب دریافت کرنے لگا اور یہ کہنے لگا کہ کوئی صاحب ایسے تم میں تھے جن کی نعش یہاں نہیں ہے۔ عمرو نے فرمایا کہ ہاں عامر بن فہیرہ جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے بندہ آزاد کردہ شدہ تھے وہ ان میں نہیں ہیں کہا کہ وہ کیسے آدمی تھے فرمایا کہ وہ بڑے فاضل اور پرانے مسلمان تھے عامر بن طفیل کافر نے کہا کہ ان کی شہادت کے وقت میں نے بچشم خود دیکھا کہ وہ آسمان کی جانب اٹھا لئے گئے (ف) عامر بن طفیل کا ایسا عجیب وغریب واقعہ دیکھنا اور خود اس کو بیان کرنا اور پھر اس جماعت کے قتل سے پشیمان نہ ہونا اور ایمان سے محروم رہنا تعجب خیز اور اس کی کور باطنی اور شقاوت ازلی کی صاف نظیر ہے مگر پھر بھی وہ تو کافر تھا مسلمان صورتوں کا آیتیں اور حدیثیں اور عجیب عجیب واقعات کتابوں میں دیکھنے کے بعد بھی علم عظیم نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا انکار ہی کئے جانا اور نصوص پا کر بھی مطمئن نہ ہونا بلکہ اپنے قیاسات فاسدہ اور اوہام باطلہ سے اس علم عظیم پر اعتراض کرنا حیرت انگیز ہے اللہ جل شانہ ہدایت فرمائے۔

بنی کلاب میں ایک اور شخص حیار بن سلمی بھی انھیں کفار میں تھا اس سے منقول ہے کہ جب میں نے عامر بن فہیرہ کے نیزہ مارا اور وہ دوسری طرف نکل آیا تو میں نے ان کی زبان سے یہ کلمہ سنا ''فُزْتُ وَاللّٰہِ'' [اللہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا] اور یہ دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے، اس وقت مجھے یہ فکر ہوئی کہ اس لفظ سے کیا مراد تھی تو میں ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس گیا اور انہیں تمام حال سنایا کہنے لگے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ خدا کی قسم میں نے مراد پالی میں نے یہ سن کر ضحاک سے کہا کہ مجھے مسلمان کر لیجئے اور میں مسلمان ہو گیا اور یہ واقعہ میرے اسلام لانے کا باعث ہوا سبحان اللہ سعادت مندوں کو جیسے اس حال کے مشاہدہ سے ایمان نصیب ہوا

ویسے ہی اس کے استماع سے بھی صدہا برکات حاصل ہوئے مخالفین اب تو سمجھے ہوں گے کہ حضور کے اطلاع نہ دینے میں حکمتیں تھیں پھر اطلاع نہ دینا علم نہ ہونے کو مستلزم نہیں۔ ہر چند کفار نے سوال کئے مگر حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے انہیں وقت قیامت پر مطلع نہ فرمایا پھر اگر یہ راز تھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے ظاہر فرما دیتے اس سینہ مبارک میں اللہ کے ہزاروں راز مخزون تھے حضور امین تھے یہ شان تحمل کی ہے کہ ایسے ایسے موقعوں پر سکوت فرما دیں اور کام اللہ جل شانہ کی سپرد کر دیں کہ وہ خود بھی تو عالم ہے جو اس کی مرضی مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عارفاں کہ جام حق نوشیدہ اند
رازہا دانستہ و پوشیدہ اند
ہر کرا اسرار کار آموختند
مہر کردند و دہانش دوختند[1]
بر لبش قفل است و در دل رازہا
لب خموش و دل پراز آوازہا[2]
گوش آنکس گوشد اسرار جلال
کو چو سوسن صد زباں افتاد لال[3]
تانگوید سر سلطاں را بکس
تا نہ ریزد قند را پیش مگس[4]
سرّ غیب آنرا سزد آموختن
کہ ز گفتن لب تواند دوختن

---

[1]....مثنوی معنوی، دفتر پنجم، وآنک دلش باز بدآں گناہ رغبت می کند....، بیت 2239,2240، صفحہ 1145، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، طبع 2004

[2]....مثنوی معنوی، دفتر پنجم، وآنک دلش باز بدآں گناہ رغبت می کند....، بیت 2238، صفحہ 1145، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، طبع 2004

[3]....مثنوی معنوی، دفتر سوم، بیت 21، صفحہ 488، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، طبع 2004

[4]....مثنوی معنوی، دفتر سوم، بیت 20، صفحہ 488، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، طبع 2004

درخور ودریا نشد جز مرغ آب
فہم کن واللہ اعلم بالصواب[1][2]

بایں ہمہ سرور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس پیش آنے والے حادثہ کی طرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے روانہ فرمانے سے قبل اشارہ فرما دیا تھا چنانچہ یہ الفاظ صحاح ستہ کی کتابوں میں مروی ہیں۔ ''**فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ((انی اخشی علیهم اهل نجد))**''[3][4]

شرح

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنے حجرے کے دروازے پر جھگڑے کو سنا آپ نے باہر تشریف لا کر فرمایا کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں۔ میرے

---

[1]....مثنوی معنوی، مثنوی مولوی معنوی، دفتر سوم، دعا کردن موسی آں را تا بایمان رود از دنیا، بیت 2287, 2288، صفحہ 677، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، طبع 2004

[2]....ترجمہ: عارفوں نے جام حق نوش کیا، کئی رازوں کو جاننے کے باوجود انہوں نے پوشیدہ رکھا، ہر جس کو راز کی باتیں سکھاتے ہیں تو اس کو مہر کر دیتے ہیں اور اس کا دہن سی دیتے ہیں، ان کی زبان پر قفل اور دل میں راز ہیں، لب خاموش اور دل اس سے پُرآواز ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے راز اس شخص کا کان سنتا ہے، جو سوسن کی طرح سو زبانوں کے باوجود گونگا ہے، تاکہ وہ شاہ کا راز ہر کسی شخص سے نہ بیان کر بیٹھے، اور تاکہ وہ قند کو مکھی کے آگے نہ گرا دے، غیب کا راز سیکھنا اسی کے لئے مناسب ہے جو بولنے سے اپنے لب کو سی لے، دریائی پرندہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے روا نہیں ہے کہ وہ دریا میں کود پڑے، اس بات کو سمجھو، درست بات کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (محمد مدثر رضا المدنی)

[3]....بیر معونہ والے واقعہ میں ان صحابہ رضوان اللہ علیہم کو نجدیوں نے صدمے پہنچائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی فرما دیا تھا، مگر نجدی مذہب والوں کو اب اس نجدیوں والے واقعہ سے خوب استدلال کرنے کا موقع ہاتھ آیا مگر بحمدہ تعالی اہل حق کی طرف سے بھی خوب خوب جواب پائے۔ شفقت حسین سلمہ۔ ۱۲

[4]....لباب التأويل فی معانی التنزيل (تفسير الخازن)، پارہ 4، سورة آل عمران (3)، تحت الآية ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا﴾ [آیت 169]، الجزء 1، صفحہ 318، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی 1415ھ

ترجمہ: مجھے میرے صحابہ پر اہل نجد سے اندیشہ ہے۔

نوٹ: یہی الفاظ اسد الغابہ 138 / 3، تاریخ الطبری 546 / 2، تفسیر الثعلبی 202 / 3، تفسیر البغوی 635 / 1، تفسیر خازن 318 / 1، جوامع السیرۃ لابن حزم 142 / 1، الدر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر 162 / 1 اور تاریخ الخمیس للدیار بکری 452 / 1 میں بھی مذکور ہیں۔

پاس خصم یعنی جھگڑنے والے آتے ہیں شاید بعض تمہارا بعض سے خوش بیان ہو اس کی خوش بیانی سے میں اس کو سچا جانوں اور اس کے حق میں فیصلہ کر دوں پس جس کو میں حق مسلمان کا دلاؤں وہ سمجھے کہ جہنم کا ایک ٹکڑا میں دلاتا ہوں۔ [1] اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب داں نہ تھے اگر غیب جانتے تو خلاف فیصلہ کا آپ کو کیوں خوف ہوتا۔

جواب:

ناظرین باانصاف کو مخالفین کے شبہے دیکھتے دیکھتے یہ تو خوب ظاہر ہو گیا ہوگا کہ یہ حضرات اپنے مدعا کے ثابت کرنے سے عاجز ہو کر اب محض زبان درازی پر آگئے ہیں۔ اور صرف اپنے قیاسات فاسدہ سے استدلال کرنے لگے ہیں یہ حدیث جو معترض نے پیش کی ہے اس میں ایک حرف بھی ایسا نہیں کہ جو حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم جمیع اشیاء کے انکار میں ذرا بھی مدد دے۔ اسالیب کلام کی معرفت سے تو یہ حضرات بالکل پاک ہیں اس کا تو ان پر کسی طرح بھی الزام نہیں آسکتا۔ فہم مبارک نے اس حدیث سے کیا سمجھا کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امور غیب کا علم تعلیم نہیں ہوا۔ سبحان اللہ یہ فہم قابل تحسین و آفریں ہے سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصود اس تمام کلام سے تہدید ہے کہ لوگ ایسا ارادہ نہ کریں کہ دوسروں کا مال لینے کے لئے زبانی قوتیں خرچ کریں حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: رواہ الترمذی، ((فَإِنْ قَضَيْتُ لِأَحَدٍ مِنكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ)) [2] یعنی اگر میں تم میں سے کسی کو دوسرے کی چیز دلا دوں تو وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہے مراد تو یہ ہے کہ تم جو باتیں بناؤ تو اس سے حاصل کیا بفرض محال اگر میں تمہاری تیز زبانی اور شیریں بیانی سن

---

[1] ....الصحیح البخاری، کتاب المظالم والغصب، باب اثم من خاصم فی باطل وھو یعلمہ، رقم الحدیث 2458، صفحہ 588، دار الفکر للنشر والتوزیع، بیروت، الطبعۃ: 1425,1426ھ/2005م [بلفظ: عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ سَمِعَ خُصُومَةً بِبَابِ حُجْرَتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنَّهُ يَأْتِينِي الخَصْمُ، فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ، فَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَدَقَ، فَأَقْضِيَ لَهُ بِذَلِكَ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ، فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ، فَلْيَأْخُذْهَا أَوْ فَلْيَتْرُكْهَا]

[2] ....سنن الترمذی، ابواب الاحکام، باب ما جاء فی التشدید علی من یقضی لہ بشیء لیس لہ ان یاخذہ، رقم الحدیث 1339، الجزء 3، صفحہ 17، دار الغرب الإسلامی، بیروت، سنۃ النشر 1998م

کر تمہیں دوسرے کا حق دلا دوں تو بھی فائدہ کیا وہ تمہارے کام کا نہیں بلکہ تمہارے ہی لئے وہ دوزخ کی آگ کا ٹکڑا ہے تو تم دوسرے کا حق لینے میں کوشش ہی نہ کرو مقصود تو یہ تھا معترض صاحب نے اس سے انکار علم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر استدلال کیا اگر حضرت کسی کا حق (معاذ اللہ) کسی دوسرے کو دلا دیتے تو بھی کچھ جائے عذر ہوتی کہ اب تو کچھ شبہ کا موقع ہے کہ حضرت نے کسی کا حق تھا کسی کو دلا دیا مگر یہاں شبہ کو کچھ بھی علاقہ نہیں کہ حضور نے ایک کا حق دوسرے کو دلا نہ دیا بلکہ جو لفظ فرمائے وہ بھی قضیہ شرطیہ جو صدق مقدم کو مقتضی نہیں ایک فرض محال ہے یعنی ایک ناممکن بات کو محض تہدید کی غرض سے فرض کر لیا ہے اگر بالفرض ایسا ہو تو بھی تمہیں کچھ فائدہ نہیں معترض صاحب ذرا مہربانی کیجئے اور اپنے اجتہاد کو زیادہ نہ صرف فرمائیے ورنہ ایسا ہی شرطیہ قرآن شریف میں بھی وارد ہے ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ﴾[1] یعنی فرما دیجئے اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اگر رحمٰن کے ولد ہو تو میں پہلا عبادت کرنے والا ہوں کہیں اس اجتہاد کی بنا پر یہ نہ کہنا حضرت کو خدا تعالیٰ کے بیٹا ہونے کا بھی خطرہ تھا (معاذ اللہ) یہ شرطیہ ہے اور شرطیات مقدم کے صدق کو مستلزم نہیں ہوتے بلکہ فرض محال تک بھی ہوتا ہے چنانچہ اس آیت میں ایک محال فرض کیا گیا ہے اور علیٰ ہذا اس حدیث میں بھی جس سے آپ اپنے مدعائے باطل پر سند لانا چاہتے ہیں مقدم میں فرض محال ہے یہ ناممکن ہے کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلہ سے کسی کا حق کسی دوسرے کو پہنچ جائے ادب کرو اور رسول کا مرتبہ سمجھو (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اب ذرا شرح مشارق کا مطالعہ کرو ”**وان قوله عليه السلام فمن قضيت له بحق مسلم الخ شرطية وهى لا تقتضى صدق المقدم فيكون من باب فرض المحال نظراً الىٰ عدم جواز قراره على الخطاء ويجوز ذالك اذا تعلق به غرض كما فى قوله تعالىٰ ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ﴾ والغرض فيما نحن فيه التهديد والتفزيع على اللسن والاقدام على تلحين**

---

[1]....القرآن الکریم ، پارہ25، سورۃ الزخرف(43)، آیت81

الحجج فی اخذ اموال الناس’’[1]

شبہ:

حضرت کو شہد بہت پسند تھا اور آپ حضرت زینب کے پاس اکثر تشریف فرما ہو کر شہد نوش فرماتے تھے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس اول حضرت تشریف لائیں وہ آپ سے یہ کہہ دے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے آپ فرمائیں گے کہ میں نے تو شہد پیا ہے تو یہ جواب دے کہ شہد کی مکھی مغافیر پر بیٹھی ہوگی پس چونکہ آپ کو بدبو سے نفرت ہے آپ شہد پینا ترک فرمادیں گے اور حضرت زینب کے پاس نشست کم ہو جائیگی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سرور عالم نے قسم کھائی کہ اب کبھی شہد نہ پیوں گا اس پر یہ آیت اتری ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾[2] اگر حضرت غیب داں ہوتے تو کیوں ایک بنائی ہوئی بات پر شہد چھوڑنے کی قسم کھالیتے؟

جواب:

ہزار فکریں کیں اور بیچارے مخالفین لکھتے لکھتے پریشان ہو گئے مگر آج تک اتنا ثابت نہ کر سکے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو فلاں چیز کا علم حضرت حق سبحانہ تعالےٰ نے مرحمت ہی نہیں فرمایا نہ اِس مضمون کی کوئی آیت پیش کرنے کی جرأت ہوئی نہ حدیث دکھانے کی ہمت

---

[1].... شرح مشارق

ترجمہ: نبی محتشم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا قول ((فمن قضیت له بحق مسلم الخ)) جملۂ شرطیہ ہے جو مقدم کے صدق کو مستلزم نہیں پس چونکہ قضائے نبوی کا خطا پر مستقر ہونا ناممکن ہے اس لئے یہ کلام ایک محال بات کو فرض کرنے کے قبیل سے ہے اور جب ''محال کو فرض کرنے'' سے کوئی غرض متعلق ہو تو یوں کلام کرنا جائز ہوتا ہے جیسا کہ رب تعالی کے فرمان ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ﴾ (تم فرماؤ بفرضِ محال رحمٰن کے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا۔) میں ہے اور جس بارے ہم کلام کررہے ہیں اس میں غرض یہ ہے لوگوں کے مال ہتھیانے کے لئے حجتیں قائم کرنے اور جھگڑنے پر تہدید و تفزیع کی جائے۔

[2]....القرآن الکریم ، پارہ 28، سورۃ التحریم (66)، آیت 1

ترجمۂ کنز الایمان: اے غیب بتانے والے (نبی) تم اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی۔

ہاں قیاس فاسد سینکڑوں ایجاد کر ڈالے تو ایسے فاسد قیاس کیا عقلاء کے نزدیک قابل التفات ہیں؟ یوں تو شیطانی قیاس والوں کو کلام الٰہی پر شبہے سوجھیں گے اور وہ یہ کہہ سکیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت ہر چیز کا علم حاصل نہیں ہے جب چاہتا ہے کسی ترکیب سے کسی چیز کا علم حاصل کر لیتا ہے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ کو یہ خبر ہی نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کون اتباع کرے گا اور کون نہ کرے گا جب تو اس نے نماز میں قبلہ بدل دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے میں پھر گئے اس سے معلوم ہو گیا کہ جنہوں نے اس میں حضرت کی موافقت کی اور کچھ چون وچرا نہ کیا نہ کوئی بحث کی تو وہ اتباع کرنے والے ہیں باقی غیر متبع چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ﴾[1] اس آیت میں ''اِلَّا لِنَعْلَمَ'' کے لفظ سے صاف شبہ پیدا ہوتا ہے مگر یہ وہی شیطانی شبہ ہے کیا قابل التفات ہو ایسے ایسے قرائن عدم علم کے ہرگز نہیں ہوتے اللہ جل شانہ علیم وخبیر ہے اس نے اب علم حاصل نہیں کیا ہے مگر ایسے لفظوں سے یہ معنے سمجھ لینا اور انکار علم میں سند لانا کورباطنی اور نابینائی ہے ورنہ قرآن پاک میں ایسے ایسے ہزاروں شبہے کج طبع لوگوں کی طبعیتیں پیدا کریں گی اور وہ سب ان کی کوتاہ فہمی کا نتیجہ ہو گا جو ایک مجذوب کی بڑ یا ہزیان سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم عظیم کے انکار میں مخالفین رات دن حیلہ ڈھونڈتے رہتے ہیں اور شبہ تلاش کرتے ہیں اور ان کو اپنے اس مدعا کی سند بناتے ہیں مگر اس سے کیا نتیجہ یہ سب کوششیں بے سود ہیں یہی شبہ تحریم والا جو ہمارے مخالفین نے پیش کیا ہے ایسا لچر ہے جس سے کوئی دانا عدم علم نہیں نکال سکے گا حضور نے اگر شہد چھوڑ دیا تو اس کو علم سے کیا علاقہ قرآن پاک کے مبارک لفظ یہ ہیں ﴿تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ﴾[2] جس سے ظاہر ہے کہ پاس خاطر ازواج مطہرات کا منظور خاطر اقدس تھا اس لئے شہد چھوڑ دیا اس کو علم سے کیا

---

[1]....القرآن الکریم، پارہ2، سورۃ البقرۃ(2)، آیت143

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

[2]....القرآن الکریم، پارہ28، سورۃ التحریم(66)، آیت1

ترجمۂ کنز الایمان: اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو۔

واسطہ حضور خوب جانتے تھے کہ اس میں بدبو نہیں ہوتی مگر ازانجا کہ طبع شریف میں کمال تحمل و بردباری تھی اور حضور کے اخلاق کریمہ ایسے تھے کہ کسی کو ناراض اور شرمندہ کرنا گوارا نہ فرماتے تھے بناء علیہ اس وقت ازواج سے اس معاملہ میں سختی نہ فرمائی اور ان کی رضامندی کے لئے انہیں شہد چھوڑنے کا اطمینان دلا دیا پھر اس پر یہ بھی منع فرما دیا کہ اس کا کہیں ذکر نہ کیا جاوے مدعا یہ تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا جن کے پاس شہد پیا تھا انھیں شہد چھوڑنے کی اطلاع نہ دیجائے کیونکہ اس سے ان کو ملال ہوگا اور منظور ہی نہیں کہ کسی کی بھی دلشکنی ہو چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ جو امام بخاری و مسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کئے ہیں یہ ہیں **فَدَخَلَ عَلَى إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ: لَا بَأْسَ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَلَنْ أَعُودَ لَهُ وَقَدْ حَلَفْتُ لَا تُخْبِرِي بِذٰلِكِ أَحَدًا يَبْتَغِي مرضاة أَزْوَاجه**[1] یعنی حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کسی کے پاس جب سرور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تشریف لائے اور انھوں نے اپنا منصوبہ کہا کہ ہم حضور کے منہ سے مغافیر کی بو پاتے ہیں تو حضور نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ ہم نے تو زینب بنت جحش کے یہاں شہد پیا ہے ان تقریروں سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کو خوب معلوم تھا کہ ہمارے منہ سے بوئے مغافیر کو کوئی علاقہ نہیں مگر یہ بھی معلوم تھا کہ ان کا منشا یہ ہے کہ حضور شہد پینا ترک فرما دیں اس واسطے ان کی رضامندی کے لئے ارشاد فرمایا کہ اب ہم ان کی طرف پھر عود نہ کریں گے یعنی

---

[1]....مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، باب الخلع و الطلاق، الفصل الاول، رقم الحدیث 3135، صفحہ 292، مکتبہ رحمانیہ، لاھور، الطبعة: 2005م

☆الصحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ [التحریم: 1]، رقم الحدیث 5267، صفحہ 1353، دار الفکر للنشر و التوزیع -بیروت، الطبعة: 1425,1426ھ/2005م [بلفظ: فَدَخَلَ عَلَى إِحْدَاهُمَا، فَقَالَتْ لَهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ: لَا، بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، وَلَنْ أَعُودَ لَهُ. فَنَزَلَتْ: (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ) إِلَى (إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ) لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ: (وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ) لِقَوْلِهِ: بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا]

☆الصحیح المُسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الکفارة علی من حرم امرأته ولم ینو الطلاق، الرقم المسلسل 3568، صفحہ 702، دار الفکر للنشر و التوزیع، بیروت، الطبعة: 1424ھ/ 2004م [بلفظ: فَدَخَلَ عَلَى إِحْدَاهُمَا، فَقَالَتْ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، وَلَنْ أَعُودَ لَهُ، فَنَزَلَ (لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ) إِلَى قَوْلِهِ: (إِنْ تَتُوبَا) لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ، (وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا)، لِقَوْلِهِ: بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا]

قسم کھاتے ہیں پھر شہد نہ پئیں گے اور تم کسی کو اس شہد چھوڑنے کی خبر نہ دینا یہ اس لئے فرمایا کہ اگر حضرت زینب کو اس کی خبر پہنچے گی تو ان کی دلشکنی ہوگی چنانچہ علامہ علی قاری رحمۃ الباری مرقاۃ المفاتیح میں اسی ''لَاتُخْبِرِیْ'' کے متعلق فرماتے ہیں ''وَالظَّاھِرُ اَنَّہٗ لِئَلَّا یَنْکَسِرَ خَاطِرُ زَیْنَبَ مِنَ امْتِنَاعِہٖ مِنْ عَسَلِھَا''[1] غرض کہ اس حدیث شریف سے انکار علم مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کچھ مدد نہیں پہنچ سکتی نہیں معلوم کہ معترض کس نشہ میں ہے اور اس نے کیا سمجھ کر اعتراض کیا حدیث میں ایک لفظ بھی تو ایسا نہیں جس سے کسی طرح یہ ثابت ہو سکے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فلاں امر کا علم نہیں ملا۔

شبہ:

بخاری شریف میں ہے حضرت جابر کہتے ہیں میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے باپ کے قرضہ کے باب میں گیا اور دروازہ پر کھٹکا کیا حضور نے فرمایا کون ہے میں نے عرض کیا کہ میں حضور نے فرمایا کہ میں تو میں بھی ہوں گویا یہ کلمہ حضور کو ناپسند ہوا اگر حضرت غیب داں ہوتے تو کیوں دریافت کرتے کہ تم کون ہو حضور کو خود ہی معلوم ہو جاتا۔

جواب:

یہ شبہ بھی ایسا ہی واہی ہے جیسے اور اوپر گزر چکے کلام کی مراد سمجھ لینا کیا معنی معترض کو عبارت کا صحیح ترجمہ کرنا نہیں آتا رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ''مَنْ ذَا'' فرمانا یعنی یہ کون ہے؟ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم نہ ہونے کی دلیل نہیں ورنہ خود حضرت حق سبحانہ تعالٰی نے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ﴿کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی﴾[2] [تو کیونکر مردے جلائے گا؟] کے جواب میں فرمایا ﴿اَوَلَمْ تُؤْمِنْ﴾[2] کیا تم ایمان نہیں لائے تو معترض یہاں بھی کہہ

---

[1] ....مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب الخلع والطلاق، الفصل الاول، رقم الحدیث 3278، الجزء 5، صفحہ 2136، دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الأولی، 1422ھ 2002م [وفیہ: "والاظہر" مقام "الظاھر"]

ترجمہ: اور ظاہر یہ ہے کہ ''لَاتُخْبِرِیْ'' اس لئے فرمایا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کا شہد ترک کرنے کے باعث ان کی دل شکنی نہ ہو۔

[2] ....القرآن الکریم، پارہ3، سورۃ البقرۃ(2)، آیت260

دے گا کہ (معاذ اللہ) اگر اللہ جل شانہ عالم الغیب ہوتا تو یہ کیوں فرماتا کہ ''کیا تم ایمان نہیں لائے؟'' ہر جگہ سوال کی علت بے علمی نہیں ہوتی مگر جو حکمتیں نہ سمجھتے ہوں اور کلام کی مراد سے ناواقف ہوں وہ ایسے ہی واہی شبہے بیان کر سکتے ہیں ورنہ کسی مسلمان کو تو ہمت ہو نہیں سکتی، علی ھذا احادیث میں جابجا مذکور ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے کہ میرے بندے کیا کرتے ہیں تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے ہمارے معترض صاحب سے قبل آج تک کسی نے ایسے سوالات کو عدم علم کی دلیل نہ سمجھا مگر عجیب الفہم معترض صاحب ہیں کہ عجیب عجیب ایجادیں کرتے ہیں

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد کے آگے تو یہ دستور نہ تھا

یہاں تو حضور کے دریافت فرمانے میں جو حکمت ہے ایمان والوں کی آنکھیں اس سے بند نہیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم علیہ الصلوۃ والسلام کو جواب تعلیم فرمانا مقصود تھا کہ تم کسی کے مکان پر جاؤ اور وہ دریافت کرے کہ تم کون ہو تو ''میں'' نہ کہہ دیا کرو بلکہ نام بتلایا کرو اور ایک لفظ میں کہہ دینا جس سے تمیز نہ ہو سکے کہ کون صاحب ہیں، ناپسند ہے۔ آپ کو ابھی اس میں ہی شبہ ہے کہ مصطفے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو یہ علم نہ تھا کہ دروازہ پر کون ہے۔ استغفر اللہ۔ اے حضرت ان کے صحابہ کو ان کے آل اطہار کو انکے اولیاء امت کو انکے ملازمان بارگاہ کو یہ سب علوم روشن ہیں مگر ہماری آنکھیں کھلی ہوں تو ہمیں کچھ خبر ہو سنئے:

(۱) جب حضرت مولا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے کوفہ سے لشکر طلب فرمایا اور بہت سی قیل وقال کے بعد وہاں سے لشکر بھیجا گیا۔ لشکر کے آنے سے قبل حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خبر دی کہ کوفہ سے بارہ ہزار ایک مرد آتے ہیں آپ کے ہمراہیوں میں سے ایک صاحب لشکر کی گزرگاہ پر آن بیٹھے جب لشکر آیا ایک ایک آدمی کو گننا شروع کیا ایک بھی تو کم وبیش نہ تھا (از شواہد النبوۃ لمولانا عبد الرحمٰن الجامی قدس سرہ السامی)[1]

---

[1].... شواہد النبوۃ لتقویۃ یقین اہل الفتوۃ، رکن سادس در بیان شواہد ودلائل، امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم۔۔۔

(۲) حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بعضے سفروں میں جب کربلا ہو کر گزرے اور وہاں کچھ دیر ٹھہرے داہنے بائیں دیکھا اور واقعہ کربلا کی خبر دی۔ (شواہد، صفحہ ۱۶۴)[1]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسجد کوفہ میں نماز فجر سے فارغ ہو کر ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں مقام پر ایک مرد اور ایک عوت باہم لڑتے ہیں ان کو بلاؤ وہ بلا لایا جب وہ حاضر ہوئے فرمایا کہ آج رات تم میں بہت نزاع رہا جوان نے عرض کیا کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا

۔۔۔اللہ تعالیٰ وجہہ، صفحہ 154، رحمٰن گل پبلشرز، قصہ خوانی بازار، پشاور

شواہد النبوۃ فارسی کی عبارت یہ ہے "وازاں جملہ آنست کہ چون از کوفہ لشکر طلبید واز قال و قیل بسیار لشکر فرستادند پیش ازانکہ آن لشکر بوئے برسد فرمود کہ از کوفہ دوازدہ ہزار مرد ویك مرد مے ارندیکے از اصحاب وے گوید کہ چون من آن سخن را شنیدم بزرگاہ آں لشکر بنشستم ویك یك را بشمردم واللہ کہ ازانکہ فرمودہ بود نہ یك مرد کم بود نہ زیادت" ترجمہ: جس روز آپ نے کوفہ سے لشکر طلب کیا تو اہل کوفہ نے بصد قیل وقال لشکر بھیجا اس سے پیشتر کے لشکر آپ کے پاس آتا آپ نے فرمایا کہ کوفہ سے بارہ ہزار ایک آدمی آ رہے ہیں آپ کے ایک ساتھی نے جب آپ کی یہ بات سنی تو لشکر کی گزرگاہ پر بیٹھ گیا اس نے ایک ایک آدمی گنا اور اتنے ہی آدمی نکلے جتنے آپ نے بتائے تھے ان میں سے ایک کم نکلا نہ ایک زیادہ۔ (شواہد النبوۃ (اُردو)، صفحہ 286، مکتبہ نبویہ، لاہور، بار ہفتم 2013ء)

[1].... شواہد النبوۃ لتقویۃ یقین اہل الفتوۃ، رکن سادس در بیان شواہد و دلائل، امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، صفحہ 154، رحمٰن گل پبلشرز، قصہ خوانی بازار، پشاور

شواہد النبوۃ فارسی کی عبارت یوں ہے "در بعضے سفر ہا خود بکربلا رسید براست وچپ نگریست و گریان گریان از انجا بگذشت پس گفت واللہ اینست محل خوابانیدن شتران ایشان وموضع مردن ایشان اصحاب گفتند اے امیر المؤمنین این چہ موضع است فرمود کہ این کربلا است اینجا قومے را بکشند کہ بے حساب در بہشت در آئیذ بعد ازان برفت وہیچکس تاویل سخن وے ندانست تا آن روز کہ واقعۂ امیر المؤمنین حسین رضی اللہ عنہ واقع شد" ترجمہ: حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرزمین کربلا سے گزرے تو گریہ وزاری کرتے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے گزرے اور کہا: بخدا! ان کی شہادت اور ان کے اونٹوں کے مرجانے کے یہی موضع و محل ہیں، آپ کے ساتھیوں نے پوچھا: یہ کون سا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کربلا ہے یہاں ایک ایسی جماعت کو شہید کیا جائے گا جو بغیر حساب و کتاب جنت الفردوس میں داخل ہوگی یہ کہہ کر وہاں سے چلے آئے اور کسی کو ان باتوں کی تاویل سمجھ میں نہ آئی یہاں تک کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ سامنے آیا۔

(شواھد النبوۃ (اُردو)، صفحہ 286، مکتبہ نبویہ، لاھور، بار ھفتم 2013ء)

اور جب سے میں اس کے سامنے گیا مجھے اس سے نفرت آنے لگی اور اس عورت نے مجھ سے لڑنا شروع کیا جب حضور نے طلب فرمایا تھا اس وقت تک نزاع ہو رہا تھا۔ حضرت مولانا شاہ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اہل مجلس سے فرمایا کہ بہت باتیں ایسی ہیں جن کا سننا غیر کے سامنے ناپسند ہوتا ہے سب چلے گئے صرف وہ جوان اور عورت رہ گئے آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ تو اس جوان کو جانتی بھی ہے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ میں تجھے اس کی معرفت کراتا ہوں مگر تو منکر نہ ہو جانا عرض کرنے لگی میں ہرگز امر واقعی سے انکار نہ کروں گی فرمایا کیا تو فلاں شخص کی بیٹی نہیں ہے؟ عرض کیا ہوں، فرمایا کیا کوئی تیرے چچا کا بیٹا تھا جس کو تجھ سے محبت تھی اور تجھے اس سے، عرض کیا بیشک ایسا ہی تھا فرمایا کہ تو ایک رات ضرورت کے لئے باہر گئی تھی اس نے تجھے پکڑ لیا اور تیرے ساتھ مشغول ہوا تو حاملہ ہو گئی تو نے ماں کو اس کی خبر کی، باپ سے چھپایا۔ جب وضع حمل کا وقت آیا تیری ماں تجھے گھر سے باہر لے گئی جب لڑکا پیدا ہوا تو نے اس کو کپڑے میں لپیٹ کر گھوڑے پر ڈال دیا پھر ایک کتا اس کو سونگھنے لگا تو نے کتے کے پتھر مارا اور بچہ کے سر پر لگا اُس کا سر پھٹ گیا تیری ماں نے ایک کپڑا اپھاڑ کر اس کے سر پر باندھا اور پھر تم دونوں چلی گئیں اور تمہیں اس بچہ کا حال نہ معلوم ہوا اس عورت نے کہا بیشک ایسا ہی واقعہ ہوا اور میرے اور میری ماں کے سوا اسکی کسی کو خبر ہی نہ تھی پھر فرمایا جب صبح ہوئی فلاں قبیلہ نے اس بچہ کو لے کر اس کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بڑا ہو گیا اور اس قبیلہ کے ساتھ کوفہ میں آیا اور تیرے ساتھ نکاح کیا یہ وہی جوان ہے پھر جوان کو حکم دیا کہ سر کھولے اس نے سر کھولا سر پھٹنے کا نشان موجود تھا فرمایا کہ لے جا یہ تیرا بیٹا ہے اللہ نے حفاظت فرمائی اور اسے حرام سے بچایا۔ (شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۶۱)[1]

---

[1]…. شواہد النبوۃ لتقویۃ یقین اہل الفتوۃ، رکن سادس در بیان شواہد و دلائل، امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالی وجہہ، صفحہ 151,152، رحمٰن گل پبلشرز، قصہ خوانی بازار، پشاور ☆ شواہد النبوۃ (اُردو)، صفحہ 281، مکتبہ نبویہ، لاہور، بار ہفتم 2013ء

شواہد النبوۃ فارسی کی عبارت یہ ہے: ”وازاں جملہ آنست کہ چوں امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ بکوفہ آمد مردم بروئے جمع آمدند درمیان ایشان جوانے بود از شیعہ وے شد ودر پیش وے با اعدا مقاتلہ می کرد ناگاہ زنے خواست روزے حضرت امیر رضی اللہ عنہ نماز بامداد گزاردہ بود شخصے را فرمود کہ بفلاں موضع رو آنجا مسجدے است ودر پہلوئے مسجد خانہ ودر آن زنے و مردے باہم جنگ و نزاعے دارند ایشاں را پیش من ---

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ بارادہ حج مکہ مکرمہ کو پیادہ روانہ ہوئے راہ میں چلتے چلتے پائے مبارک ورم کر آئے۔ ایک غلام نے عرض کیا کہ حضور تھوڑا سا سفر تو سواری پر طے فرمادیں کیونکہ آپ کے پائے مبارک پر ورم آگیا ہے فرمایا کہ نہیں منزل پر پہنچ کر ایک حبشی ملے گا اس کے پاس روغن ہے اس سے خرید لینا غلام نے عرض کیا کہ حضور میں نے تو کبھی کسی منزل میں نہیں دیکھا کہ کسی کے پاس ایسی دوا ہو اس منزل میں کہاں سے آئے گی منزل پر پہنچ کر ایک حبشی نظر آیا فرمایا کہ یہ وہی ہے جس کو ہم نے کہا تھا جا کر اس سے روغن خرید اور قیمت دے غلام نے جا کر اس حبشی سے روغن مانگا اس نے دریافت کیا کہ کس کے لئے درکار ہے کہا امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے اس نے کہا کہ مجھے ان کی خدمت میں لے چل میں انکا نیازمند ہوں جب ان کی خدمت میں پہنچا عرض کرنے لگا کہ آپ میرے آقا ہیں میں کیا آپ سے قیمت لے سکتا

* * *

۔۔۔حاضر کرد آن شخص برفت و ایشان را آوردے بایشان کرد وفرمود کہ امشب نزاع شماد را از شدن آن جوان گفت اے امیر المؤمنین این زن را نکاح کردم وچون پیش وے درآمدم مرا زوے نفرتے واقع شد اگر توانستمے همان لحظه ویرا از پیش خود دور کردمے بامن آغاز جنگ و نزاع بنیاد کرد تا آن زمان کہ فرمان تو رسید پس امیر کرم اللہ وجهه روے با حاضران مجلس کرد وفرمود کہ بسیار سخنان هست کہ آن کس کہ بآن مخاطب مے شود نخواهد کہ دیگرے بشنود همه برفتند وآن جوان و زن بماندند روے بآن زن کرد و گفت کہ این جوان رامی شناسی گفت کہ نے فرمود کہ ترا بگویم چنانکه ویرا بشناسی امامے باید کہ منکر نشوے گفت نشوم فرمود کہ تو فلانه بنت فلان نیستی گفتم هستم فرمود کہ تو پسر عمے نداشتی کے هر دو یك دیگر را دوست مے داشتید گفت آرے پس فرمود کہ یك شب بقضائے حاجت بیرون امدی وے ترا بگرفت وباتو مجامعت کرد وآبستن شدے وآنرا با مادر گفتی واز پدر پنهاں داشتی چون وقت وضع حمل آمد شب بود مادر تو ترا از خانه بیرون برد چون فرزند آمد وے رادر خرقه پیچیدی ودر بیرون دیوار ها کہ محل قضائے مرد مان بود بینداختی سگے آمد وے را بوئے مے کرد سنگے بسوئے آن سگ انداختی بر سر آن کودك خورد و بشکست مادر تو پارہ ازار خود بدرید وبرسر وے بست پس ویرا بگذاشتید وبرفتید دیگر حال ویرا ندانستید آن زن گفت حال چنین بودائے امیر المؤمنین واین را هیچ کس غیر از من و مادر من نمے دانست پس فرمود کہ چون بامداد شد فلاں قبیله آن کودك را گرفتند وترتیب کردند تا بزرگ شد و همراہ ایشان بکوفه آمد وترا زان کرد پس آن جوان را فرمود کہ سر خود برهنه کرد اثر آن شکستگی بر سر وے ظاهر بود پس فرماد کہ این پسر تست خدائے تعالی وے را زا آنچه بروے حرام بود نگاہ داشت پسر خود را بگیرد برد۔

ہوں لیکن میری خاتون کے دردِزہ ہے دعا فرمائیے کہ خدا تعالیٰ صحیح وسالم لڑکا عنایت فرمائے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجھے ویسا ہی بچہ دیا جیسا تو چاہتا ہے اور یہ بچہ ہمارا نیازمند ہوگا جب وہ اپنی فرودگاہ پر پہنچا تو حسب ارشاد لڑکا پایا۔ (شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۷۳)[1]

سلف میں سے ایک صاحب نے فرمایا کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا مجھے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شوق ہوا چنانچہ میں ان ہی کی قدمبوسی کے ارادہ سے مدینہ منورہ حاضر ہوا جس شب میں مدینہ منورہ پہنچا ابر غلیظ چھایا ہوا تھا اور مینہ زور سے برس رہا تھا سردی سخت تھی آدھی رات کا وقت تھا جب میں در دولت پر پہنچا اس وقت مجھے یہ فکر ہوئی کہ میں ابھی اپنی اطلاع کروں یا صبح جب امام باقر رضی اللہ عنہ خود باہر تشریف لاویں اس وقت تک صبر کروں میں اسی فکر میں تھا کہ امام کی آواز میرے کان میں آئی کہ باندی سے فرماتے ہیں کہ فلاں شخص بھیگا ہوا آیا ہے اور اسے سردی معلوم ہوتی ہے دروازہ پر متفکر بیٹھا ہے دروازہ کھولدے چنانچہ اس نے دروازہ کھول

---

[1]…. شواہد النبوۃ لتقویۃ یقین اہل الفتوۃ، رکن سادس در بیان شواہد و دلائل، امیر المؤمنین حسن رضی اللہ تعالی عنہ، صفحہ 163، رحمٰن گل پبلشرز، قصہ خوانی بازار، پشاور ☆ شواہد النبوۃ (اُردو)، صفحہ 302، مکتبہ نبویہ، لاہور، بار ہفتم 2013ء

شواہد النبوۃ فارسی کی عبارت یہ ہے: ''در بعضی از مواسم حج که پیاده بمکه مے رفت پای مبارك وی ورم کرد یکی از موالی وای گفت کاش که چندان سوار شوی که ورم پای تو فرو نشنید آنرا قبول نکرد او گفت چون بمنزل برسی ترا سیاهی پیش خواهد آمد که مقداری روغن داشته باشد از وی بخر و مکاس مکن مولای وی گفت پدر و مادر من فدای تو باد ورا هیچ منزلی کسی ندیدم که ویرا این دوا باشد درین منزل از کجا خواهد آمد چون بمنزل رسیدند سیاهی پیدا آمد فرمود که اینکه آن سیاه که میگفتم برو و از وی روغن بخر دثمن ری بوی وه چون آن مولی پیش آن سیاه آمد و روغن طلبید گفت که ای غلام این را از برای که می خرید گفت از برای حسن بن علی رضی الله عنهما گفت مرا به پیش وی ببر که من مولای ویم چون پیش وی رسید گفت که من مولای توام دثمن نمی گیرم لیکن خواتون مرا دردزه گرفته است دعا کن خدای تعالی مرا پسری تمام اندام بدهد فرمود که بمنزل خود باز گرد که خدای تعالی ترا چنان پسری که خوستی داد دو می از شیعهٔ ما خواهد بود چون آن سیاه بخانهٔ خود رسید حال را چنان دید که فرموده بود۔''

دیا اور میں مکان میں چلا گیا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۱۸۳)[1] یہاں تو امام علی ابیہ وعلیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ دروازہ پر کون ہے۔

(نمبر ۶): ایک اور شخص سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر کھٹکا کیا ایک کنیز باہر آئی میں نے اس کی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اپنے آقا سے جا کر عرض کر کہ فلاں شخص درِ دولت پر حاضر ہے امام باقر رضی اللہ عنہ نے مکان میں سے آواز دی کہ یہاں آ تیری ماں مرے میں نے اندر جا کر عرض کیا کہ حضرت میری نیت میں بدی نہ تھی فرمایا سچ ہے لیکن تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ دیواریں ہماری نظروں کے لئے بھی پردہ وحجاب ہیں جس طرح تمہاری نظروں کے لئے اگر ایسا ہو تو پھر ہم میں تم میں کیا فرق رہا خبردار ایسی حرکت نہ کرنا۔ (شواہد النبوۃ۔ صفحہ ۱۸۳)[2]

---

[1]... شواہد النبوۃ لتقویۃ یقین اہل الفتوۃ، رکن سادس در بیان شواہد ودلائل، محمد بن علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم، صفحہ 172، رحمٰن گل پبلشرز، قصہ خوانی بازار، پشاور ☆ شواہد النبوۃ (اُردو)، صفحہ 320، مکتبہ نبویہ، لاہور، بار ہفتم 2013ء

شواہد النبوۃ فارسی کی عبارت یہ ہے: ”یکے از سلف گوید کہ در مکہ بودم اشتیاق محمد بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہم بر من غالب شد خاصۃ از برائے وے بمدینہ رفتم در ان شبی کہ بہ مدینہ رسیدم باران گرف وسرمای سخت بود نیم شب بود کہ بسرائے وے رسیدم در فکر بودم کہ ہمان سعت در بگویم یا صبر کنم تا بامداد بیرون آید ناگاہ آوازے آمد کہ گفت اے جاریہ از برائے فلاں کس در بکشائے کہ وے را امشب سرما وباران رسیدہ است جاریہ آمد ودر را بکشاد و من در آمدم۔“

[2]... شواہد النبوۃ لتقویۃ یقین اہل الفتوۃ، رکن سادس در بیان شواہد ودلائل، محمد بن علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم، صفحہ 173، رحمٰن گل پبلشرز، قصہ خوانی بازار، پشاور ☆ شواہد النبوۃ (اُردو)، صفحہ 321، مکتبہ نبویہ، لاہور، بار ہفتم 2013ء

شواہد النبوۃ فارسی کی عبارت یہ ہے: ”دیگرے گفتہ است کہ بدر خانہ باقر رضی اللہ تعالی عنہ رفتم ودر را بکوفتم کنیز کے بیرون آمد کہ بستان وے در آغاز خاستن بود دست بر سر پستان وے زدم و گفتم مولائے خود را بگوئے کہ فلان برو راست از درون خانہ آواز داد کہ درون آے کہ مادر مباد ترا درون رفتم و گفتم من بآن بدی نیند نشیدہ بودم فرمود کہ راست مے گوئی اما گار شما گمان مے برید کہ این دیوارھا پیش ابصار ما حجاب مہ شود چنانچہ پیش ابصار شما پس میان ما و شما چہ فرق باشد زنہار کہ دیگر چنین نہ کنی۔“

ایک شخص نے کہا کہ ایک روز امام باقر رضی اللہ عنہ سوار ہوئے ان کے ساتھ میں بھی سوار ہوا۔ راہ میں ایک اور شخص ملا، امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان دونوں کو باندھ لو یہ چور ہیں غلاموں نے باندھ لیا پھر امام نے اپنے معتمدوں میں سے ایک شخص سے فرمایا کہ اس پہاڑ پر آؤ یہاں ایک غار ہے اس میں جو کچھ ہے وہ لے آؤ وہ گئے وہاں دو جامہ دان ملے وہ لے آئے اور ایک جامہ دان ایک اور جگہ سے ملا وہ بھی لیا امام نے فرمایا ان جامہ دانوں کے مالکوں میں سے ایک موجود ہے اور ایک غائب ہے جب مدینہ میں پہنچے اس جامہ دان والے نے ایک اور جماعت پر تہمت لگائی تھی اور وہ ماخوذ تھے حاکم نے انھیں گرفتار کیا تھا۔ امام باقر نے فرمایا کہ ان کو سزا مت دو وہ دونوں جامہ دان اس کے مالک کو دیئے چوروں کے ہاتھ کٹوائے ان میں سے ایک نے کہا کہ الحمد للہ میری توبہ اور قطع دست رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فرزند کے ہاتھ پر ہوا۔ امام باقر نے فرمایا کہ تیرا ہاتھ تجھ سے بیس سال قبل جنت میں گیا وہ شخص صرف بیس سال زندہ رہا تین روز کے بعد دوسرے جامہ دان کا مالک بھی آیا امام باقر نے فرمایا کہ تیرے جامہ دان میں ہزار دینار تو تیرے ہیں اور ہزار دینار اور شخص کے اور اس طرح کے کپڑے ہیں وہ عرض کرنے لگا کہ اے حضور اس ہزار دینار والے کا نام بھی بتائیں تو درست ہے فرمایا کہ اس کا نام محمد ہے اور اس کے باپ کا نام عبدالرحمٰن ہے وہ ایک نیک مرد ہے صدقہ بہت دیتا ہے نماز بہت پڑھتا ہے اور اب باہر تیرے انتظار میں ہے یہ سنتے ہی اس شخص نے امام کی تصدیق کی اور وہ نصرانی تھا فورا ”أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ“ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (شواہد النبوۃ۔ صفحہ ۱۸۵)[1]

---

[1]…. شواہد النبوۃ لتقویۃ یقین اہل الفتوۃ، رکن سادس در بیان شواہد و دلائل، محمد بن علی بن الحسین رضی اللہ تعالی عنہم، صفحہ 174، رحمٰن گل پبلشرز، قصہ خوانی بازار، پشاور☆ شواہد النبوۃ (اُردو)، صفحہ 324، مکتبہ نبویہ، لاہور، بار ہفتم 2013ء

شواہد النبوۃ فارسی کی عبارت یہ ہے: ”دیگرے گفته است کے روزے باقر رضی الله رضی الله عنه سوار شد ومن نیز ہاوے سوار شدم چوں اندکے راہ برفتیم دو شخص پیش آمدند باقر رضی الله عنه فرمود که اینها دزدان اند اینها را بگیرید و محکم به بندید غلامان وے آن دو شخص را محکم به بستند یکے از معتمدان خود را گفت به این کوہ بر آئی بر بالائے آن غاریست۔

(نمبر ۸) کوفیوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں کوفہ سے بارادہ خراسان باہر آیا میرے لڑکے نے حلہ مجھے دیا کہ اس کو فروخت کر کے میرے لئے فیروزہ خریدتے لانا جب میں مرو کے مقام پر پہنچا تو حضرت امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام آئے اور کہنے لگے کہ ان کا ایک خادم فوت ہو گیا ہے جو حلہ تمہارے پاس ہے ہمارے ہاتھ فروخت کرو تا کہ ہم اس کا کفن بنا دیں میں نے کہا کہ میرے پاس کوئی حلہ نہیں ہے وہ چلے گئے اور پھر آ کر کہنے لگے کہ ہمارے مولا نے تمہیں سلام کہا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ تمہارے پاس حلہ ہے جو تمہارے لڑکے نے تمہیں فروخت کرنے کے لئے دیا ہے اور فیروزہ خریدنے کو کہا ہے لو یہ اس کی قیمت ہے پھر میں نے وہ حلہ انھیں دے دیا اور اپنے دل میں کہا کہ ان سے چند مسئلے دریافت کر دیکھوں کہ کیا جواب دیتے ہیں وہ مسئلے میں نے لکھ لئے اور صبح کو دریافت کرنے کی نیت سے ان کے در دولت پر گیا لوگوں کا اژدھام تھا مجھے یہ بھی میسر نہ ہوا کہ میں ان کی زیارت کر لیتا چہ جائیکہ مسائل دریافت کرتا متحیر کھڑا تھا کہ ان کا ایک غلام میرا نام لکھ کر لے گیا اور تھوڑی دیر میں ایک رقعہ مجھے دے گیا اس میں تحریر تھا کہ اے فلاں شخص تیرے سوالوں کے یہ جواب ہیں جب میں نے دیکھا تو فی الحقیقت

۔۔۔ بآنجا در آئی وھر چہ یابے بیار آن معتمد برفت و دو جامہ وآن پر رحت اور دو یك جامه دان دیگر از موضعی دیگر بیرون آوردند باقر رضی الله عنه فرمود که صاحبان این جامه وانها یکے حاضر است ویکے غائب چون بمدینه باز گشتیم صاحب آن دو جامه وآن نخستین جماعتے را تهمت کرده بود والی ایشان را عقاب مے کرد باقر رضی الله تعالی عنه فرمود که اینها را عقاب مکنید وآن دو جامه وان زا بصاحب آنها داد وفرمود تاد زدان را قطع کردند یکے از ایشان گفت که الحمدلله که قطع ید وتوبۂ من بر دست فرزند رسول صلی الله علیه وآله وسلم واقع شد باقر رضی الله عنه فرمود دست بریدۂ تو به بست سال پیش از تو به بهشت رفت آن شخص به بست سال دیگر بزیست بعد از سه روز صاحب آن جامه وان دیگر آمد باقر رضی الله عنه فرمود که که در جامه دان تو هزار دینار است از آن تو وهزار دینار از آن دیگرے واز جامه ها چنان وچنین وے گفت اگر بدانے که نام صاحب آن هزار دینار چیست راست باشد فرمود کے نام وے محمد بن عبد الرحمن ووے مردے صالح است وکثیر الصدقه و کثیر الصلوۃ است واکنون بر بیرون است در انتظار تو آن شخص نصرانی بود وگفت آنست بالله الذی لا اله الا هو وان محمدا عبده ورسوله ومسلمان شد۔"

میرے تمام مسائل کے جواب تھے۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۱۹۹)[1]

(نمبر۹) مولانا جلال الدین رومی نے مثنوی معنوی میں فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز مع اپنے مریدوں کے جنگل میں گشت کر رہے تھے کہ ناگاہ آپ کو خوشبو آئی اور آپ پر آثار مستی نمودار ہوئے، ایک مرید نے عرض کیا کہ اس وقت کیا حال ہے، جو حضور کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل رہا ہے کبھی زرد کبھی سرخ کبھی سفید؟ فرمایا کہ مجھے اس طرف سے ایک یار کی بو پہنچ رہی ہے کہ اتنے سال کے بعد یہاں ایک دین کا بادشاہ پیدا ہوگا کہ آسمان پر اُس کے خیمے ہوں گے۔ مریدوں نے نام دریافت کیا، فرمایا نام اُن کا ابوالحسن ہوگا، اور حلیہ وقد رنگ اور تمام باتیں بیان فرمائیں اور یہ بھی فرمایا کہ وہ میرے ہی سلسلہ میں مرید ہوگا اور میری تُربت سے اس کو فیض ہوگا۔ مریدوں نے اس کی تاریخ لکھ لی۔ چنانچہ ابوالحسن اسی تاریخ کو پیدا ہوئے، اور جو اوصاف حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ نے بیان فرمائے سب اُن میں موجود تھے۔ چنانچہ مثنوی شریف کے اشعار یہ ہیں ۔

آں شنیدی داستان بایزید
کہ زحال بوالحسن از پیش دید

---

[1]..... شواہد النبوۃ لتقویۃ یقین اہل الفتوۃ، رکن سادس در بیان شواہد و دلائل، علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، صفحہ 187، رحمٰن گل پبلشرز، قصہ خوانی بازار، پشاور ☆ شواہد النبوۃ (اُردو)، صفحہ 347، مکتبہ نبویہ، لاہور، بار ہفتم 2013ء

شواہد النبوۃ فارسی کی عبارت یہ ہے: "یکے از کوفیان گفتہ است کہ از کوفہ بعزیمت خراسان بیرون آمدم دختر من حلہ بمن داد کہ این را بفروش وبرائے من فیروزہ بخر چون بمرد رسیدم غلامان رضا رضی اللہ عنہ آمدند کہ یکے از خادمان وے فوت شدہ است حلہ کہ دارے بما فروش تا کفن وے سازیم من گفتم کہ ہیچ حلۂ ندارم برفتند دیگر بار باز آمدند کہ مولائے ما ترا سلام می رساندومی گوید کہ باتو حلۂ ہست کہ دختر تو بتو دادہ است کے بفروشے وفیروزہ حزے اینک بہائے آنرا آوردہ ام حلہ را بایشان دادم وبعد ازان با خود گفتم کہ مسئلہ چند از وے بپرسم ببینم کہ چے جواب مے دہد چند مسئلہ بر نوشتم وبامداد بدر خانۂ وے رفتم از اندحام مردمان مجال آن نہ شد کہ ویرا بہ بینم چہ جائے آن کہ بپرسم متحیر الستادہ بودم ناگاہ غلامی بیرون آمد ونام من برو و نوشتہ بمن داد کہ اسے فلان این جواب مسائل تست چون نگاہ کردم جواب مسئلہائے من بود۔"

روزے آں سلطان تقوی میگذشت
بامریداں جانب صحراودشت

بوئے خوش آمد مراورانا گہاں
درسواد رے زحد خارقاں

پس درآنجانالۂ مشتاق کرد
بوئے از باد استنشاق کرد

بوئے خوش را عاشقانہ می کشید
جان اواز باد بادہ می چشید

چوں درو آثار مستی شد پدید
یك مُرید اورادراں دم دررسید

پس بپرسیدش کہ ایں احوال خوش
کہ برونست از حجاب پنج و شش

گاہ سُرخ وگاہ زرد و گہ سپید
میشودرویت چہ حال ست اونوید

گفت بوئے بوا لعجب آمد بمن
ہمچناں کہ مر نبی راازیمن

کہ محمد گفت بردست صبا
ازیمن می آیدم بوئے خدا

ازاویس و از قرن بوئے عجب
مرنبی رامست کردوپُر طرب

پیرہن در مصر رہن یك حریص
پرشدہ کنعاں زبوی آں قمیص

گفت زیں سُو بوئے یارے میرسد
کاندریں دہ شہر یارے میر سد

بعد چندیں سال می آید شہے

میز ند بر آسمانہا خر گہی
چیست نامش گفت نامش بوالحسن
حلیہ اش وا گفت زابرو تا ذقن
قداو وزنگِ اووشکل او
یک بیک وا گفت از گیسو ورو
کہ حسن باشد مرید و اُمتم
درس گیر و ہر صباح از تربتم
رویش از گلزار حق گلگوں بود
ازمن اواندر مقام افزوں بود
بر نوشتند آں زماں تاریخ را
از کباب آراستند آں سیخ را
چوں رسید آں وقت وآں تاریخ راست
زاں زمین آں شاہ پیدا گشت و خاست
ہمچناں آمد کہ اوفر مودہ بود
بوالحسن از مردماں آنرا شنود
ہر صباحے تیز رفتے بے فتور
برسرِ گورش نشستے باحضور
تامثالِ شیخ پیشش آمدے
تا کہ بے گفتے شکالش حل شدے
تا یکے روزے بیامد باسعود
گورہاازبرف نوپوشیدہ بود
توئے برتوبرفہاہمچوں عَلَم
قبہ قبہ دید شد جانش بہ غم
بانگے آمداز حظیرہ شیخ حی
هَا اَنَا اَدْعُوْكَ كَیْ تَسْعٰی اِلَیَّ

حال اوزاں روز شد خوب و پدید
آں عجائب را که اول می شنید

لوح محفوظ ست پیش اولیا
ازچه محفوظ ست محفوظ از خطا

نے نجوم ست ور مل ست وخواب
وحی حق والله اعلم بالصواب[1]

---

[1] .... مثنوی مولوی معنوی، دفتر چہارم، مژدہ دادن بایزید از زادن ابو الحسن رحمہ اللہ خرقانی....، صفحہ 45,46، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، ملتقطاً

ترجمہ: تو نے حضرت سیدنا بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وہ واقعہ سنا ہے، کہ جس میں انہوں نے حضرت سیدنا ابو الحسن کا حال پہلے ہی دیکھ لیا تھا، ایک دن وہ شاہ تقوی (حضرت سیدنا بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اپنے مریدوں کے ساتھ جنگل اور بیابان کی طرف جا رہے تھے، اچانک انہیں ''رے'' کے اطراف میں ''خارقان'' کی جانب سے ایک بھینی بھینی خوشبو آئی، چنانچہ آپ نے اس جگہ مشتاقانہ آہ وزاری کی، ہوا سے خوشبو کو سونگھا، آپ ان کی بھینی خوشبو کو عاشقوں کی طرح سونگھتے تھے، اور آپ کی جان ہوا سے جام پی رہی تھی، جب آپ پر بے خودی کی کیفیت طاری ہوئی تو آپ کا ایک مرید اسی آن حاضر ہوا، تو اس نے استفسار کیا: کہ یہ بہترین احوال، جو پانچ (حواس) اور چھ (جہات) کے حجاب سے باہر ہیں، آپ کا چہرہ مبارک کبھی سرخ، کبھی زرد اور کبھی سفید ہو رہا ہے کیا حال اور کیا خوشخبری ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک عجیب خوشبو میری طرف آئی ہے، جس طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو یمن کی طرف سے (آئی تھی) تو میٹھے میٹھے آقا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: صبا کے ذریعہ مجھے یمن کی طرف سے (مظہر) خدا کی خوشبو آ رہی ہے، حضرت سیدنا اویس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور قرن کی عجیب خوشبو نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو سرشار اور مسرور کر دیا، مصر میں پیرہن ایک لالچی کے قبضہ میں ہے اور اس قمیص کی خوشبو سے کنعان آراستہ ہے، آپ نے فرمایا: اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آ رہی ہے، کیونکہ اس شہر میں ایک شاہ آئے گا، کچھ سال کے بعد ایک شاہ کی آمد ہوگی جو آسمانوں پر خیمہ زن ہوگا، (مرید نے عرض کی) اس شاہ کا نام کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اس کا نام ابوالحسن ہوگا، پھر ان کا حلیہ ابرو سے تھوڑی تک واضح طور پر بیان فرما دیا، ان کا قد، ان کا رنگ اور شکل وصورت اور گیسو سب ایک ایک کر کے صاف بیان فرما دیا، (اور فرمایا:) کہ حسن میرا مرید اور میرا پیروکار ہوگا، ہر صبح کو میری قبر سے تعلیم حاصل کرے گا، اس کا چہرہ گلزار حق کے پھول کی طرح ہوگا نیز وہ مقام ومرتبہ میں مجھ سے بڑھا ہوا ہوگا، اس وقت انہوں نے یہ تاریخ لکھ لی اور کباب سے اس سیخ کو آراستہ کر لیا، جیسے ہی وہ وقت اور تاریخ آئی تو اس سرزمین سے وہ شاہ پیدا اور نمودار ہوئے، حضرت سیدنا ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لوگوں سے یہ سنا کہ جیسا انہوں (یعنی حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا، آپ (یعنی حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) بلاناغہ ہر صبح جلدی سے ان (حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی ---

روز وہ سب سے ممتاز ہوگی۔ آپ یہ سمجھ گئے کہ حضور کی معرفت اس پر موقوف ہے آفریں ہے آپ کی سمجھ پر آپ کو ابھی یہ خبر نہیں کہ مولنا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فتح العزیز پارہ الم صفحہ ۲۱۲ میں فرماتے ہیں ''ودیلمی ازابونافع روایت میکنند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودند **مثلت لی امتی فی الماء والطین** یعنی تصویرات اُمتِ من درآب و گل ساختہ ہمیں نمودند''[1] یعنی دیلمی نے ابونافع سے روایت کی ہے کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میری امت کی تصویر پانی اور مٹی میں بنا کر دکھائی گئی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اور مختلف الفاظ سے بھی حدیث کی کتابوں میں مروی ہے اور ایک روایت میں ''**فعرفت حسنہا و سیئہا**'' بھی آیا ہے یعنی میں نے ان کے نیک و بد کو پہچان لیا، اب کیا جائے شبہ ہے۔

شبہ:

درود وسلام حضور پر بواسطہ فرشتوں کے پیش ہوتا ہے اگر حضور غیب داں ہوتے تو بواسطہ فرشتوں کے پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب:

کیا خوب، یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عدم علم کی دلیل ہے یا رفعت شان کی؟ مگر یہ آپ کیوں سمجھنے لگے تھے کہ بواسطہ فرشتوں کے پیش کرانا حضور کی رفعتِ شان ظاہر کرتا ہے۔ اگر یہی ذہن رسا ہے تو کیا عجب ہے کہ جو حضرت حق سبحانہ تعالیٰ پر بھی اعتراض کر ڈالئے کہ ذکر اللہ فرشتے لیجاتے ہیں اور اعمالِ خلق بھی فرشتے ہی پیش کرتے ہیں جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو اگر یہی ذہانت ہے تو یہ بھی کہہ بیٹھے گا کہ اللہ تعالیٰ اگر عالم ہوتا تو فرشتے کیوں عمل لے جاتے؟ حضرت ایسے واہی شبہات سے توبہ کیجئے گا۔ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ بیشک عالم ہے، مگر یہ امور انتظام وحکمت پر مبنی ہیں، اگر کوئی شبہ پیدا ہوا کرے تو علماء کی خدمت میں عرض کر

---

[1]....تفسیر فتح العزیز(تفسیر عزیزی)، پارہ الٓمّٓ، سورۃ البقرۃ(2)، تحت الآیۃ ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا﴾ [آیت 32]، صفحہ 167، مطبع مجتبائی، دہلی، طبع جمادی الثانی 1311ھ

کے صاف کرلیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنے قصور علم کا اعتراف کر کے اس کو اپنی نادانی سمجھا کرو۔ اور خدا اور رسول پر اعتراض کرنے سے زبان روکو۔

سمجھانے سے تھا ہمیں سروکار
اب مان نہ مان تو ہے مختار

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

تمت بالخیر

اب جناب کو کچھ پتہ چلا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خدام کے علوم کیسے وسیع ہیں۔

شبہ:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا حضور قیامت میں اپنی امتوں کو کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا آثار وضو سے اُن کے ہاتھ پاؤں اور چہرے چمکتے ہونگے۔ اگر حضرت غیب داں ہوتے تو کیوں یہ فرماتے؟

جواب:

یہ شبہ بھی محض لچر ہے اور مخالفین کو ایسے شبہے کرنا شرعاً جائز نہیں کیونکہ یہ حضرات اپنی زبانوں سے اسی مسئلہ علم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں رات دن کہتے رہتے ہیں کہ حوضِ کوثر پر کچھ لوگ وارد ہونگے، حضور انہیں اپنے صحابی کہہ کر پکاریں گے اور بلاویں گے، تب حضرت سے عرض کیا جائے گا کہ یہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے۔ آپ کو ان کا حال معلوم نہیں۔ چنانچہ اس کا جواب بھی اوپر گزر چکا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جو آپ نے یہ زبان سے نکالا ہے کہ حضور اپنی امت کو آثار وضو سے پہچانیں گے۔ تو اُن مرتدوں کے ہاتھ پاؤں اور پیشانی چمکتی اور روشن ہو گی جو حضور یہ فرمائیں گے کہ یہ میرے صحابی ہیں، اور اگر یہ نہ چمکتی ہوں گی تو کیسے بلائینگے جبکہ آپ یہ کہتے ہیں کہ حضور کو وہاں آثار وضو معرفت کا ذریعہ ہے۔ سوچو اور نادم ہو، اس موقع پر حضور کو بیانِ فضیلتِ وضو منظور تھا اس واسطے یہ فرمایا کہ ہماری اُمت کے اوپر خاص کرم الٰہی ہے کہ اس

---قبر انور پر تشریف لے جاتے اور حضور قلب کے ساتھ ان کی قبر کے سرہانے تشریف فرما ہوتے، یہاں تک کہ حضرت شیخ سیدنا بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مثالی (صورت) ان کے سامنے آجاتی، اور گفتگو کئے بغیر ہی آپ کے اشکال حل ہوجاتے، یہاں تک کہ ایک روز آپ بڑی سعادتمندی سے وہاں حاضر ہوئے لیکن قبروں کو نئی برف نے چھپا رکھا تھا، جب آپ نے وہاں تہ بہ تہ پہاڑ جیسے برف کے تودے دیکھے تو غم سے آپ کی جان افسردہ ہوگئی، (آپ کی اس کیفیت کو دیکھ کر) آپ کو زندہ شیخ کی قبر سے آواز آئی، ادھر آؤ میں تمہیں پکار رہا ہوں تا کہ تم دوڑ کر میرے پاس آجاؤ، جو عجائب آپ نے پہلے سنے تھے اس روز سے آپ کی حالت خوب ونمایاں ہوگئی تھی، لوح محفوظ اولیا کے سامنے ہے اور وہ کس چیز سے محفوظ ہے؟ غلطی سے محفوظ ہے، نہ یہ نجوم ہے، نہ یہ رمل ہے اور نہ ہی یہ خواب ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہے اور اللہ جل جلالہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (محمد مدثر رضا المدنی)

فهرس المصادر والمراجع

كتاب الهى

١ ـ القرآن الكريم

ترجمة القرآن

٢ ـ كنز الايمان فى ترجمة القرآن، لشيخ الاسلام والمسلمين الشاه امام احمد رضا خان عليه رحمة الرحمن (المتوفى: 1324هـ/1940م)

كتب احاديث

٣ ـ الصحيح البخارى، لأبى عبدالله محمد بن إسماعيل البخارى الجعفى (المتوفى: 256هـ)، التحقيق: صدقى جميل العطار، دار الفكر للنشر والتوزيع، بيروت، الطبعة: 1425,1426هـ/2005م

٤ ـ الصحيح المُسلم، لأبى الحسن مسلم بن الحجاج القشيرى النيسابورى (المتوفى: 261هـ)، التحقيق: صدقى جميل العطار، دار الفكر للنشر والتوزيع، بيروت، الطبعة: 1424هـ/2004م

٥ ـ سنن الترمذى، لأبى عيسى محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذى (المتوفى: 279هـ)، التحقيق: بشار عواد معروف، دار الغرب الإسلامى، بيروت، سنة النشر 1998م

٦ ـ سنن أبى داود، لأبى داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدى السِّجِسْتانى (المتوفى: 275هـ)، التحقيق: محمد محيى الدين عبد الحميد، المكتبة العصرية، صيدا بيروت

٧ ـ سنن ابن ماجه، لابن ماجة أبى عبد الله محمد بن يزيد القزوينى، (المتوفى 273هـ)، التحقيق: محمد فؤاد عبد الباقى، دار إحياء الكتب العربية - فيصل عيسى البابى الحلبى

٨ ـ سنن الدارمى، لأبى محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بَهرام بن عبد الصمد الدارمى، التميمى السمرقندى (المتوفى: 255هـ)، التحقيق: حسين سليم أسد الدارانى، دار المغنى للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية، الطبعة: الأولى، 1412هـ/ 2000-م

٩ ـ المستدرك على الصحيحين، أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبى الطهمانى النيسابورى المعروف بابن البيع (المتوفى: 405هـ)، تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى: 1411هـ/ 1990م

١٠ ـ مسند الإمام أحمد بن حنبل، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيبانى (المتوفى: 241هـ)، المحقق: شعيب الأرنؤوط - عادل مرشد، وآخرون، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى: 1421هـ/ 2001م

١١ ـ المعجم الكبير للطبرانی، لأبی القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمی الشامی الطبرانی (المتوفی: 360هـ)، التحقيق: حمدی بن عبد المجيد السلفی، مكتبة ابن تيمية - القاهرة، الطبعة: الثانية

١٢ ـ المُعْجَمُ الكَبِير للطبرانی المُجَلَّدان الثَّالِثَ عَشَرَ والرابع عشر، لأبی القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمی الشامی الطبرانی (المتوفی: 360هـ)، التحقيق: فريق من الباحثين بإشراف وعناية د/ سعد بن عبد الله الحميد و د/ خالد بن عبد الرحمن الجريسی، المكتبة الشاملة

١٣ ـ مسند الفردوس، لابی شجاع شيرويه بن شهرداربن شيرويه الديلمی (المتوفی: 509هـ)، التحقيق: السعيد بن سيونی زغلول، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية 2020م

١٤ ـ مسند البزار، مسند ابی ذر، ابو الطفيل عن ابی ذر، أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق بن خلاد بن عبيد الله العتكی المعروف بالبزار (المتوفی: 292هـ)، المحقق: محفوظ الرحمن زين الله، (حقق الأجزاء من 1 إلی 9) وعادل بن سعد (حقق الأجزاء من 10 إلی 17) وصبری عبد الخالق الشافعی (حقق الجزء 18)، الناشر: مكتبة العلوم والحكم - المدينة المنورة، الطبعة الأولی، (بدأت 1988م، وانتهت 2009م)

١٥ ـ صحيح ابن حبان، محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التميمی، أبو حاتم، الدارمی، البُستی (المتوفی: 354هـ)، المحقق: شعيب الأرنؤوط، الناشر: مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة الثانية، 1993 - 1414

١٦ ـ المخلصيات لابی طاهر المخلص، محمد بن عبد الرحمن بن العباس بن عبد الرحمٰن بن زكريا البغدادی المخَلِّص (المتوفی: 393هـ)، المحقق: نبيل سعد الدين جرار، الناشر: وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية لدولة قطر، الطبعة الأولی، 1429هـ 2008م

١٧ ـ فوائدابن اخی ميمی الدقاق، أَبُو الحُسَيْنِ مُحَمَّدُ بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ الحُسَيْنِ بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ هَارُوْنَ البَغْدَادِیُّ الدَّقَّاقُ المعروف بِابْنِ أَخِی مِيمِی (المتوفی: 390هـ)، تحقيق: نبيل سعد الدين جرار، الناشر: دار أضواء السلف، الرياض (ضمن سلسلة مجاميع الأجزاء الحديثية (5))، الطبعة الأولی، 1426هـ 2005م

١٨ ـ مشكوة المصابيح، لولی الدين أبی عبد الله محمد بن عبد الله الخطيب العمری التبريزی (المتوفی: 741هـ)، مكتبه رحمانيه، لاهور، الطبعة: 2005م

١٩ ـ كنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، لعلاء الدين علی بن حسام الدين ابن قاضی خان القادری الشاذلی الهندی البرهانفوری ثم المدنی فالمكی الشهير بالمتقی الهندی (المتوفی: 975هـ)، التحقيق: بكری حيانی - صفوة السقا، مؤسسة الرسالة، الطبعة الخامسة، 1401هـ/ 1981م

٢٠ ـ جامع الاحاديث (ويشتمل على جمع الجوامع للسيوطى والجامع الأزهر و كنوز الحقائق للمناوى، والفتح الكبير للنبهانى)، لجلال الدين عبد الرحمن بن أبى بكر السيوطى (المتوفى: 911هـ)، ضبط نصوصه وخرج أحاديثه: فريق من الباحثين بإشراف د على جمعة (مفتى الديار المصرية)، ألمكتبة الشاملة

٢١ ـ الجمع بين الصحيحين البخارى ومسلم، ام محمد بن فتوح بن عبد الله بن فتوح بن حميد الأزدى الميورقى الحَمِيدى أبو عبد الله بن أبى نصر (المتوفى: 488هـ)، المحقق: د ـ على حسين البواب، دار ابن حزم، لبنان/ بيروت، الطبعة الثانية، 1423هـ 2002م

٢٢ ـ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، أبو الحسن نور الدين على بن أبى بكر بن سليمان الهيثمى (المتوفى: 807هـ)، المحقق: حسام الدين القدسى، مكتبة القدسى، القاهرة،
عام النشر: 1414هـ/ 1994م

٢٣ ـ الجامع الصغير، لجلال الدين عبد الرحمن بن أبى بكر السيوطى (المتوفى: 911هـ)، المكتبة الشاملة

كتب تفاسير

٢٤ ـ تفسير معالم التنزيل (تفسير بغوى)، لمحيى السنة أبى محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوى الشافعى (المتوفى: 510هـ)، التحقيق: عبد الرزاق المهدى، دار إحياء التراث العربى - بيروت ـ الطبعة: الأولى، 1420هـ

٢٥ ـ تفسير حسينى (قرآن مجيد مترجم (فارسى) مع تفسير حسينى)، ملا كمال الدين حسين الواعظ الكاشفى (المتوفى: 910هـ)، مطبع محمدى، بمبئى، هند، طبع 1312هـ

٢٦ ـ تفسير قادرى ترجمه اردو تفسير حسينى، فخر العلما مولوى فخرالدين احمد حنفى رزاقى قادرى، مطبع منشى نولكشور، لكهنو، هند، بار دهم 1347هـ/ 19[illegible]8م

٢٧ ـ تفسير قادرى ترجمه اردو تفسير حسينى، فخر العلما مولوى فخرالدين احمد حنفى رزاقى قادرى، حافظ محمد دين اينڈ سنز (مكتبه مصطفائى، پنجاب پريس)، كشميرى بازار، لاهور، بار دهم 1371هـ

٢٨ ـ الفتوحات الالهية بتوضيح تفسير الجلالين للدقائق الحنفية (حاشية الجمل على الجلالين)، لسليمان بن عمر بن منصور العجيلى الأزهرى، المعروف بالجمل (المتوفى: 1204هـ)، قديمى كتب خانه، كراچى

٢٩ ـ مدارك التنزيل وحقائق التأويل (تفسير النسفى)، لأبى البركات حافظ الدين عبد الله بن أحمد بن محمود النسفى (المتوفى: 710هـ)، حققه وخرج أحاديثه: يوسف على بديوى، راجعه وقدم له: محيى الدين ديب مستو، دار الكلم الطيب، بيروت، الطبعة: الأولى 1419هـ 1998 م

٣٠_لباب التأويل في معاني التنزيل(تفسير الخازن)، لأبي الحسن علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الشيحي، المعروف بالخازن (المتوفى: 741هـ)، التحقيق: تصحيح محمد علي شاهين، دار الكتب العلمية -بيروت، الطبعة :الأولى 1415 -هـ

٣١_إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم(تفسير أبي السعود)، أبو السعود العمادي محمد بن محمد بن مصطفى (المتوفى: 982هـ)، دار إحياء التراث العربي -بيروت

٣٢_عِنَايةُ القَاضِى وكِفَايةُ الرَّاضِى (حَاشِيةُ الشِّهَابِ عَلَى تفْسيرِ البَيضَاوِى)، لشهاب الدين أحمد بن محمد بن عمر الخفاجي المصري الحنفي (المتوفى: 1069هـ)، دار النشر :دار صادر -بيروت

٣٣_أنوار التنزيل وأسرار التأويل(تفسير البيضاوى)، لناصر الدين أبي سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي البيضاوي (المتوفى: 685هـ)، دار إحياء التراث العربي -بيروت، الطبعة : الأولى 1418 -هـ

٣٤_غرائب القرآن ورغائب الفرقان(تفسير نيسابوري)، لنظام الدين الحسن بن محمد بن حسين القمي النيسابوري (المتوفى: 850هـ)، التحقيق: الشيخ زكريا عميرات، دار الكتب العلميه -بيروت، الطبعة :الأولى 1416 -هـ)

٣٥_تفسير عرائس البيان في حقائق القرآن، شيخ عارف بالله ابو محمد صدرالدين روز بهان بن ابي نصر البقلي(المتوفى: 606هـ)، التحقيق: احمد فريد المزيدي، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولى: 1429هـ/2008م

٣٦_مفاتيح الغيب(التفسير الكبير)، لأبي عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى: 606هـ)، دار إحياء التراث العربي -بيروت، الطبعة :الثالثة 1420 -هـ

٣٧_روح البيان، لإسماعيل حقي بن مصطفى الإستانبولي الحنفي الخلوتي ,المولى أبو الفداء (المتوفى: 1127هـ)، دار الفكر -بيروت

٣٨_التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية، للحافظ الشيخ احمد بن عبد الله المعروف بملا جيون(المتوفى: 1130هـ)المطبع الكريمي، بمبئی، سن طباعت: 1327هـ

٣٩_ تفسير فتح العزيز(تفسيرعزيزى)، شاه عبد العزيز محدث دهلوى (المتوفى: 1239هـ)، مطبع مجتبائى، دهلى، طبع جمادى الثانى 1311هـ

٤٠_كمالين حاشية جلالين، للعلامة سلام الله بن شيخ الاسلام الدهلوى (المتوفى: 1233هـ)، مطبع فاروقي، دهلى

کتب علوم القرآن

٤١_الإتقان فی علوم القرآن، لجلال الدین عبد الرحمن بن أبی بکر السیوطی (المتوفی:911هـ)، التحقیق:محمد أبو الفضل إبراهیم، الهیئة المصریة العامة للکتاب، الطبعة:1394هـ/ 1974 م

٤٢_معترك الأقران فی إعجاز القرآن، لجلال الدین عبد الرحمن بن أبی بکر السیوطی (المتوفی:911هـ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة الأولی 1408هـ/ 1988م

٤٣_رسالة الناسخ والمنسوخ المطبوع فی آخر تفسیر الجلالین مع حاشیته المسمی بکمالین، لملا عبد الرحمن بن محمد الدمشقی، مطبع فاروقی، دهلی

کتب شروح احادیث

٤٤_عمدة القاری شرح صحیح البخاری، لبدر الدین أبی محمد محمود بن أحمد بن موسی بن أحمد بن حسین الغیتابی الحنفی العینی (المتوفی:855هـ)، دار إحیاء التراث العربی -بیروت

٤٥_فتح الباری شرح صحیح البخاری ، لأبی الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفی :852هـ)، دار المعرفة -بیروت، 1379

٤٦_فیض الباری شرح صحیح البخاری ، لأبی الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفی :852هـ)، المکتبة الشاملة

٤٧_مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح، لأبی الحسن نور الدین علی بن (سلطان) محمد، الملا الهروی القاری (المتوفی:1014هـ)، دار الفکر، بیروت -لبنان، الطبعة :الأولی، 1422هـ 2002 -م

٤٨_الکاشف عن حقائق السنن (شرح الطیبی)، الامام الکبیر شرف الدین حسین بن محمد بن عبد الله الطیبی(المتوفی:743هـ)، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة، کراچی_ الطبعة الأولی، 1413هـ

٤٩_اشعة اللمعات ترجمۂ مشکاة، برکة المصطفی فی الهند الشاه عبدالحق المحدث الدهلوی(المتوفی:1052هـ)، کتب خانه مجیدیه ، ملتان

٥٠_لمعات التنقیح شرح مشکوٰة المصابیح، برکة المصطفی فی الهند الشاه عبدالحق المحدث الدهلوی(المتوفی:1052هـ)

٥١_ترجمۂ مشکوٰة شریف موسوم به مظاهرحق، قطب الدین الدهلوی (المتوفی:1176هـ)، مطبع منشی نو لکشور، لکهنو، بار پنجم

٥٢_فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، لزین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین الحدادی ثم المناوی القاهری (المتوفی:1031هـ)، المکتبة التجاریة الکبری -مصر، الطبعة :الأولی، 1356

٥٣_الفتوحات الوهبیة بشرح الاربعین حدیثا النوویة، للمحدث المالکی الشیخ برهان الدین

ابراهيم بن مرعى بن عطية الشبرخيتى (المتوفى:1106هـ)، تحقيق و تعليق: احمد الحداد، دار الصميعى للنشر و التوزيع، الطبعة الاولى:1428هـ/2007م

کتب عقائد و کلام

٥٤ـ شرح العقائد النسفية، لسعد الدين مسعود بن عمر التفتازانى (المتوفى:792هـ)، مكتبة المدينة، كراتشى، الطبعة الاولى:1430هـ/2009م

٥٥ـ شرح المقاصد، لسعد الدين مسعود بن عمر التفتازانى (المتوفى:792هـ)، دار النور، النورية الرضوية ببلشنك كمبنى، لاهور، الطبعة الاولى: ربيع الاول 1434هـ/2013م

٥٦ـ شرح فقه اكبر لملا على القارى، لأبى الحسن نور الدين على بن (سلطان) محمد، الملا الهروى القارى (المتوفى:1014هـ

٥٧ـ انباء المصطفى بحال سر واخفى (١٣١٨ھ)، لشيخ الاسلام و المسلمين الشاه امام احمد رضا خان عليه رحمة الرحمن (المتوفى:1324هـ/1940م)، مطبع اهلسنت و جماعت، بريلى، هند، بار هفتم 1926م

٥٨ـ جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة (1317هـ)، لشيخ الاسلام و المسلمين الشاه امام احمد رضا خان عليه رحمة الرحمن (المتوفى:1324هـ/1940م)، حسنى پريس محله سوداگران، بريلى، هند، تاريخ طباعت 26 رمضان 1343هـ

٥٩ـ اعلام الاذكياء باثبات علوم الغيب لخاتم الانبياء (1902ء)، للعلامة محمد سلامت الله شاه رامفورى (متوفى: 1338هـ/1920ء)، مطبع احمدئ، كوچۂ لنگر خانه رياستؔ رامپور، هند

٦٠ـ اعلام الاذكياء باثبات علوم الغيب لخاتم الانبياء (1902ء)، للعلامة محمد سلامت الله شاه رامفورى (متوفى:1338هـ/1920ء)، تحقيق و تخريج: مفتى محمد اكرام المحسن فيضى، انجمن ضيائے طيبه، كراچى

کتب تاریخ و سیرت و فضائل

٦١ـ المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، لأبى العباس شهاب الدين أحمد بن محمد بن أبى بكر بن عبد الملك القسطلانى القتيبى المصرى (المتوفى:923هـ)، المكتبة التوفيقية، القاهرة - مصر

٦٢ـ شرح الزرقانى على المواهب اللدنية، لأبى عبد الله محمد بن عبد الباقى بن يوسف بن أحمد بن شهاب الدين بن محمد الزرقانى المالكى (المتوفى: 1122هـ)، دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى 1417هـ/1996م

٦٣ـ شرح الشفا لملا على القارى، لأبى الحسن نور الدين على بن (سلطان) محمد، الملا

الهروى القارى (المتوفى:1014هـ)، دار الكتب العلمية -بيروت، الطبعة :الأولى، 1421هـ

٦٤_نسيم الرياض في شرح الشفا للقاضى عياض، لشهاب الدين أحمد بن محمد بن عمر الخفاجى المصرى الحنفى (المتوفى:1069هـ)، اداره تاليفات اشرفيه، ملتان

٦٥_إنسان العيون فى سيرة الأمين المأمون(السيرة الحلبية)، لأبى الفرج نور الدين ابن برهان الدين على بن إبراهيم بن أحمد الحلبى(المتوفى:1044هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية 1427 -هـ

٦٦_الدرر فى اختصار المغازى والسير، النمرى، الحافظ يوسف بن البر (المتوفى:463هـ)، المحقق: الدكتور شوقى ضيف، دار المعارف -القاهرة، الطبعة الثانية، 1403هـ

٦٧_جوامع السيرة النبوية، أبو محمد على بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسى القرطبى الظاهرى (المتوفى:456هـ)، دار الكتب العلمية -بيروت

٦٨_مدارج النبوة، بركة المصطفى فى الهند الشاه عبدالحق المحدث الدهلوى (المتوفى: 1052هـ)، مكتبه نورية رضوية، سكهر، طباعت أول 1397هـ/1977م

٦٩_السيرة النبوية لابن هشام، عبد الملك بن هشام بن أيوب الحميرى المعافرى أبو محمد سنة الولادة /سنة الوفاة 213، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى وأولاده بمصر، الطبعة الثانية، 1375هـ 1955م

٧٠_الطبقات الكبرى لابن سعد، أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمى بالولاء ، البصرى، البغدادى المعروف بابن سعد (المتوفى: 230هـ)، تحقيق:محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى:1410هـ/1990

٧١_تاريخ الخلفاء ، لجلال الدين عبد الرحمن بن أبى بكر السيوطى (المتوفى:911هـ)، المحقق :حمدى الدمرداش، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة الأولى 1425هـ/2004-م

٧٢_شواهد النبوة، نور الدين، لنور الدين عبد الرحمن الجامى(المتوفى:898هـ)، رحمن گل پبلشرز، قصه خوانى بازار، پشاور

٧٣_معرفة الصحابة، لأبى نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهانى (المتوفى:430هـ)، التحقيق:عادل بن يوسف العزازى،، دار الوطن للنشر، الرياض، الطبعة الأولى 1419هـ 1998 -م

٧٤_أسد الغابة فى معرفة الصحابة، أبو الحسن على بن أبى الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيبانى الجزرى، عز الدين ابن الأثير (المتوفى: 630هـ)، المحقق: على محمد معوض-عادل أحمد عبد الموجود، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى، سنة النشر 1415هـ/ 1994-م

٧٥_تاريخ الطبرى =تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبرى، محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملى، أبو جعفر الطبرى (المتوفى:310هـ)(صلة تاريخ الطبرى لعريب بن سعد القرطبى، المتوفى:369هـ)،دار التراث -بيروت، الطبعة الثانية 1387هـ

٧٦_تاريخ مدينة دمشق، لأبى القاسم على بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (المتوفى:571هـ)،التحقيق:عمرو بن غرامة العمروى،،دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع،عام النشر 1415هـ 1995 -م

٧٧_تاريخ الخميس فى أحوال أنفس النفيس،حسين بن محمد بن الحسن الدِّيار بَكْرى (المتوفى:966هـ)،دار صادر -بيروت

٧٨_زبدة الاسرار،صفحه66،بركة المصطفى فى الهند الشاه عبدالحق المحدث الدهلوى (المتوفى:1052هـ)،مطبع بكسلنك كمپنى

٧٩_قصيدة ام القرىٰ فى مدح خير الورى المشهورة بالهمزية،للعارف بالله شرف الدين ابى عبد الله محمد بن سعيد البوصيرى (المتوفى:694هـ)،التعليق وتفسير الالفاظ:الامام الشيخ يوسف بن اسماعيل بن يوسف النبهانى(المتوفى:1350هـ)،حزب القادرية ، لاهور،رجب 1418

٨٠_الفتوحات الاحمدية بالمنح المحمدية على متن الهمزية،لسليمان بن عمر بن منصور العجيلى الأزهرى، المعروف بالجمل (المتوفى: 1204هـ)،مطبعة المعاهد بجوار قسم الجمالية بالقاهرة،ادارة:محمد عبد اللطيف حجازى،الطبعة الثانية:1354هـ/1935م

٨١_قصيدة البردة و قصيدة اطيب النغم،شرف الدين محمد بن سعيد البوصيرى (المتوفى: 694هـ)،مكتبة الاحباب ،دار العلوم المحمدية الغوثية،لاهور، طباعت: ديسمبر1998م

٨٢_حاشية الباجورى على البردة،الشيخ العلامة ابراهيم الباجورى ابن الشيخ محمد الجيزاوى (متوفى:28 ذوالقعدة الحرام 1276هـ)،شركة مكتبة و مطبعة مصطفى البابى الحلبى واولاده بمصر_الطبعة الرابعة 1370هـ/1951م

٨٣_الزبدة العمدة فى شرح البردة ،لأبى الحسن نور الدين على بن (سلطان) محمد، الملا الهروى القارى (المتوفى:1014هـ)،جمعية علماء سكندرية،پيرجو گوٹھ،خير پور، سندھ، ربيع الثانى 1406هـ

٨٤_قصيدة غوثية(القصيدة الخمرية)،للشيخ عبد القادر الجيلانى المعروف بالغوث الاعظم، (المتوفى:561هـ)

كتب فقه حنفى

٨٥_در المختار شرح تنوير الابصار وجامع البحار،للعلامة علاء الدين محمد بن على بن

محمد حصکفی (المتوفی: 1088هـ)، دار الکتب العلمیه -بیروت، لبنان، الطبعة الاولی: 1423هـ 2002 -م

٨٦_رد المحتار علی الدر المختار، لابن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی (المتوفی:1252هـ)، دار الفکر-بیروت، الطبعة الثانیة:1412هـ 1992 -م

٨٧_حاشیة الطحطاوی علی در مختار، للسید احمد الطحطاوی (المتوفی:1302هـ)، المکتبة العربیة، کانسی روڈ، کوئٹہ، ناشر:حاجی عبد الملک

٨٨_الاشباہ والنظائر علی مذھب ابی حنیفة النعمان، لزین الدین بن إبراھیم بن محمد، المعروف بابن نجیم المصری (المتوفی:970ھـ) وضع حواشیه وخرج أحادیثه:الشیخ زکریا عمیرات، دار الکتب العلمیة، بیروت -لبنان، الطبعةالأولی: 1419ھـ 1999 -م

٨٩_خزانة الروایات، قاضی جکن الحنفی، مخطوطه مخزونه لائبریری جامعه نظامیه رضویه، لوھاری گیٹ، لاھور(3/2655)

٩٠_غنیة المستملی شرح منیة المصلی(الحلبی الکبیری)، للعلامة الشیخ ابراھیم الحلبی (المتوفی:956ھـ)، مکتبه نعمانیه کانسی روڈ، کوئٹہ

٩١_غایة الاوطار ترجمۂ اردو درمختار، مولوی خرم علی، مطبع نامی منشی نو لکشور، لکھنو

٩٢_معدن الحقائق

کتب فتاوی

٩٣_فتاوی قاضی خان(فتاوی خانیة)، الامام فقیه النفس الحسن بن المنصور بن محمود الاوزجندی(المتوفی:592ھـ)، مطبع نو لکشور، لکھنو، 1331ھـ /1913م)

٩٤_العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة (مخرجه)، شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ امام احمد رضا خان علیه رحمة الرحمن (المتوفی:1324ھـ/1940م)، رضا فاؤنڈیشن، لاھور

٩٥_الفتاوی الحدیثیة، أحمد بن محمد بن علی بن حجر الهیتمی السعدی الأنصاری، شهاب الدین شیخ الإسلام، أبو العباس (المتوفی:974ھـ)، قدیمی کتب خانه کراچی

٩٦_فتاوی الامام النووی المسمی المسائل المنثورة، لأبی زکریا محیی الدین یحیی بن شرف النووی (المتوفی676 :ھـ)، انصار السنة المحمدیة، المرکز الرئیسی:11 کلیا روڈ رستم پارک نواں کوٹ، لاھور

کتب اصول فقه

٩٧_اصول الشاشی، للامام نظام الدین الشاشی(المتوفی:344ھـ)، مکتبة المدینة، کراچی، الطبعة الاولی:1429ھـ/2008م

٩٨_نور الانوار، للحافظ الشیخ احمد بن عبد الله المعروف بملا جیون (المتوفی: 1130هـ)، مکتبه رحمانیه، لاهور

٩٩_قمر الاقمار علی ذیل نور الانوار، للعلامة عبد الحلیم الانصاری اللکنوی، مکتبه رحمانیه، لاهور

١٠٠_کتاب التحقیق شرح الحسامی المعروف بغایة التحقیق، للامام علاء الدین بن عبد العزیز بن احمد البخاری (المتوفی: 730هـ)، جان محمد بستی کتب خانه، آرك بازار گندهار، افغانستان

١٠١_شرح التلویح علی التوضیح، لسعد الدین مسعود بن عمرالتفتازانی (المتوفی: 792هـ)، مکتبة صبیح بمصر

١٠٢_مجموعة الحواشی النادرة علی "التوضیح و التلویح"، حاشیة الفنری، دارا لکتب شرعیه والادبیة، کانسی روڈ، کوئٹه، ناشر: مولوی عنایت الله کاکری

١٠٣_مسلم الثبوت، محب الله بهاری (المتوفی: 1119هـ)، مکتبة محمودیة، سرکی روڈ، کوئٹه

١٠٤_مسلم الثبوت، محب الله بهاری (المتوفی: 1119هـ)، مطبع انصاری، دهلی

١٠٥_شرح مسلم الثبوت مع شرح حملة المنهیات، للامام المحقق المولانا محمد عبد الحق الخیرآبادی (المتوفی: 23 شوال 1316هـ/1899م)، المکتبة الفاروقیة، خیبر مارکیٹ، کوئٹه

١٠٦_فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، لبحر العلوم ابی العیاش محمد عبد العلی بن محمد نظام الدین السهالوی الانصاری اللکنوی الهندی (المتوفی: 1225هـ) قدیمی کتب خانه، کراچی

کتب وهابیه و دیابنه

١٠٧_کشف المبهم شرح مسلّم، مولوی بشیرالدین، مکتبة عربیة، کانسی روڈ، کوئٹه

١٠٨_فتاوی رشیدیه (مبوّب)، رشید احمد گنگوهی (المتوفی: 1323هـ)، میر محمد کتب خانه، کراچی

١٠٩_ براهین قاطعه، خلیل احمد انبیٹهوی سهارنپوری (المتوفی: 1346هـ)، مصدقه مولوی رشید احمد گنگوهی (المتوفی: 1323هـ)، مطبع بلالی ساڈهوره

١١٠_ براهین قاطعه، خلیل احمد انبیٹهوی سهارنپوری (المتوفی: 1346هـ)، مصدقه مولوی رشید احمد گنگوهی (المتوفی: 1323هـ)، کتب خانه امدادیه دیو بند یو پی انڈیا

١١١_تقویة الایمان، (مجموعهٔ تقویة الایمان مع تذکیر الاخوان و نصیحة المسلمین)، اسماعیل دهلوی (المتوفی: 1246هـ)، میر محمد کتب خانه، کراچی

١١٢_کشف الغطا عن ازالة الخفا، مولوی محمد سعید بنارسنی

١١٣_صراط مستقیم، اسماعیل دهلوی (المتوفی: 1246هـ)، المکتبة السلفیة، شیش محل روڈ، لاهور

☆صراط مستقیم(مترجم)، اسماعیل دھلوی(المتوفی: 1246ھ)، باھتمام: مولوی محمد اسحاق، کتب خانہ رحیمیہ، دیو بند (یو پی)

١١٤_نصیحۃ المسلمین(مجموعۂ تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان و نصیحۃ المسلمین)، خرم علی بلھوری، میر محمد کتب خانہ، کراچی

١١٥_توضیح البیان، مرتضی حسن چاند پوری، مطبع قاسمی دیوبند

١١٦_توضیح البیان مشمولہ رسائل چاند پوری، مرتضی حسن چاند پوری، انجمن ارشاد المسلمین D.6 شاداب کالونی، حمید نظانی روڈ، لاھور، اشاعت 1978ء/ایضاً(جدید کمپوزنگ ایڈیشن)

١١٧_مسئلہ در علمِ غیب مطبوعہ مع علم غیب از قاری محمد طیب، ادارہ اسلامیات 190 انار کلی، لاھور، باردوم، مارچ 1981

١١٨_رد السیف،، مولوی عبد الکرم کوچینی

١١٩_اعلاء کلمۃ الحق، حافظ واحد نور

١٢٠_رسالہ غیبی، مولوی عبد العزیز

١٢١_فیصلہ علم غیب

١٢٢_تنزیہ التوحید، مولوی محمد غلام نبوی

١٢٣_اھل حدیث کا مذھب، ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری

متفرقات

١٢٤_کیمیائے سعادت، أبو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی (المتوفی505ھ) ، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاھور، 1430ھ/2009م

١٢٥_إحیاء علوم الدین، أبو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی (المتوفی505ھ)، دار المعرفۃ، بیروت

١٢٦_الابریز من کلام سیدی عبد العزیز الدباغ، للحافظ احمد بن المبارک (المتوفی: 1155ھ/1742م)، التخریج والتعلیق: محمد بشیر حسن الھاشمی، دار صادر بیروت، الطبعۃ الاولی: 1424ھ/2004م

١٢٧_نفحات الانس فی حضرات القدس، لنور الدین عبد الرحمن الجامی (المتوفی: 898ھ)، مقدمۃ وتصحیح و تعلیقات: دکتور محمود عابدی، مؤسسہ اطلاعات، تھران، چاپ سوم 1375ھ

١٢٨_الکبریت الاحمر فی بیان علوم الشیخ الاکبر، الشیخ عبد الوھاب بن احمد بن علی الشعرانی المصری الحنفی(المتوفی: 973ھ) ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ

الاولی:1431ھ/2010م
١٢٩_الطاف القدس فی معرفة لطائف النفس، للامام الشاه ولی اللہ المحدث الدهلوی (المتوفی: 1 1 7 6ھ)، اداره نشر اشاعت مدرسه نصرة العلوم، گوجرانواله، طبع اول 1384ھ/1964م
١٣٠_ما ثبت بالسنة فی ایام السنة(مومن کے ماہ و سال)[اردو، عربی]، برکة المصطفی فی الهند الشاه عبدالحق المحدث الدهلوی(المتوفی:1052ھ)، دار الاشاعت، کراچی، سن طباعت:2005م
١٣١_الاکمال فی اسماء الرجال للتبریزی المطبوع فی آخر مشکوٰة المصابیح، لولی الدین أبی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب العمری التبریزی (المتوفی:741ھ)، مکتبه رحمانیه، لاهور
١٣٢_بستان المحدثین(اردو، فارسی)، شاہ عبد العزیز محدث دهلوی (المتوفی:1239ھ)، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
١٣٣_مثنوی معنوی، مولائے روم مولانا جلال الدین رومی(المتوفی:722ھ)، مرتبه: آر اے نکلسن، سنگ میل پبلی کیشنز، لاهور، طبع2004
١٣٤_مثنوی مولوی معنوی، مولائے روم مولانا جلال الدین رومی (المتوفی:722ھ)، النوریه الرضویه پبلشنگ کمپنی_لاهور
١٣٥_العمدة فی محاسن الشعر وآدابه، أبو علی الحسن بن رشیق القیروانی الأزدی (المتوفی: 463ھ)، تحقیق: محمد محیی الدین عبد الحمید، دار الجیل، الطبعة الخامسة 1401ھ/1981م
١٣٦ حیاة الحیوان الکبری، محمد بن موسی بن عیسی بن علی الدمیری، أبو البقاء، کمال الدین الشافعی (المتوفی:808ھ)، العلمیة، بیروت_الطبعة :الثانیة، 1424ھ
١٣٧_تقاریظ امام إحمد رضا، للسید صابر حسین شاه بخاری _ادام ظله_، اکبر بک سیلرز، لاهور
١٣٨_جمعُ النهایة فی بدء الخیر و الغایة، للامام عبد اللہ الاندلسی (المتوفی:699ھ)
١٣٩_فصل الخطاب
١٤٠_شرح مشارق